رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ۱۳۰۱ھ

میلاد و قیام



دلائل و مسائل، ازالۂ شکوک و شبہات

تصنیف

حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدث الوری

(م: ۲۲ رجب ۱۳۵۴ھ)

تحقیق، تخریج

ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق المدنی

معاونین

خزیمہ احمد عطاری

سیّد مزمل کاظمی

مکتبہ حسان

0331-2476512

مرغوبِ احمد

المقلب بہ

رسول الکلام فی بیان المولد والقیام

۱۳۰۱ھ

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدّث الوری

(م: ۲۲ رجب ۱۳۵۴ھ)

تحقیق و تخریج، تعارف و تقدیم

ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی

معاونین

خزیمہ احمد عطاری / سیّد مزمل کاظمی

مکتبہ حسان

نام کتاب	:	رسول الکلام فی بیان المولد والقیام
تصنیف	:	مفتی سیّد ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدّث الوری
تحقیق، تخریج	:	ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی
معاونین	:	خزیمہ احمد عطاری / سیّد مزمل کاظمی
نظر ثانی	:	خرم محمود سرسالوی
صفحات	:	
تعدادِ اشاعت	:	500
سنِ اشاعت	:	صفر المظفر 1440ھ / اکتوبر 2018ء

ناشر	:	مکتبہ حسان

ملنے کے پتے:

مکتبہ حسان کراچی۔ مکتبہ قادریہ کراچی

مکتبہ غوثیہ کراچی۔ کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور

شبیر برادرز اردو بازار لاہور۔ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

فہرستِ مضامین

اھداء

صد سالہ عرس رضا کے موقع پر

مجدّدِ دین وملّت، امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان کی بارگاہ میں

پیش کرتا ہوں

انتساب

اپنی اس ادنیٰ سی کوشش کو

صاحبِ کتاب، خلیفہ امامِ اہلِ سنت، امام احمد رضا خاں، حضرت علّامہ مولانا مفتی سیّد دیدار

علی شاہ محدِّث الوریٰ علیہ الرحمہ

اور

عاشقِ اعلیٰ حضرت، سیدی ومرشدی امیرِ اہلِ سنت حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار

قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

اور

اپنے تمام ہی اساتذہ کرام اور والدین

کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

گر قبول افتند زہے عزّوشرف

طالبِ دعا

ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ہ

الحمد للہ والمنۃ

یہ بدایت فیاہ ازنافع عجالہ جس میں بظاہر ذکر ولادت باسعادت حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنکر تعظیماً قیام کرنیکے جواز و استحباب کا آیات واحادیث و اصول فقہ واقوال علماء و تعامل فضلاء سے روشن بیان ہے اور حقیقت میں اصول حدیث کا ایک نفیس وجلیل رسالہ ہے۔ ایسے دلائل سے آراستہ ہے کہ بعض علماء کاملین نے فرمایا کہ یہ دلائل اسی رسالہ کا حصہ ہیں موافق ومخالف ہر طالب فن حدیث ان سے فوائد عالیہ کا استفادہ کرسکتا ہے۔ نیز ضمن میں خیالات نجدیہ قدیم واوہام وہابیہ جدیدہ کا ابطال واذہاق کیا گیا ہے۔ مسمّٰی باسم تاریخی:۔

مرغوب احمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۰ھ

الملقب بہ

رسول الکلام فی بیان المولد والقیام

از تصنیف لطیف فاضل اجل عالم اکمل واعظ بے بدل قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء سیدی سندی حضرت مولٰنا مولوی مفتی سید ابومحمد محمد دیدار علیشاہ صاحب محدث الوری امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف

باہتمام

فقیر حقیر ابوالبرکات سید احمد عفی عنہ طبع ہو کر شائع ہوا۔

از دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند جنگر محلہ دہلی دروازہ

لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی ارسل رسوله بالهدی وشرفنا باتباع سنته السنية المرتضى فقال
ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ولكم في رسول الله صلى الله عليه وسلم
اسوة حسنة ۔ يا اهل النهى والصلوة والسلام على سيد الورى امام الانبياء
بدلل حي وكهف الورى الذي حرمته ميتا كحرمته حيا كيف وقد احياه
الله بعد ما اماته الله فقال الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد اربعين ليلة ولكنهم
يصلون بين يدي الله وقال علمي بعد وفاتي كعلمي في حياتي يا اهل الهدى
واولى الفضل والتقى وعلى آله واهل بيته الذين طهرهم الله تطهيرا واصحابه الذين
هم نجوم السماء الهدى قامعو البدعة السيئة التي لا نور فيها وعلى جميع المؤمنين
والمؤمنات والمسلمين والمسلمات الذين اتبعهما واحبهما **اما بعد** حمد
وصلوة وتحیات زاکیات فقیر حقیر ورماندہ نفس شریر بندہ شرمندہ راجی مراحم لم یزلی ابو محمد
سید احمد المدعو بہ محمد دیدار علی بن سید نجف علی حنفی مشہدی ثم الوری ثم لاہوری خدمت
جمیع مومنین حق بین اور علماء دین متین حق گزین میں بہ عجز و نیاز التماس پرداز ہے
کہ چونکہ فقیر نے درباب محفل مولد شریف جو مستحب اور متعارف حرمین شریفین و جمیع بلاد عرب
و عجم ہے کہ جنکی شان میں یہ حدیث صحیح مرویہ صحیح مسلم لا یزال اهل الغرب ظاهرين
على الحق حتى تقوم الساعة وارد ہے درمیان بعض علماء ہند خصوصاً اسلمین شہر الور
اختلاف نہایت پایا اور جو بقصد تحقیق کتب معتبرہ سیر اور حدیث و فقہ میں غور کیا تو طرفین
الی افراط و تفریط سے نہ دیکھا لاجرم بموجب حدیث صحیح الدین نصیحة لکل مومن

پہلے اسے پڑھئے

۱۴۳۹سنہ ہجری کے ماہ صفر کا آغاز ہوا تو ذہن میں ایک خیال گردش کرنے لگا کہ صَد سالہ عرس اعلیٰ حضرت قریب ہے، کیوں نہ امام اہلِ سنت کی خدمت میں تحریری صورت میں ہدیہ پیش کیا جائے، یہ بات میں نے اپنے استاذ محترم، شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّ ظلہ العالی سے بھی عرض کی کہ میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں فتاوی رضویہ کی روشنی میں مقالہ وغیرہ کی صورت میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں، اس کے لئے آپ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں کہ جواب تک "فتاوی رضویہ" شریف پر نہ ہوا ہو۔ میری گفتگو سننے کے بعد استاذ محترم نے میرے احساسات اور جذبات کو محسوس فرمایا اور میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت اور "فتاویٰ رضویہ" پر کام کیا جائے، لیکن علما کی بڑی تعداد امام اہلِ سنت اور ان کی شخصیت پر مختلف پہلوؤں سے کام کرتی چلی آ رہی ہے اور کر رہی ہے، اب ہمیں چاہئیے کہ اعلیٰ حضرت کی کُتب اور خُلفاءِ اعلیٰ حضرت اور دیگر جیّد و مقتدر علماء و مشائخ اہلِ سنت کی کتب و رسائل پر بھی کام کیا جائے تا کہ لوگ امامِ اہلِ سنت کی کُتب اور دیگر علماء و مشائخ کی علمی و تحقیقی کُتب سے بھی روشناس ہوں۔ استاذ محترم کی بات پلے سے باندھ لی، لیکن اُس سال کچھ نہ کر سکا۔

۱۴۳۹ھ کے ماہ شوال المکرّم کی ۲۰ تاریخ کی بات ہے کہ عصر کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے دوست جناب خرم محمود سر سالوی کے ہمراہ چائے کے ہوٹل پر بیٹھے کچھ دینی اُمور پر تبادلہ خیال جاری تھا، دریں اثناء راقم الحروف نے اپنے اُنہیں جذبات اور احساسات کا اظہار ان الفاظ سے کیا کہ عرسِ رضوی کا پر بہار موسم قریب ہے پھر یہ تو صَد سالہ عرسِ رضا ہے، دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت سے محبت کرنے والے عرسِ رضا کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کی بارگاہ میں مختلف قسم کے ہدایا پیش کرنے کی سعی جاری رکھے

ہوئے ہیں، میں بھی امام اہلسنت کی بارگاہ میں تحریری صورت میں ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کام میں میرے طلباء بھی میرے شریک ہوں تاکہ انہیں بھی اس اہم ترین موقع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ان میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی محبت اور دینی کام کرنے کی سوچ اور جذبہ بیدار ہو۔

میری اس گفتگو کو سن کر موصوف نے خوشی کا اظہار کیا اور میری حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علاّمہ مولانا مفتی سیّد ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدّث الوری علیہ الرحمۃ [م:۱۳۵۴ھ] کی کتاب "رسول الکلام فی بیان المولد والقیام" کا تعارف کروایا اور ساتھ ہی اس کی اہمیت اور افادیت کو بیان کر کے اس کتاب پر کام کرنے کی ترغیب دلائی۔راقم نے اس کتاب کو حاصل کرنے کے بعد مطالعہ کیا اور اس پر کام کرنے کا ارادہ کر لیا۔

پھر طلباء کرام کو اس کام میں شریک کرنے اور چند ضروری معاملات کے حوالے سے استاذ العلماء حضرت علاّمہ مولانا ابو غفران محمد یوسف رضا عطاری المدنی سلّمہ الغنی سے مشاورت کی۔ بعد ازاں جامعۃ المدینہ فیضان بخاری کے درجہ خامسہ کے دو طلباء کرام سیّد مزمل کاظمی اور خزیمہ احمد عطاری کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔

چونکہ یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں لکھی گئی تھی اور آج سے کئی برس پہلے چھپی تھی اسی لئے بنیادی طور پر اس کتاب میں تین طرح کے کام کرنے تھے: کمپوزنگ کا کام، حوالات جات کی تخاریج اور کتاب کی جدید تقاضوں کے مطابق سیٹنگ۔ ان تین چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ۲۶ شوال المکرم بمطابق ۲۵ جولائی سے اس کتاب پر کام کا آغاز کر دیا گیا اور تقریباً ۳ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۸م شب ہفتہ رات تقریباً ایک بجے اس کام کا اختتام ہوا۔ الحمدللہ علی احسانہ۔

میں نے اس کتاب کی تخاریج و تصحیح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، البتہ تلاش بسیار کے باجود کچھ کتب کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے چند تخاریج رہ گئی ہیں، لہذا قارئین میں

سے جس کسی کو ان تخاریج تک رسائی ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔

مجھے اپنی کم علمی اور ناتجربہ کاری کا ادراک ہے، لہٰذا اس کتاب کی تخاریج میں جو خوبیاں نظر آئیں وہ سب اللہ جلّ شانہ کی جانب سے ہیں اور جتنی غلطیاں اور خامیاں ہوں وہ سب میری کم علمی اور ناتجربہ کاری کے سبب ہیں۔ کتاب کی تخاریج میں جہاں کہیں غلطی پائیں تو مطلع فرمائیں۔ اللہ ربّ العزّت ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے والدین اور اساتذہ کرام کی شفقتوں اور دعاؤں سے ہوں۔ میں اپنے والدین اور قابلِ صد عزّت مآب اساتذہ کرام اور تمام ہی احباب کا مشکور وممنون ہوں، جنہوں نے زندگی کے کسی بھی حصہ میں کسی بھی طرح کی میری رہنمائی کی ہو اور جامعۃ المدینہ فیضان بخاری کے درجہ خامسہ کے لائق و محنتی طلبہ میں سے دو سیّد مزمل کاظمی اور خزیمہ احمد عطاری کا جو اس کتاب کی تخریج کے کام میں میرے معاون وشریک رہے اور بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ اس کتاب کی تخریج کی۔ بالخصوص جناب خرم محمود سرسالوی کا جنہوں نے ابتداء تا انتہاء مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ طباعت تک کے مراحل میں میری معاونت فرمائی اور اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت اس کتاب کو عطا فرما کر نظر ثانی بھی فرمائی۔

اللہ کریم جمیع معاوِنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور اس کتاب پر کام کرنا میرے لئے بلاحساب بخشش و مغفرت کا وسیلہ بن جائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی

مدرّس: جامعۃ المدینہ فیضان بخاری

متخصص فی الفقہ الاسلامی: دارالافتاءِ النّور

تقریظ

از: شیخ الحدیث حضرت علاّمہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدّظلہ العالی

(شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النور جمعیت اشاعت اہلِ سنت پاکستان)

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

اسلاف کے تحریری کام کو محفوظ کرنا اور اُس پر کام کرنا اور اُس کی اشاعت کا اہتمام کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ اور تحریری کام کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس سے غافل رہتی ہے، اس لئے جو حضرات اس کام میں مصروف ہیں وہ لائق تحسین اور قابلِ ستائش ہیں۔

امام اہلِ سنت امام احمد رضاخان حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۱۳۴۰ھ کی ذات اور آپ کی تحریرات پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے تلامذہ، خلفاء اور معاصر علماء پر اور ان کی تحریرات پر کام کرنا بھی اشد ضروری ہے ان کا تحریری کام یا تو اب تک شائع نہیں ہوا یا پھر شائع تو ہوا مگر اُس کی اشاعت کو اتنا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ اُن کا ملنا اب مشکل ہے، تو ایسے تحریری مواد کی تصحیح اور تخریج کے بعد جدید تقاضوں کے مطابق اشاعت کرنا مفید ہے۔

مولانا ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی زِید علمہ نے، اپنے دوست علاّمہ خرم محمود سرسالوی زید علمہ کے مشورے اور تعاون سے صَد سالہ عرسِ رضا کے موقع پر خلیفہ امام اہلِ سنت امام احمد رضاخاں، حضرت علاّمہ مولانا مفتی سیّد دیدار علی شاہ محدِّث الوریٰ علیہ الرحمہ کی تحریر بنام "رسول الکلام فی بیان المولد والقیام" پر کام کرکے دین متین کی بڑی خدمت کی ہے۔

اور جامعۃ المدینہ فیضان بخاری کے "درجہ خامسہ" کے دو طلباء کرام سیّد مزمل کاظمی اور خزیمہ احمد عطاری کا تخریج کے کام میں شریک رہنا لائق ستائش ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی زِید علمہ اور ان کے

جملہ معاونین کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے قبول فرمائے اور اسے ان کی اور ان کے والدین واساتذہ کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دارالحدیث والافتاء بجامعۃ النور

جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت (پاکستان)

تقریظ

از: شیخ الحدیث علامہ استاذ احمد رضا شامی مدّظلہ العالی
(محقق و محشی تفسیرِ بیضاوی و فوز الکبیر)

بے شک علما طبیب القوم ہیں اور ایک بہترین مخلص طبیب کی جملہ صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف مریض کو دوا دیتا ہے، بلکہ اس کو صحت مند رہنے کے لئے مکمل ہدایات بھی فراہم کرتا ہے۔ نیز امراض کی روک تھام میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے، تاکہ ایک صحت مند معاشرہ ترتیب پا جائے اور یقیناً ہمارے اسلاف علمائے کرام اپنے اس عظیم فریضہ کو بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ وہ نہ صرف معاشرے میں پائی جانے والی علمی اور عملی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، بلکہ ان کی موثر دوا بھی فراہم کرتے ہیں۔ نیز اس بیماری کے اسباب کا بھی قلع قمع کرتے ہوئے معاشرے میں اعلیٰ علمی اور عملی فضا قائم کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور آئندہ پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے جراثیموں کا خاتمہ بھی کرتے ہیں اور اسی سے موثر رہنمائی کرتے ہیں کہ جن کو اپنا کر ہر فرد مکمل کامیاب زندگی گزار سکتا ہے اور ہر قسم کی خرابیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب بھی عالم جلیل محدّث الوری علامہ دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ عظیم کاوش ہے جس میں انہوں نے نہ صرف مسئلہ میلاد و قیام ثابت کیا ہے، بلکہ ایسے عظیم مقدمات و قواعد بیان کئے ہیں جو ایسے صدہا مسائل میں قولِ فیصل ثابت ہوئے ہیں اور پھر اذہانِ عامہ میں اٹھنے والے شکوک وشبہات کو بھی رفع فرما کر مکمل تنقیح فرمائی ہے اور پھر فاضلِ جامعۃ المدینہ ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی نے معاونین طلبا کرام کے ساتھ ملکر اس کتاب کی جو خدمت کی اس سے کتاب کے فوائد دوچند ہوگئے۔ مولائے کریم موکف و محقق اور معاونین کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے آمین۔

تقریظ

از: استاذ العلماء، حضرت علاّمہ مفتی ابو غفران محمد یوسف رضا عطاری المدنی سلّمہ الغنی
(سینئر مدرّس جامعۃ المدینہ، فیضان بخاری و مفتی دار الافتاء فیض رضا، کمہارواڑہ، کراچی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

رحمت کونین مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا ادب واحترام اور تکریم و تعظیم ایمان کی جان اور اصل دین ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ [سورۃ الفتح، آیت 9]

یعنی، تم پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے احترام وادب اور تعظیم و تکریم کو واجب کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وَتُعَزِّرُوْہُ کا مطلب ہے: ان کا احترام کرو اور امام الادب، امام مبرد کہتے ہیں: وَتُعَزِّرُوْہُ أی تبالغوا فی تعظیمہ یعنی، ان کا احترام مبالغے کی حد تک کرو۔

امام بوصیری فرماتے ہیں:

دع ما ادعتہ النصاری فی تعظیمہ واحکم بماشئت مدحاً فیہ واحتکم

جو بات عیسائیوں نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں کہی وہ نہ کہہ یعنی حضور ﷺ کو خدا کا بیٹا اور خدا نہ کہہ، اس کے علاوہ جو کچھ اُن کی تعریف میں بیان کرنا چاہے وہ کر۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم کی ایک صورت آپ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں منانا بھی ہے۔ قرآن کی تلاوت کر کے ان کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر ادب واحترام کے ساتھ درود و سلام پیش کر کے، ان کے فضائل و کمالات بیان کر کے صدقات و خیرات کر کے میلاد شریف منانے کا یہ احسن طریقہ ہے اور ہمارے اسلاف اسی طرح میلاد مناتے

رہے ہیں۔

چنانچہ امام ابن حجر فرماتے ہیں: قرونِ ثلاثہ کے بعد بھی ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقات وخیرات کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے میلاد پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔ تقریباً یہی الفاظ شارح بخاری امام قسطلانی اور امام سخاوی علیہما الرحمہ کے ہیں امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے آگے یہ دعا بھی کی ہے کہ اللہ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے میلاد کی ہر رات کو عید بنالیا تاکہ یہ عیدِ میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو جائے اُس شخص پر جس کے دل میں بغض وعناد ہے۔

زیر نظر کتاب "رسول الکلام فی بیان المولد والقیام" بھی "میلاد وقیام" کے موضوع پر ایک انتہائی تحقیقی کتاب ہے جو خلیفہ اعلیٰ حضرت، مفتی سید دیدار علی شاہ محدِّث الوری کے رشحاتِ قلم کا شاہکار ہے، اس کی تحقیق وتخریج اور تصحیح کے عظیم کام کے لئے رب کائنات نے عزیزی محترم مولانا ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی کو چنا ہے۔ موصوف ایک اچھے عالم دین ہیں، درس وتدریس اور تدریب وافتاء کی مصروفیات کے باجود تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی بحمد للہ تعالیٰ قائم ہے، اپنے ساتھ اپنے تلامذہ کو بھی تحریر میں مصروف رکھتے ہیں انتہائی باذوق، باادب اور نفیس طبیعت کا مالک میں نے ان کو پایا ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور بھی زیادہ

الفقیر الی ربہ القدیر

ابو غفران محمد یوسف عطاری مدنی

تعارف وتقدیم

از: ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی

نبی کریم، رحمۃ للعالمین، سید الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین، جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی ﷺ کے حسب ونسب، صورت وسیرت، اخلاق وآداب اور معجزات وواقعات کو بیان کرنے کا نام محفلِ میلاد ہے اور قیام، محفل میلاد کا ایک جزء ہے، محافل میلاد خاصۃً لِحُبِّ رسولِ اللہ وَتعظیماً لِسَیِّدِ الوریٰ کے لئے منعقد کی جاتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت، ادب اور تعظیم ایک مسلمان کے کامل الایمان ہونے کے لئے از حد ضروری ہے، سلفاً وخلفاً جس کسی مسلمان نے کسی نئے طریقے اور انداز سے حضور اقدس ﷺ کا ادب اور تعظیم کی اور آپ ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کیا تو اس نئی بات اور نئے طریقے کو ائمہ کرام رحمہم اللہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں شمار کیا، نہ یہ کہ معاذ اللہ ایسے شخص کو بدعتی یا گمراہ قرار دیا، بلکہ ائمہ کرام نے اس باب میں تصریحاً ایک قاعدہ کلیہ عطا فرما کر مزید اس باب میں وسعت پیدا فرمادی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

کل ما کان أدخل فی الأدب والإجلال کان حسناً.

یعنی، نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور ادب میں جس جس بات کو زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی مکی "جوہر منظم" میں لکھتے ہیں: نبی ﷺ کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیتِ میں شریک کرنا نہ ہو، ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور عطا فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ زمانۂ رسالت مآب ﷺ سے لے کر اب تک کے آنے والے مسلمان میلاد مصطفی ﷺ کو اپنے اپنے رنگ اور انداز سے مناتے چلے آرہے ہیں اور حضور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ میں سچی عقیدت ومحبت کا برملا اظہار کر کے اپنی عاقبت کو سنوار رہے

ہیں۔

اس کے برخلاف چند وہ افراد بھی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے عشق و محبت میں اختیار کئے جانے والے ان انداز پر زبان طعن دراز کرتے اور ان افعال کو شرک وبدعت قرار دے کے کر اہلِ اسلام کو گمراہ کررہے ہیں جب کہ عشاقانِ رسول ﷺ اپنی زبان و قلم سے اس طرح کے افراد کارد کرتے چلے آئے ہیں۔

یوں تو نبی کریم ﷺ کے میلاد وذکر ولادت سن کر تعظیماً قیام کرنے کے بارے میں وقتاً فوقتاً بے شمار کُتب ورسائل لکھے جاتے رہے ہیں ایسی ہی تصنیفات و تالیفات میں سے ایک کتاب ''رسول الکلام فی بیان المولد والقیام'' بھی ہے جسے خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علاّمہ مولانا مفتی سیّد ابو محمد محمد دیدار علی شاہ محدّث الوری علیہ الرحمۃ [م:۱۳۵۴ھ] نے تصنیف فرمایاہے۔

یہ کتاب بظاہر تو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر سن کر تعظیماً قیام کے جواز واستحباب کے بیان میں ہے لیکن در حقیقت یہ اُصولِ حدیث پر مشتمل ایک نفیس و جلیل کتاب بھی ہے ہر موافق ومخالف ہر طالبِ فن حدیث ان سے فوائد عالیہ کا استفادہ کر سکتا ہے۔

صاحب کتاب نے میلاد وقیامِ تعظیمی کے جواز واستحباب کو قرآنی آیات، معتمد ومستند تفاسیر، احادیث وشروح احادیث، فقہ واصول فقہ، اقوال علماء اور ایسے عمدہ ومستند دلائل وبراہین سے آراستہ کیاہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ دلائل تو صرف اسی کتاب کا حصہ ہیں جو اس کے علاوہ کہیں اور نہ ملیں گے۔ درمیان کتاب کئی مقامات پر قدیم وجدید خیالات واوہام کا ابطال وازہاق بھی کیا گیاہے۔ نیز محفل میلاد شریف میں شامل ہونے والے خلافِ شرع اُمور کی نشاندہی اور ان کی قباحتوں کو بھی ذکر کیاہے۔

سببِ تالیف:

اس کتاب کی تصنیف وتالیف کا سبب یوں بیان کرتے ہیں:

چونکہ فقیر نے دَرباب محفلِ مولد شریف، متعاملہ ومتعارفہ حرمین شریفین وجمیع بلادِ

عرب وعرب کے درمیان بعض علماءِ ہند خصوصاً مسلمین شہر الوری اختلاف نہایت پایا، لاجرم بموجب حدیثِ صحیح «الدِّینُ نصیحۃ لِکلِّ مؤمنٍ ومؤمنۃٍ» اور نیز بتائید استدعاءِ بعض احبّا واصدقا، یہ ہیچمداں، ناقص البنیان، تحقیق و تنقیحِ جمیع امورِ متعاملہ اِس بزم شریف میں مشغول مشغول ہوا۔

کتاب کی تقسیم:

یہ کتاب پانچ مقدمات اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ مختصر اًتعارف ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مقدمہ اولیٰ:

یہ مقدمہ ثبوتِ اباحۃ اصلی کے بیان میں ہے: چنانچہ لکھتے ہیں: "جمہور اہلِ سنت کے نزدیک اَصل اشیاء میں اباحت ہے؛ لہٰذا اثباتِ حرمت یا کراہت کسی امر کے لئے بدعتِ مُحرّمہ یا مکروہہ کہنے والے پر دلیلِ حرمت یا کراہت کا پیش کرنا ضروری ہے نہ کہ کسی شے کے جائز و مباح کہنے والے پر کہ ہر اُس شے کا جس کی ممانعت کسی دلیل سے نہ ثابت ہو، مباح اور معفوعنہ ہونا نصوصِ صریحہ سے ظاہر ہے"۔ اس پر تین آیات کو ذکر کیا ہے۔

مقدمہ دوم:

اس مقدمہ میں مستحب کی تعریف اور اس بات کا بیان کہ کسی چیز کا مستحب ہونا قُرونِ ثلاثہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ صفحہ لکھتے ہیں: "ثبوتِ استحباب کسی امر کا کسی وقت اور زمانہ کے ساتھ محدود نہیں، نہ قرونِ ثلاثہ کے ساتھ مخصوص۔ بہت سے مسائل ہیں کہ زمانہ نبوت میں وجود اُن کا نہ تھا اور کتبِ معتبرہ فقہیہ میں ان کو مستحب اور مستحسن لکھا ہے۔
"

اس بات کے ثبوت پر چند ایسی مثالیں بیان کی گئی ہیں کہ جو زمانہ نُبوت یا پھر قرونِ ثلاثہ میں نہ تھیں، لیکن وہ بعد میں رائج ہوئیں اور علماء نے انہیں مستحب اور مستحسن قرار دیا جیسے کہ قرآن کریم پر اعراب لگانا، تراویح کی جماعت، حرَمین شریفین میں نماز پنجگانہ کے بعد صلوۃ

وسلام پڑھنا، بعد اذان تثویب ، یونہی نماز پنجگانہ کی نیت زبان سے کرنا زمانہ تابعین کے بعد شروع ہوا۔

ان مثالوں کو ذکر کرنے بعد محفل میلاد شریف کے مستحب ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: علیٰ ھٰذا القیاس چونکہ بہ سبب بُعد زمانِ نبوت فقہاء محقّقین و محدّثین نے دیکھا کہ عامۂ اہلِ اسلام حقوق مصطفوی اور فضائل و معجزات وارہاصات نبوی سے غافل ہوگئے جو موجب ازدیادِ حبِ نبی اور استحکامِ محبتِ مصطفوی تھے حالانکہ محبت نبی عین ایمان ہے۔۔۔ لہٰذا وقت ظہور غفلت یہ بزم شریف بہماں ہیئت کذائی مع القیام۔۔۔ بعد قرونِ ثلٰثہ فاضلہ ترتیب فرمائی۔۔۔ حالانکہ استحباب واباحت ہر ہر فرد اُمورِ متعاملہِ بزم علیحدہ علیحدہ تو بکتاب وسنت اور اقوالِ فقہاء ملت ثابت ہی تھا۔

مقدمہ سِوُم:

یہ مقدمہ اس بات کے بیان میں ہے کہ کسی امر مستحب میں فی نفسہ مباح چیز کے شامل ہو جانے سے وہ بدعت نہیں ہو جاتی جب کہ وہ اس کے سنیت یا استحباب کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

کوئی امر مستحب و مسنون فی نفسہٖ اشتمال کسی امر مباح سے بدوںِ اعتقاد سنیت واستحباب اُس امر کے بدعت نہیں ہو جاتا جیسے کہ تسبیح کہ وجود اس کا بہمیں ہیئت کذائی زمان صحابہ میں نہیں پایا گیا تھا، بلکہ زمانِ حضور صلی اللہ علیہ الغفور میں تو فقط دانہ ہائے منتشرہ پر پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہیئت کذائی بادخال رشتہ وغیرہ کہ یہ ایک امر مباح تھا، بعد زمانہ صحابہ و تابعین ظہور میں آئی اور اس سے امر کسی کے نزدیک بدعت نہیں ٹھہرایا گیا۔۔۔ اور جب امر مستحب یا مسنون، فی نفسہٖ اشتمال کسی امر مباح سے بھی عند الفقہا بدعت نہیں ہو تا تو وہ امر مذکور اشتمال کسی امر مستحب آخر سے یا اجتماع اُس کے سے ساتھ کتنے اُمورِ مستحبہ مستحسنہ کے بدوں اعتقاد وجوب و فرضیت اُن امور کے ہر گز بدعت نہیں ہو سکتا، ہاں! البتہ اگر کوئی شخص امر جائز یا مستحب کو فرض یا واجب اعتقاداً سمجھ لے گا تو گنہگار ہو گا۔۔۔ مگر اہلِ اسلام سے کوئی

شخص ایسانہ ہو گا کہ جو سوائے فرائضِ شرعیہ مقررہ صوم وصلوٰۃ،حج وزکوٰۃ وغیرہا کے کسی اور امر کو امور سے فرض یاواجب جانتاہو۔

مقدمہ چہارم:

یہ مقدمہ اس بات کے بیان میں کہ اگر کوئی بدعت حسنہ کسی ضرورت کے سبب واجب کے درجے میں ہو جائے پھر بھی اس بدعت واجبہ کا درجہ قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہونے والے امور سے کم ہی رہے گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: جو امر کہ ثابت ہو نصّاً لاریب، مرتبہ اُس کا عملاً واعتقاداً اعلیٰ وافضل ہے بہ نسبت اُس امر مستحب کے جس کو علماء نے مستحسن رکھا ہو۔۔ وعلیٰ ھذا القیاس گوبسبب کسی مصلحت کے وہ بدعتِ واجبہ اہم مہمات سے ہو جائے جیسے علمِ نحو اور قائم کرنا دلائل کا واسطے ردّ کرنے فرقِ ضالہ کے کہ اہم مہمات دینی سے ہے بسببِ مصلحتِ صیانت دین کے گو مرتبہ واجب ثابت بنص سے کم ہی ہو۔ مگر امر متنازعہ فیہ ہمارا تو یعنی بزمِ میلاد شریف وہ امر ہے کہ جو ثابت ہے بنص اعنی، نفسِ ذکرِ فضائل شریف و حالاتِ ولادت لیکن وہ مشتمل ہے چند امور مستحسنہ ثابتہ بدلالۃ النّص پر۔

مقدمہ پنجم:

یہ مقدمہ اس بات کے بیان میں ہے کہ جس امر کے مستحب یامباح ہونے میں اختلاف ہو اس کا کرنا،نہ کرنے سے افضل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: وقتِ اختلافِ اقوال کے، کرنا اُس کا و اَولیٰ ہوتا ہے نہ کرنے سے۔

بابِ اوّل:

اس کتاب کے بابِ اوّل میں بدعت کے لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق، بدعت کی اقسام خمسہ کا بیان اور جو لوگ تقسیم بدعت کے قائل نہیں جیسے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ یہ بدعت کی پہلی تین قسموں یعنی، بدعت واجبہ، بدعت سنیہ اور بدعت مستحبہ پر اطلاق لفظِ بدعت کو جائز نہیں سمجھتے، بلکہ ان امور کو واجب، سنت یا مستحب ہی کہتے ہیں جس کا نتیجہ نزاع لفظی ہے اس کا بیان اور بدعت کی اقسامِ خمسہ کی امثلہ کا بیان۔

باب دوم:

اس باب میں محفل میلاد شریف کے آداب، علاماتِ محبتِ رسول ﷺ اور فی زمانہ محافل میں پائی جانے والی قباحتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے کرام، خطبائے کرام کو ان الفاظ سے تنبیہ بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

علماءِ دین متین پر واجب ولازم ہے کہ اِس محفل شریف میں بطورِ آداب محفل ضرور بالضرور قبائحِ منکرات اور فضائلِ اتباعِ سنت سیّد الموجودات بھی بیان کر دیا کریں اور کوئی امر منکر اس بزم شریف میں دیکھیں ضرور اُس سے لوگوں کو منع کرتے رہا کریں، تاکہ عوام کالانعام منکرات سے بچ کر متبع سنن نبوی بن کر پورے پورے محبِّ نبی اور عاشقِ جمالِ مصطفوی بن جائیں اور بسببِ ارتکابِ منہیات کے اس بزم میں بموجبِ مثل مشہور "نیکی برباد گناہ لازم" کے مَوردِ عتابِ خدا اور سول نہ ہو جائیں۔

نیز اس باب کے آخر میں فرماتے ہیں: جملہ متعاملین بزمِ ہذا پر واجب ہے کہ اگر کسی کے دل میں اعتقادِ وجوب یا فرضیت کسی امر کا اِن امورِ مذکور سے یا اِن جملہ امور کا بہمیں ہیئتِ کذائی ہو، تائب ہو کر اپنے عقیدہ کو مطابق ساتھ عقائد اہلِ تسنّن، خصوصاً ساتھ عقیدہ علماءِ حرمین مکرّمین کے۔ کہ جو پیشوا جملہ اہلِ تسنّن ہیں۔ کرکے پورے پورے سنّی متبع سُنَنِ نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم بن جائیں اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر طریقِ متوسّط اور صراطِ مستقیم پر استقامت فرمادیں اور ساتھ اختیار کرنے عقیدہ وجوب و فرضیت امورِ مذکور عند اللہ وعند الرّسول آثم و گنہگار نہ ہوں؛ اس واسطے کہ فقہاء محققین نے لکھا ہے کہ امر مستحب کو فرض یا واجب عقیدہ کرنے سے وہ امر مستحب موجبِ گناہ عظیم ہو جاتا ہے۔

باب سوم:

یہ باب ان اُمور پر مشتمل ہے: (۱) حرمین شریفین میں ہونے والی محافل میلاد کے امور متعاملہ کے دلائل (۲) محفل میلاد کس چیز سے عبارت ہے؟ (۳) نبی پاک ﷺ کی ولادت و رضاعت باسعادت کے احوال اور معجزات کا بیان کرنا سنت ہے اور (۴) نعت خوانی کے

مسنون ہونے پر دلائل (۵) اس بات کا بیان کہ میلاد شریف کی محفل کے بعد طعام وشیرینی کا ایصالاً لثواب اِلیٰ حضرۃِ المصطفیٰ ﷺ تقسیم کرنا باجماع علماء مستحب و مستحسن ہے۔(۶) محفل میلاد میں شیرینی تقسیم کرنے کی حکمت۔ چنانچہ لکھتے ہیں: اور وجہ تقسیم شیرینی کی اکثر اوقات اس محفل میں یہ ہے کہ چونکہ یہ محفل محبۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی جاتی ہے، لہٰذا اس میں مہیا کرنا اشیاء محبوبہ حضور صلی علیہ ربُّ الغفور اَولیٰ ہے بہ نسبت دیگر اشیاء کے اور شیرینی آپ ﷺ کو بغایت محبوب تھی۔(۷) نبی کریم ﷺ کی ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے کے مستحب ہونے پر قرآن وحدیث سے دلائل (۸) حدیث مسلسل بالضیافۃ(۹) ان وجوہات کا بیان کہ جن کی وجہ سے بعض علماء نے محفل میلاد سے منع کیا اور بعض نے فقط اُن امور ممنوعہ سے ممانعت کی جو خلاف شریعت بعض محافل میں ہونے لگے تھے اور اُن کے اقوال (۱۰) بیان تعظیم صحابہ کا بوقت حضوریٔ حضور اور محبت صحابہ کا آپ کے کھنکار، تھوک اور غسالہ کے ساتھ (۱۱) بیان تعظیم صحابہ کا وقت تشریف بری حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ کی طرف (۱۲) بیان بے ایمان ہو جانے کا آپ کے سامنے بلند آواز یا آپ کے احکام میں دخل دینے سے (۱۳) اور اس باب کے آخر میں چھ شکوک کو ذکر کر کے ان کے جوابات بترتیب بیان کئے گئے ہیں۔

رسالہ ہذا میں مصنف علیہ الرحمہ نے دلائل وبراہین کے انبار لگانے کے بعد اخیرِ رسالہ میں اکابر ومعاصر علما ومشائخ کرام کی تقاریظ وتصدیقات بھی ثبت فرمائی ہیں۔ تعارف وتقدیم رسالہ ہذا کو گلشن آباد ناسک کے باشندہ عظیم مؤرخ ومصنف علامہ مفتی سیّد امام الدین گلشن آبادی علیہ الرحمۃ کے ان تاثرات والفاظ پر ختم کرتے ہیں:

"کیا اچھی تحقیق ہے اور کیا عمدہ تدقیق۔ بفضلہٖ تعالیٰ ایک سوبیس اور چند رسالے اس بحث میں میری نظر سے گزرے مگر ایسے نفیس دلائل میں نے کسی رسالے میں نہیں دیکھے اور نہ ایسا طرز استنباط۔ یہ مثال انہیں دلائل پر صادق آتی ہے کہ پہلے لوگ بہت کچھ پچھلوں کے واسطے حصہ چھوڑ گئے اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمادے۔"

کتاب ھذا پر ہونے والا کام:

(۱)... آیات مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۲)... آیات مبارکہ کو منقش بریکٹ ﴿۔۔۔﴾ میں درج کیا ہے۔

(۳)... احادیثِ مبارکہ اور یوں ہی دیگر عربی وفارسی عبارات کی تخریج کی ہے۔ تخریج کے حوالے سے چند امور ذکر کرنا ضروری ہیں:

☆ تخریج میں وہ کتب جن کا کتاب، باب اور رقم ہی ذکر کرنا مروّج ہے، مثلاً: صحاح ستہ ،تو ان کے کتاب، باب اور رقم پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور بقیہ کا جلد و صفحہ بھی لکھا ہے، جب کہ بقیہ تفصیل یعنی، مصنّف، محقّق وناشر وغیر ہم فہرستِ ماخذ و مراجع میں ذکر کی ہے۔

☆ بعض رجال وکتب وغیر ہما کے اسما کے اندراج میں اغلاط تھی، جنہیں اصل سے مراجعت کے بعد درست کر دیا گیا ہے۔

☆ مکمل کتاب کی تخریج کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے، پھر بھی چند عبارات ایسی رہ گئیں ہیں جن کی تخاریج نہیں ہو سکیں۔

(۴)... رموز واوقاف کا خاص اہتمام کیا ہے۔

(۵)... مشکل الفاظ پر اعراب کا اہتمام کیا ہے۔

(٦)... فہرست مضامین صاحبِ کتاب کی جانب سے آخرِ کتاب میں ملحق تھی ،یہ فہرست اس طرح تھی کہ کتاب کے مندرجات و مشمولات کو چار چار پانچ پانچ لائنوں میں بیان کر دیا گیا تھا۔ ہم نے کتاب کی ہیڈنگ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فہرستِ مضامین بنائی ہے جسے کتاب کے شروع میں رکھا گیا ہے، جب کہ صاحبِ کتاب کی فہرست کو جوں کا توں آخرِ کتاب میں برقرار رکھا ہے۔

(۷)... کتاب کے آخر میں "ماخذ و مراجع" کی فہرست بھی درج کی ہے۔

☆☆☆☆

ایک بے نظیر عالمِ دین
حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب
قدّس سرّہ العزیز

(نوٹ: صاحب کتاب کے حالات ہفت روزہ جمعیت لاہور میں ۷رجب المرجب ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۵۸ میں قسط وار شائع ہوئے تھے جو کہ قاضی عبدالنبی کوکب علیہ الرحمۃ- جو رسالہ ھذا کے نائب مدیر بھی تھے- نے تحریر فرمائے تھے، اب یہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، ان کے لکھے ہوئے حالات کو جوں کا توں اس کتاب کے شروع میں شامل کیا جارہا ہے، تاکہ یہ بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوسکیں۔)

بہت ہی قیمتی دنیا میں یہ انسان ہوتے ہیں
بنی آدم پہ ان کے سینکڑوں احسان ہوتے ہیں

رجب المرجب کے ماہِ مبارک کی ۲۲ تاریخ کو حضرت قبلہ مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرسِ مقدّس ہونے والا ہے؛ اس لئے اس موقع پر میں اُن کا مختصر سا تذکرہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا قدّس سرّہ جس شخص اور جس مقام کے مالک تھے، اُس کے پیشِ نظر یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی یاد سوانح نویسیوں اور تذکرہ نگاریوں کی محتاج ہے بلکہ جب تک اس بسیطِ ارض پر اہلِ سنّت کا گلشن لہلہاتا رہے گا اور دینِ متین کے سدا بہار چمنستان مسکراتے رہیں گے اُس وقت تک بے شمار اربابِ عقیدت کے سینے، حضرتِ موصوف کی محبت وعقیدت کے چراغوں سے منور رہیں گے کہ ایسی پاک یادوں کی ضیاء کو مرورِ زمانہ اور حوادث کے جابر ہاتھ بھی مدہم نہیں کرسکتے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شدبہ عشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

حضرت مولانا قدّس سرّہ کا شمار اُن علماءِ حق سے ہوتا ہے جو اس گئے گزرے دور میں دین کی روشنی کے لئے چراغِ سحری کی حیثیت رکھتے تھے۔ انگریز کے پھیلائے ہوئے الحاد وزندقہ کے تاریک عہد میں بہت کم علماء ایسے رہ گئے تھے جو دین کے معاملہ میں بے لچک اور باہمت طبائع کے مالک تھے حتیٰ کہ علماء ہی کے گروہوں میں سے ایسے مکاتبِ خیال بھی اُبھر آئے تھے جو سیاسیاتِ مُلکیہ کی غیر اسلامی تحریکوں کی زد میں بہہ کر مسلمانانِ ہند کے لئے وجہِ اضطراب اور ملت اسلامیہ کے لئے باعثِ ندامت بن گئے تھے۔ یہ وہ دَور تھا جب کہ ہندوستان کا مسلمان، دینِ خالص کی طلب میں مضطر تھا اور وہ ایسے علماءِ حق کی ضرورت محسوس کرتا تھا جو محض دین کے رہنما ہوں، دنیوی نام ونمود کے طالب اور سیاسی ہوسِ اقتدار کے خواہاں نہ ہوں۔ خدا رحمت بھیجے علماءِ اہلِ سنّت کے اُن درد مند افراد پر جو اُس دور میں مسلمانوں کی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اسلام کے خلاف اُٹھنے والی طاقتوں کے مقابلہ میں زندگیاں وقف کئے رہے۔

جب کبھی مستقبل میں ہمارے مؤرخ ایسے علماءِ دین کی سوانح عمریاں مرتب کرنے کے لئے بیٹھیں گے تو اُنہیں حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب قدّس سرّہ کا مقام بہت اُونچا نظر آئے گا اور علماءِ حق کی مقدّس فہرست میں اُن کا نامِ نامی ایک ممتاز حیثیت سے لکھا جائے گا۔

تمہارے جانے کے بعد ہم کو تمہاری باتیں جو یاد آئیں
تو مشعلِ یاد لے کر ہم سب تلاش کرنے تمہیں اُٹھے ہیں

علم کے زوال اور عمل کے فقدان کے زمانہ میں حضرت مولانا قدّس سرّہ کی زندگی ایک مثالی زندگی کی حیثیت رکھتی تھی۔ اُن کے علمی مقام کا اندازہ لگانے کے لئے اُن کی محققانہ تصانیف کے دفتر کا ایک ورق ہی ملاحظہ کر لینا کافی ہے یا پھر اُن کے فیوضِ تربیت کے اثرات، اُن کے فاضل تلامذہ کے عظیمُ الشان سلسلہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں لیکن اُن کی سیرت کا درخشاں تر پہلو اُن کے مضبوط عمل اور پختہ ترین کردار میں پایا جاتا ہے۔ علم کا مدعی تو ہر کہ

دمہ بن جاتا ہے لیکن عمل کی کسوٹی پر پورے اترنے والے خال خال ہوا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا قدّس سرّہ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے اور اُن کی صحبتوں میں بیٹھے ہیں وہ اُن کی پابندیٔ سنت اور اتباعِ شریعت کے زبردست شاہد ہیں۔

وطن، نسب، پیدائش:

آپ کے خاندان کا اصلی وطن مشہد تھا، مولانا کے پَردادا اسماعیل شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہد سے منتقل ہوکر بلگرام اور وہاں سے فرخ آباد آئے۔ آخر میں ہندوستان آکر ریاست الور میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔

خاندان کا سلسلۂ نسب حضرت امام سیّد موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے چنانچہ آپ کو حسنی و حسینی ہونے کا فخر حاصل ہے۔

الور میں اس خاندان سادات کے پڑوس میں ایک خدارسیدہ اور عارف بزرگ سیّد نثار علی شاہ صاحب آکر اقامت گزیں ہوگئے تھے۔ اُنہیں اس گھرانے سے بے حد اُنس تھا۔ ایک مرتبہ مولانا کی والدۂ ماجدہ سے بکمال شفقت فرمایا: بیٹی تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دینِ مصطفوی کو روشن کرے گا اُس کا نام دیدار علی رکھنا۔ چنانچہ آپ کی پیدائش پر یہی نام رکھا گیا۔

بچپن، تحصیلِ علم:

اولوالعزم انسانوں کے بچپن کا زمانہ، عام بچوں کے بچپن سے ہمیشہ ممتاز ہوا کرتا ہے۔ مولانا اوائل عمر ہی سے دینیات کی طرف راغب تھے۔ معمر بزرگوں کے پاس بیٹھتے تھے خصوصاً سیّد نثار علی شاہ صاحب (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) کی خدمت میں بچپن کا اکثر حصہ گزارا تھا۔ بزرگوں کی صحبت کی برکتیں ضائع نہیں جایا کرتیں۔ چنانچہ ایک طرف تو آپ میں عبادت و تقویٰ کا ذوق پیدا ہوا اور دوسری طرف "علومِ اسلامیہ" کی تحصیل کا اشتیاق بڑھنے لگا۔ علم اور عمل کی یہ خصوصتیں جو نگاہِ فیض سے پیدا ہوئی تھیں مولانا کی اواخر عمر تک زِدفزِد ہوتی چلی گئیں۔

نہ مدرسہ سے ، نہ کالج کے ہے درسے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دینیات کی ابتدائی تعلیم مولوی قمر الدین صاحب سے شروع ہوئی یہ الور ہی میں رہتے تھے۔ مولانا اُن کے پاس صَرف و نحو پڑھتے رہے اور ساتھ ہی اُستاد جیون خاں صاحب کے پاس فارسی پڑھنے کے لئے جاتے تھے، یہ فارسی کے بے نظیر فاضل اور اُستاد مانے جاتے تھے۔ اُن کی تربیت سے مولانا میں فارسی زبان کا وہ بلند پایہ ذوق پیدا ہوا تھا جو آپ کے فارسی کلام کے ہر مصرع سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی تعلیم کے لئے آپ کو وطن سے باہر نکلنا پڑا چنانچہ سب سے پہلے آپ دہلی تشریف لے گئے وہاں حضرت مولانا کرامت اللہ خاں صاحب مرحوم سے درسِ نظامی کا اکثر کورس پڑھا۔ اُس زمانہ میں حدیث کے لئے سہارنپور کے مولانا احمد علی صاحب بہت مشہور تھے حتی کہ اُنہیں محدّث سہارنپوری کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مولانا بھی دورۂ حدیث کے لئے سہارنپور آئے اور اُن سے حدیث کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث کے زمانہ میں آپ کے ساتھ جو رفقاء شریکِ سبق ہوئے اُن میں سے اکثر آگے چل کر آسمانِ علم و فضل کے ماہتاب بن کر چمکے مثلاً حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی علیہ الرحمہ اور سیّد والا مقام حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف قدّس سرّہ العزیز وغیرہم (نوّر اللہ قبورھم درّلطفه الکریم) دورۂ حدیث سے جب فراغت حاصل کر چکے تو معقولات (منطق، فلسفہ، ریاضی وغیرہ) کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ اس مقصد کے لئے ریاست رامپور تشریف لے گئے جہاں مولانا ارشاد حسین صاحب اور مولانا عبد العلی صاحب رامپوری جیسے فضلاء سے فیضیاب ہوئے۔

راہِ سلوک:

مولانا نے ظاہری علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک دوسری راہ بھی اختیار کی تھی جس کی لذت ابتدا ہی سے آپ کو عطا ہوئی تھی اور ویں بھی طبائع کاملہ جس وقت علومِ ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہو جاتی ہیں تو روح میں نئی جستجوئیں اور نئے اضطرابات اُبھرنے لگتے ہیں

جن کی تسکین کے لئے یہ علم ناکافی ہوتا ہے۔

پڑھ لئے میں نے عُلومِ شرق و غرب

روح میں باقی ہے اب تک درد وکرب

چنانچہ مولانا علومِ درسیہ کی ضیاء پالینے کے بعد روحانیت کا چراغ ڈھونڈھتے ہوئے انبالہ کی بستی میں پہنچے۔ یہ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب کا زمانہ تھا اور انبالہ کی سرزمین انوار و اسرار کا مرکزو مخزن بنی ہوئی تھی۔

مولانا مکمل دو برس تک شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت اور صحبت میں مقیم رہے۔ آخر میں شاہ صاحب نے خلعتِ خلافت و مثال سے نوازا اور فرمایا کہ گنج مراد آباد چلے جاؤ۔ چنانچہ آپ گنج مراد آباد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اُس عہد کے دیگر روحانی اکابر سے بھی آپ کو گہرا تعلق تھا۔ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجددِ مائہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی اور اعلیٰ حضرت، شیخ الانام، حاجی الحرمین، شبیہ غوث الثقلین، سیّد شاہ ابو احمد المدعو محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین روح آباد کچھوچھہ شریف قدس سرہما سے بھی علاقہ عقیدت و محبت قائم تھا۔

اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ کی خدمت میں:

مولانا کے عہد میں مراد آباد کی بستی میں وقت کے بہت بڑے زیرک عالم حضرت صدرالافاضل، استاذ العلماء مولانا سیّد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدّس سرّہ رہتے تھے جن کو اعلیٰ حضرت قدّس سرہ سے از حد عقیدت تھی۔ مولانا کی اُن سے ملاقات اور مراسمت رہتی تھی۔ ایک دفعہ دورانِ گفتگو میں حضرت صدرالافاضل قدّس سرّہ نے اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیا اور مولانا کو ملاقات کی ترغیب دلائی۔

مولانا نے کہا کہ بھائی اُن سے مجھے حجاب سا آتا ہے، پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے طبیعت سخت ہے۔ اس پر حضرت صدرالافاضل نے اعلیٰ حضرت کے فضائلِ اخلاق

کا تذکرہ کیا اور بہر کیف حق دوستی کے زور میں مولانا کو بریلی لے گئے۔

ملاقات ہوئی اور مولانا نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کی حضور! کیسے مزاج ہیں؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرمانے لگے "بھائی کیا پوچھتے ہو، پٹھان ذات ہوں، طبیعت کا سخت ہوں وغیرہ"

جب مولانا نے کشف وتوجہ کا یہ عالم دیکھا تو بے اختیار آنسو آ گئے اور معذرت پیش کرتے ہوئے سر عقیدت نیاز مندی سے جھکا دیا۔ پھر مختصراً یہ کہ اعلیٰ حضرت نے مولانا کو اپنے طریق اسناد کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خدمتِ دین کی زندگی:

(۱) ریاست رامپور:

آپ کی ساری زندگی دینی خدمات کے لئے وقف رہی اور اس کتابِ زندگی کا آغاز آپ نے بحیثیت مدرّس کے فرمایا تھا یعنی اپنے اُستادِ محترم حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری علیہ الرحمہ کے مدرسہ "ارشاد العلوم" ریاست رامپور میں، اُن کے حکم سے مدرس اول مقرر ہوئے جہاں ایک عرصہ تک اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے۔

(۲) بمبئی:

غالباً ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء تک آپ نے رامپور میں کام کیا اور پھر بمبئی چلے گئے جہاں (تقریباً) ۱۹۰۷ء تک قیام رہا۔ ۱۹۰۷ء میں آپ ایک طویل مدت کے بعد اپنے وطن الور میں تشریف لائے اور یہاں مسجد دائرہ میں "قوت الاسلام" کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا۔

(۳) لاہور نعمانیہ میں:

پہلی مرتبہ جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ نے نعمانیہ میں تدریس کا کام سنبھالا۔ اس زمانہ میں محرم علی چشتی مرحوم اور حکیم سلیم اللہ مرحوم اور مولانا نور بخش صاحب ایم اے توکلی مرحوم جیسے مخلصین زندہ تھے اور یہ ان لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مولانا کو

پنجاب میں کھینچ لایا گیا۔

(۴) آگرہ:

۱۹۰۷ءمیں آپ لاہور سے منتقل ہو کر آگرہ تشریف لے گئے جہاں آپ مفتیٔ آگرہ کی حیثیت سے جامع مسجد آگرہ میں مقیم رہے۔ آگرہ میں ۱۹۲۲ء تک قیام رہا اور پھر لاہور والوں کی کوششیں بارآور ہوئیں کہ مولانا دوبارہ واردِ لاہور ہوئے مگر اب ہمیشہ کے لئے لاہور آ گئے۔

(۵) لاہور جامع مسجد وزیر خاں میں:

دوسری دفعہ لاہور میں آمد کے موجب جامع مسجد وزیر خاں کے متولی سر ظفر علی جج ہائی کورٹ لاہور تھے، مولوی سلطان احمد مرحوم، محمد امین اندرابی اور محرم علی چشتی وغیرہم، متولی صاحب سے مولانا کا اکثر تذکرہ کرتے رہتے بالآخر لاہور کے ان احباب کی محبت نے مولانا کو مجبور کر دیا۔

جامع مسجد وزیر خاں اپنی ہیئت و محل وقوع کے لحاظ سے لاہور میں مرکزی حیثیت پہلے ہی سے رکھتی تھی۔ اب مولانا کی علمی اور دینی سرگرمیوں سے معنوی اور حقیقی طور پر مرکز خیر بن گئی اور نہ صرف لاہور کی پبلک بلکہ سارا پنجاب مولانا کی دینی برکات سے متمتع ہونے لگا۔

(۶) دارالعلوم حزب الاحناف:

۱۹۲۵ءمیں آپ نے اپنے اربابِ خیر عقیدت کیشوں کی تنظیم کے لئے ایک انجمن تشکیل دی جس کا نام "انجمن حزب الاحناف" تھا آگے چل کر اس انجمن نے "دارالعلوم حزب الاحناف" کی بابرکت بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم پنجاب بھر میں دینیات کی بے مثال درسگاہ کی حیثیت رکھتا تھا جس نے اس علاقہ میں جید علماء، فاضل ادیب اور خوش بیان واعظین کی ایک بڑی تعداد پیدا کی جنہوں نے عوام میں جا کر دینی معلومات اور محبت وعقیدت کے جذبات کی نکہتیں پھیلا دیں۔ آج آپ اس علاقہ کے کسی خطہ میں چلے جائیں تو وہاں آپ "حزب الاحناف" کی خدمات کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملاحظہ کریں گے اور اس ارتقاءِ عظیم کا راز، مولانا

قدس سرہ کی خلوص دردمندی میں مضمر تھا۔ نیز یہ آپ کی دعاؤں اور توجہ کا اثر تھا کہ حوادث وعوائق کے خطرناک بگولوں کے سیلاب آتے رہے مگر دارالعلوم "حزب الاحناف" کا شجر ہمیشہ محفوظ ومامون رہا۔ اور ان شاء العزیز آئندہ بھی اس کی سلامتی کا خدائے متعال وکیل وکفیل رہے گا۔

(۷) تحریری کام:

مولانا کا علمی مقام معلوم کرنے کے لئے تصنیفات کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے مگر تفصیل طلب ہے اور یہ چھوٹا سا مقالہ کسی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا حتی کہ میں نے احوالِ زندگی کو اختصار کے دامن میں لپیٹنے کی کوشش کی ہے۔ سردست یہاں تصانیف پر تبصرہ کرنا ناممکن ہے یادگار چیزوں کا ذکر کئے دیتا ہوں۔

لاہور میں آپ نے سورہ "الحمد" کا درس شروع کیا تو طبع رساء نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ "الحمد" کی تفسیر میں پورا ایک سال صَرف ہو گیا۔ اُسی زمانہ میں آپ نے تفسیر "میزان الادیان" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں اسلام کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کا موازنہ کر کے دکھایا ہے۔ دراصل یہ کتاب مولانا کا ایک علمی شاہکار ہے۔

غالباً آگرہ میں آپ نے "ہدایۃ الغوی" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں شیعہ عقائد پر تنقید کی گئی تھی۔ اس کتاب سے لوگوں کو بہت افادہ ہوا۔ لاہور میں ابھی تک ایک ایسا شخص زندہ ہے جو اس کتاب کی برکت سے شیعیت کو چھوڑ کر خالص الاعتقاد سنی بن گیا تھا۔

"بلوغ المرام" کے نام سے آپ نے میلاد نبوی پر ایک رسالہ تحریر کیا تھا۔ جب یہ رسالہ اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ کے سامنے پڑھا گیا تو آپ مضمون سنتے سنتے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

علاوہ ازیں آپ کی اور بھی کثیر تالیفات ہیں: "ہدایۃ الطریق، الاستعانت، رسول الکلام، دیوانِ فارسی" اور دیگر علمی رسائل قابلِ ذکر ہیں۔

وفات:

اسی طرح علمی اور دینی خدمات میں سے گزرتی ہوئی یہ مبارک زندگی ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ کو آخری مرحلے سے ہمکنار ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اندرونِ دہلی دروازہ (لاہور) کی جامع مسجد میں مزار ہے جس کے لوح پر علامہ ابوالحسنات صاحب قادری کا یہ تاریخی شعر نہایت درخشاں ہے۔

حافظ پس سرکوبی اعداءِ شریعت

دیدارِ علی، یافتہ دیدارِ علی را

۱۳۵۴ھ

اخلاق، عام حالات، مسلک:

حضرت مولانا قدس سرہ کے اخلاق وعادات کا ذکر کرنا گویا مطابقتِ شریعت اور متابعت سنت کی داستان بیان کرنا ہے۔ موافق، مخالف سب تسلیم کرتے تھے کہ تقویٰ اور ورع کا نمونہ اگر کسی کو دیکھنا ہو تو وہ مولانا سیّد دیدار علی شاہ صاحب کو دیکھ لے۔

طبیعت میں خودداری، بیباکی اور دنیا واہلِ دنیا سے بے نیازی کے جوہر بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

چنانچہ ۱۹۲۶ء میں مسجد وزیر خاں کے متعلقین کی طرف سے کوئی ایسی بات واقع ہوگئی جسے آپ نے عزتِ نفسی کے خلاف سمجھا اور فوراً وہاں سے منتقل ہو کر "اسلام دین" بلڈنگ تشریف لے آئے یعنی مسجد وزیر خاں سے تمام علائق منقطع کر لئے۔

دین اور مسلک کے بارے میں آپ نہایت مستقیم المزاج واقع ہوئے تھے۔ اپنے مسلک کی پختگی پر شدت سے قائم رہتے۔ ایک مرتبہ جامع وزیر خاں میں آپ کی مرضی کے خلاف ایک سیاسی جلسہ منعقد کرنے کا اہتمام کر لیا گیا جس میں مدعو ہونے والے اکثر مقررین کانگریس یا احرار سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اب منتظمین جلسہ آپ کو بلائے بغیر چارۂ کار نہ پاتے تھے۔ چنانچہ آپ کو بھی مدعو کیا گیا اور تقریر کے لئے کہا گیا۔

آپ اللہ کا نام لے کر منبر پر بیٹھ گئے اور کانگریسی نظریات وخیالات پر اس جامعیت اور زور سے تنقید کی کہ حاضرین جھوم رہے تھے اور کانگریس کے مدعوین حضرات پر سکتہ طاری

تھا۔

طبیعت اور اخلاق کے لحاظ سے آپ ملنسار اور خوش سیرت واقع ہوئے تھے، طلباء سے شفقت کرتے اور علماء وصوفیاء کے ساتھ از حد احترام سے پیش آتے۔

آپ طُول وطویل جھگڑوں اور مناظرہ بازیوں کو معیوب سمجھتے تھے۔ اصل مقصود، ہدایت واصلاح پر زور دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غیر مقلد طالبِ علم مدرسہ میں داخلہ لینے کے لئے آیا۔ سب نے اُس کے داخلہ پر مخالفت کی لیکن آپ نے مدرسہ میں داخل کر کے حُسنِ سلوک اور شفقتِ خاصہ سے اُس کی ایسی تربیت کی کہ وہ صحیح العقیدہ حنفی ہو گیا۔

لباس نہایت سادہ تھا۔ کپڑے کی ٹوپی، تکمے والا کُرتا، ٹخنوں سے اُونچا پاجامہ اور دیسی ساخت کا جوتا۔ بس یہ وہ ملبوسات تھے جس میں وقت کا یہ بہت بڑا عالم اپنی ساری زندگی گزار گیا۔

اولاد:

حضرت مولانا قدّس سرّہ کے یہاں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئی تھیں جن میں سے اب ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے حیات ہیں۔

چھوٹے صاحبزادہ حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہیں جو حضرت ممدوح قدس سرہ کی یادگار "دارالعلوم حزب الاحناف" کو اپنی سب سے گراں بہا متاع سمجھتے ہیں۔ عُرفِ عوام میں آپ کو "سیّد صاحب" کہا جاتا ہے۔

بڑے صاحبزادہ حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد صاحب قادری خطیب جامع وزیر خاں ہیں جو اہلسنّت کی واحد نمائندہ تنظیم "مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان" کے صدر ہیں۔ آپ کو "بھیاجی" کے عرف سے پکارا جاتا ہے۔

اس وقت یہ دونوں حضرات اہلسنّت کے اکابر میں سے ہیں۔

میں اپنی آئندہ فرصتوں میں کبھی ان کے حالات مرتب کرنے کا خیال رکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی أرسل رسولہ بالھدی وشرّفنا باتباع سنتہ السنیۃ المرتضیٰ، فقال: إن کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ،ولکم فی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)أسوۃ حسنۃ، یاأھلَ النُّھی والصلاۃ والسلام علی سید الوری امام الأنبیاء بدر الدجی وکھف الوری الذی حرمہ میتا کحرمتہ حیا، کیف وقد أحیاہ اللہ بعدما أماتہ اللہ، فقال: الأَنبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد أربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللہ، وقال: علمی بعدوفاتی کعلمی فی حیاتی، یاأَھل الھدیٰ وأولی الفضل والتقی وعلیٰ الہ وأَھل بیتہ الذین طھرھم اللہ تطھیراً وأَصحابہ الذین ھم نجوم السماء الھدیٰ قامعو البدعۃ السیئۃ التی لانور فیھا وعلی جمیع المومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الذین اتبعھما وأحبھما.

امابعد!

حمد وصلوٰۃ و تحیات زاکیات، فقیر حقیر، درماندۂ نفس شریر، بندۂ شرمندہ، راجی مراحم لم یزلی، ابومحمد، سیّد احمد المدعو بہ محمد دیدار علی بن سیّد نجف علی حنفی مشھدی ثم الوری ثم لاھوری خدمت جمیع مومنین حق بیں اور علماءِ دین متین حق گزیں میں بھمہ عجز و نیاز التماس پرداز ہے کہ چونکہ فقیر نے دَرباب محفلِ مولد شریف، متعاملہ و متعارفہ حرمین شریفین و جمیع بلادِ عرب وغرب کے-- کہ جن کی شان میں یہ حدیثِ صحیح مرویہ صحیح مسلم «لَا یَزَالُ أَھْلُ الْغَرْبِ ظَاھِرِینَ عَلَی الْحَقِ حَتّٰی تَقُومَ السَّاعَۃُ»[1] وارد ہے -درمیان بعض علماءِہند خصوصاً مسلمینِ شہر الور میں اختلاف نہایت پایا اور جو بقصدِ تحقیق کتبِ معتبرہ سیر اور حدیث وفقہ میں غور کیا تو طرفین--- افراط و تفریط سے نہ دیکھا۔

(1)--: (صحیح مسلم: کتاب الأمارۃ،باب قولِہٖ: لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاھِرِین، ۲/۱۴۳،الحدیث: ۳۵۵۱)

لاجرم بموجبِ حدیثِ صحیح «الدين نصيحة لكل مؤمن ومؤمنة»[1] اور نیز بتائیدِ استدعاءِ بعض احبّا واصدقا، یہ ہیچمداں، ناقص البنیان، تحقیق وتنقیح جمیع امورِ متعاملہ اِس بزم شریف میں مشغول ہوا اور بعد تحقیق وتنقیح اور جمع کرنے جمیع دلائل امورِ متعاملہ حرمَین مکرّمین کی بزم شریف میں اس مجموعہ کو مشتمل اوپر تین باب کے کیا۔

باب اوّل، بیان معنی بدعت اور تحقیق تقسیم اور عدمِ تقسیمِ بدعت اور تطابق اقوال قائلین بتقسیم اور غیر قائلین بتقسیم میں اور بیان قباحت اطلاقِ اسم بدعت میں اوپر اس بزم شریف اور امور متعارفہ حرمَین میں دربیان اس محفل منیف کے۔

اور باب ثانی، بیانِ آداب اِس محفل منیف میں۔

اور باب ثالث، بیانِ دلائل امورِ متعاملہ ومتعارفہ اس بزم شریف میں۔

اور حسب الارشاد، مولاناو معظّمنا (مولانا سلامت اللہ صاحب مرحوم) خلیفہ ارشد، سیّدنا و مولانا، قطبُ الارشاد، استادی و مولائی، مولانا ارشاد حسین صاحب قدّس اللہ سرّہ رامپوری، نام اِس کا "رسول الکلام من کلام سیّد الأنام فی بیان المولد والقیام" رکھا گیا۔

اُمید کہ ناظرین باانصاف، بلاتعصّب واعتناف اگر مضامینِ مندرجہ کو مقترن بحق پائیں، بلاتأمّل امر حق کو قبول فرمائیں اور لفظ بدعت سیّئہ محرّمہ، مکروہہ یا مکفرّہ کہ مستحلّ اس کا، نزدیک جمہور اہل سنت وجماعت، کافر ہے یا فاسق، بہ نسبت اِس بزم شریف متعاملہ ومتعارفہ حرمَین مکرّمین زنہار زنہار زبان پر نہ لائیں، مگر امید کہ اثناء ملاحظۂ رسالہ ہذا میں یہ چند مقامات ضرور پیش نظر رکھیں، تاکہ بلاتأمّلِ سائل دلیل وجوب و فرضیّت وسنیّت نہ کھو بیٹھیں۔

---

(1)۔۔:(صحیح بخاری: کتاب الإیمان، باب الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ، بتغیر، ۱/۴۳، الحدیث: ۵۹)

[مقدّماتِ خمسہ]

مقدمہ اوّل:

جمہور اہلِ سنت کے نزدیک اَصل اشیاء میں اباحت ہے؛ لہٰذا اثباتِ حرمت یا کراہت کسی امر کے لئے بدعتِ محرّمہ یا مکروہہ کہنے والے پر دلیلِ حرمت یا کراہت کا پیش کرنا ضروری ہے، نہ کہ کسی شے کے جائز ومباح کہنے والے پر کہ ہر اُس شے کا جس کی ممانعت کسی دلیل سے نہ ثابت ہو، مباح اور معفو عنہ ہونا نصوصِ صریحہ سے ظاہر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَ اِنْ تَسْـٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴿۱۰۱﴾ [پ:۷، المائدہ، ۱۰۱]

(اے ایمان والو مت پوچھ پچھ کرو تم بہت سی چیزوں سے اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے گا تو تم کو بُرا معلوم ہو گا اور اگر اُس زمانہ میں کہ قرآن مجید نازل کیا جارہا ہے تم اُن بہت سی چیزوں سے سوال کروگے تو اُس کا حکم تمہارے مخالف ظاہر کرہی دیا جائے گا۔ اُن چیزوں کا ذکر اللہ نے اسی واسطے چھوڑا ہے کہ ان کا کرنا تمہارے واسطے معاف کیا گیا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ [پ:۸، الاعراف، ۳۲]

(فرما دیجئے کون ہے وہ شخص جو حرام کرے اللہ کی دی ہوئی زینت کی چیزوں کو جن کو اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا ہے اور پاک چیزوں کو رزق سے)

اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا [پ:۱، البقرہ، ۲۹]

(وہ، وہ اللہ ہے کہ پیدا کیا اس نے واسطے تمہارے جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ)

اور زیادہ توضیح اِس امر کی ہمارے رسالہ ”مسلک الحنفیّہ“ میں ہے۔

مقدمہ دوم:

چونکہ تعریفِ مستحب، کتبِ معتبرہ فقہ میں بدیں طور مسطور ہے:

المستحب مافعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وترکہ أخری وما أحبه السلف، وحکمه الثواب بالفعل وعدم العقاب بالترک کذافی "الکیدانی ".[1]

وقال المولانا السید الشریف رحمہ اللہ فی شرحہ المسمی بـ"شرح میر سید شریف": قوله ما أَحبه السلف أَی الصحابة و التابعون و أَصحاب المذاھب الأَربعة والصالحون رضی اللہ عنھم.

وفی صفحة۱۶۷ من "نورالأنوار":أَن المستحب ماأَحبه العلماء.[2]

وفی "الدر المختار": ومستحبه (أَی الوضوء) ویسمی مندوبا و أَدبا وفضیلة وھو ما فعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ وترکہ أَخری وما أَحبه السلف والمراد من السلف مانقل فی القھستانی السلف جمع سالف وھو الماضی وفی الشرع صار لکل من یقلد مذھبه ویتبع أَثرہ کأَبي حنیفة رضی اللہ تعالی عنه و أَصحابه رحمھم اللہ وکذاسائرأَصحاب المذاھب،فإنھم سلف لنا والصحابة والتابعون سلف لھم.انتھی[3]

والمرادمن سائر أَصحاب المذاھب الذین ھم سلف لنا وھم جملة المجتھدین المتأخرین فی المذھب کمافی "ردالمختار": الثالثة الواقعات وھی مسائل استنبطھا المجتھدون المتاخرون لما سئلوا عنھا ولم یجدوا فیھا روایة وھم أَصحاب أَبی یوسف ومحمدرحمھم اللہ وأَصحاب أَصحابھما وھلم جراً.[4]

مستحب، وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا اور جس کو سلف نے دوست رکھا ہو۔ حکم اُس کا، ثواب ہے کرنے پر اور نہ ہونا عذاب کا ہے چھوڑنے پر۔ اسی طرح "کیدانی" میں ہے۔

---

(1)۔۔:(الجوھر الکلی شرح عمدۃ المصلی الشھیر بشرح الکیدانی، ص:۱۴۵)
(2)۔۔:(نورالأنوار، بحث سنن الھدیٰ والزوائد والنفل، ص:۱۶۷)
(3)۔۔:(الدر المختار، کتاب الطھارۃ، ص:۲۲)
(4)۔۔:(ردالمحتار،، المقدمة، ۱/۱۶۴)

اور میر سیّد شریف "شرح کیدانی" مسمّٰی "بشرح میر سید شریف" میں اس قول کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ مراد سلف سے صحابہ اور تابعین اور چاروں مذہبوں کے امام اور اُن اماموں کے شاگرد اور اُن کے شاگردوں کے شاگرد اور صالحینِ امت رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور ص ۱۶۷ "نورالانوار" میں تو فقط یہی ہے کہ مستحب اُس کو کہتے ہیں جس کو علماء امت پسند فرمائیں۔

اور "در مختار" میں ہے کہ مستحب - جس کا مندوب، ادب اور فضیلت بھی نام ہے - وہ ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کر کے چھوڑ دیا ہو اور وہ کہ جسے سلف نے پسند کیا ہو اور مراد سلف سے وہ ہے جو "قہستانی" میں نقل کی گئی ہے کہ لغت میں سلف اُن کو کہتے ہیں جو پہلے گذر گئے اور شریعت میں اُن کو جن کے مذہب کی تقلید کی جاتی ہے مثلِ ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے تمام شاگردوں کے اور ایسے ہی تمام اصحابِ مذہب وہ بلاشبہ ہمارے سلف ہیں اور صحابہ اور تابعین اُن کے سلف اور اصحابِ مذہب جو ہمارے سلف ہیں اُن سے مراد مجتہدین متاخرین فی المذہب ہیں۔

چنانچہ "ردالمختار" میں ہے کہ تیسرے قسم کے مسئلہ وہ ہیں جن کو پچھلے مجتہدین نے پہلے مجتہدین کے اقوال سے استنباط فرمایا، جب وہ اُن مسئلوں سے سوال کئے گئے اور اس کے متعلق ان کو کوئی روایت نہ ملی اور وہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور اُن کے شاگردوں کے شاگرد، **علیٰ ھذا القیاس** جہاں تک بھی ان کے شاگردوں کا سلسلہ باقی رہے۔

اور ان کی سندوں کی تحقیق جو چاہے وہ ہمارے مقدمہ تفسیر "میزان الادیان" کو مطالعہ کرے، جس میں ہم نے کتبِ فقہ کی سندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نقل کر دیا ہے۔

لہٰذا ثبوتِ استحباب کسی امر کا، امورِ دین سے کچھ قرونِ ثلاثہ پر موقوف نہیں ہے، بلکہ بموجب حدیثِ صحیح مرویہ مسلم کے «**من سنّ في الإسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب**

له مثل أجر من عمل بها ولا ينقص من أجورهم شيء»[1] - کہ إن شاء اللہ تفصیل اُس کی باب ثالث میں آئے گی- ثبوتِ استحباب کسی امر کا کسی وقت اور زمانہ کے ساتھ محدود نہیں، نہ قرونِ ثلاثہ کے ساتھ مخصوص۔

چنانچہ بموجب اسی حدیث کے بہت سے مسائل ہیں کہ زمانۂ نبوت میں وجود اُن کا نہ تھا اور کتبِ معتبرہ فقہیہ میں ان کو مستحب اور مستحسن لکھا ہے اور بعد زمانۂ نبوت بحسبِ مصلحتِ وقت اور بمقتضاءِ اختلافِ احوال مؤمنین و مسلمین احداث اُن امور کا بموجبِ حدیثِ مذکور زمانہ صحابہ کرام ہی سے شروع ہو گیا تھا اور ابتداءِ امر میں اگرچہ اُن امور کا انکار بھی بعض سے پایا گیا مگر جب آخر الامر خیریت اور حسن اُن امور کا اُن کو معلوم ہوا تو وہ بھی مقر خیریت اُن امور کے ہو گئے اور اگر وہ بعض قبل ظہور خیریت امور مذکور راہی ملک بقا ہوئے تو انکار ان کا بمقابلہ استحسان اکثر علماء کے غیر معتبر رہا۔ کما هو الظاهر من "صحيح البخاری" وغيرها من كتب الحديث والفقه.

أخرج البخاری رحمه الله «عن الزهري قال: أخبرني ابن السباق أن زيد بن ثابت الأنصاري رضي الله عنه وكان ممن يكتب الوحي قال: أرسل إلي أبو بكر مقتل أهل اليمامة وعنده عمر فقال أبو بكر: إن عمر أتاني فقال إن القتل قد استحر يوم اليمامة بالناس وإني أخشى أن يستحر القتل بالقراء في المواطن فيذهب كثير من القرآن إلا أن تجمعوه وإني لأرى أن تجمع القرآن قال أبو بكر: قلت لعمر كيف أفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال عمر: هو والله خير فلم يزل عمر يراجعني فيه حتى شرح الله لذلك صدري ورأيت الذي رأى عمر. قال زيد بن ثابت وعمر عنده جالس لا يتكلم. فقال أبو بكر: إنك رجل شاب عاقل ولا نتهمك كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو كلفني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن قلت كيف تفعلان شيئا لم يفعله النبي صلى الله

---

(1)۔۔:(صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة، ۲۰۵۹/۴، الحدیث:۱۰۱۷)

عليه وسلم فقال أبو بكر هو والله خير فلم أزل أراجعه حتى شرح الله صدري للذي شرح الله له صدر أبي بكر وعمر فقمت فتتبعت القرآن أجمعه من الرقاع والأكتاف والعسب وصدور الرجال حتى وجدت من سورة التوبة آيتين مع خزيمة الأنصاري لم أجدهما مع أحد غيره ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾[پ:۱۱، التوبة، ۱۲۸] »(1)

"بخاری شریف" میں ہے زہری سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابن سباق سے کہ تحقیق زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ جو کاتبِ وحی تھے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں مسیلمہ کذاب یمامہ والے سے جنگ چھڑ رہی تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا، جب میں حاضر ہوا، حضرت عمر کو میں نے آپ کے پاس پایا، حضرت صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہے کہ جنگِ یمامہ گرمی پر ہے میں خوف کرتا ہوں کہ کبھی ان لڑائیوں میں اکثر قاریانِ قرآن شہید نہ ہو جائیں اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو قرآن کا بہت حصہ گم ہو جائے گا۔ لہٰذا میری یہ رائے ہے کہ گو حفاظِ قرآن بہت ہیں مگر تمام قاریوں کے اتفاق سے قرآن مجید لکھ کر بھی ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ یہ سن کر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اُس کو کس طرح کروں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہی فرماتے رہے کہ قسم ہے اللہ کی یہ کام بہتر ہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور مجھ کو بھی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پسند آئی۔ اس واسطے تم کو تکلیف دی جاتی ہے کہ تم تمام قرآن مجید (جو لوگوں کے حفظ یاد ہے اور بعض نے بکری کے شانے، کھجوروں کے پٹھے یا کاغذ اور پتھر وغیرہ پر لکھ رکھا ہے) سب جگہ سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دو؛ کیونکہ تم جوان سمجھدار ہو اور تم کاتبِ وحی بھی تھے اور کبھی کسی خیانت کے ساتھ تم متہم نہیں ہوئے۔

اس فرمانِ صدیق کو حضرت عمر بھی چپکے بیٹھے سن رہے تھے مگر قسم ہے اللہ کی (چونکہ یہ کام نیا تھا) لہٰذا مجھ پر یہ امر (بخیال بدعت ہونے کے) اتنا گراں گزرا کہ اگر مجھے حضرت ابو

(1)۔۔۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ، ۳/۲۰۷، الحدیث: ۴۶۷۹)

بکر رضی اللہ عنہ کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم فرماتے تو مجھ پر اتنا گراں نہ گزرتا؛ اس واسطے میں نے عرض کیا کہ تم دونوں وہ کام کیوں کرتے ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہی فرماتے رہے کہ قسم ہے اللہ کی یہ کام بہتر ہے اور میں اُسی طرح جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ جیسے اللہ نے اُن دونوں کے سینہ کو کھول دیا تھا میرے سینہ کو بھی کھول دیا اور میں جمع کرنے قرآن پر آمادہ ہو گیا اور کاغذوں اور بکری کے شانوں اور کھجور کے پٹھوں اور حافظوں کے سینوں سے تلاش کرکے میں نے ایک جگہ لکھ کر جمع کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی اخیر کی دو آیتیں (جو میرے یاد تھیں) مجھ کو سوا حضرت خذیمہ انصاری کے کسی کے پاس نہیں ملیں وہ دونوں آیتیں یہ ہیں: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ الخ.

دیکھو بموجب حدیث ہذا جمعیت قرآن شریف پر ابتداءِ امر میں چونکہ بدیں ہیئت کذائی یہ جمعیت زمانِ رسالت میں نہ پائی گئی تھی کس قدر انکارِ صحابہ کبار ظاہر وباہر ہے مگر آخر الامر بعد ظہور حسن وخیریت یہ امر مستحب و مستحسن عند الجمہور رہا اور داخل افراد بدعت حسنہ۔ کمافی "اللمعات" تحت قولہ رضی اللہ عنہ «ھو واللہ خیر»: فیہ أنہ بدعة حسنة ومن البدع ماھو واجب کتعلم الصرف والنحو ومنہ ماھو مستحب. إلخ[1]

چنانچہ "لمعات" میں ہے کہ حضرت ابو بکر کے اس قول سے کہ قسم ہے اللہ کی جمع کرنا قرآن کا اگرچہ نیا کام ہے مگر بہتر ہے، ثابت ہوتا ہے کہ یہ جمع کرنا بدعت حسنہ تھا اور بعض بدعتوں سے وہ ہیں کہ جن کا کرنا جمہور کے نزدیک واجب ہے جیسے سیکھنا علم صَرف ونحو کا اور بعض اُن سے مستحب ہیں۔ الخ

وأخرج البخاری عن عبد الرحمن أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط، فقال عمر: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ

(1)۔: (لمعات التنقیح، کتاب فضائل القرآن، باب: فی اختلاف القرآن، الفصل الثالث، ۴/ ۶۱۰، الحدیث: ۲۲۲۰)

واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم. قال عمر: «نعم البدعة هذه». إلخ[1]

چنانچہ "بخاری شریف" میں حضرت عبدالرحمن سے ہے کہ میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف رمضان شریف میں گزرا اور دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ ایک جماعت پڑھ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان سب کو ایک قاری کے ساتھ جماعت کا حکم دے دوں تو بہتر معلوم ہوتا ہے پھر قصد پختہ کر کے سب کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جو حافظِ قرآن تھے) جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔ پھر جب دوسری رات میں آپ کے ساتھ اُس طرف نکلا تو دیکھا کہ سب آدمی حضرت اُبی کے ساتھ قیامِ رمضان کر رہے ہیں یعنی اُن نوافل کو جو علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے جماعت سے پڑھ رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کیا اچھی بدعت ہے، یعنی کیا اچھا نیا کام ہے۔

وفی "درالمختار": التسليم بعد الأذان حدث في ربيع الآخر سنة سبعمائة وإحدى وثمانين في عشاء ليلة الإثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل إلا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة.[2]

اور "درّ مختار" میں ہے: بعد اذان کے صلوۃ وسلام پڑھنے کا رواج ۷۸۱ سنہ ماہ ربیع الاول پیر کی رات کو اذانِ عشاء کے بعد شروع ہوا، پھر جمعہ کی اذان کے بعد پڑھنے لگے، پھر دس برس بعد تمام نمازوں کی اذان کے بعد سوا مغرب کے صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے، پھر ہر اذان کے بعد دو دو دفعہ پڑھنے لگے اور یہ امر بدعتِ حسنہ سمجھا گیا۔

وفی شرحه "ردالمحتار": (قَوْلُهُ: وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ) قال في "النهر" عن القول البديع: والصواب من الأقوال أنها بدعة حسنة. وحكى بعض المالكية الخلاف أيضا

---

(1)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب: فضل من قام رمضان، ۱/۴۹۴، الحدیث: ۲۰۱۰)
(2)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ص: ۵۶)

في تسبيح المؤذنين في الثلث الأخير من الليل وأن بعضهم منع من ذلك، وفيه نظر، ه، ملخصاً.[1]

وفی"شرح الوقاية": وأستحسن المتاخرون تثويب الصلوٰة كلها،ش، وهو أعلام بعد الأعلام.[2]

و كذافی"الهداية":والمتاخرون إستحسنوه فی الصلوات كلها لظهور التوالی فی أمور الدينية.وقال أبو يوسف:لاأری بأساًأن يقول المؤذن للأمير فی الصلوٰة كلها السلام عليك أيها الأمير ورحمة الله وبركاته حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح الصلوٰة يرحمك الله . وفی "الجامع الصغير" لقاضی خان:و إنما قال أبويوسف ذلك فی أمراء زمانه؛ لأنهم كانوا مشغولين بالنظر فی أمور الرعية فاستحسن زيارة الأعلام فی حقهم ولا كذلك أمراءزماننا.انتهی[3]

وفی"درّالمختار":(ويثوب)بين الأذان والإقامة في الكل للكل بما تعارفوه.انتهی[4]

وفی"حاشيته ردالمختار":قوله في الكل أي كل الصلوات لظهور التواني في الأمور الدينية.[5]

قال في"العناية":أحدث المتأخرون التثويب بين الأذان و الإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصّلوات سوى المغرب مع إبقاء الأول يعني الأصل وهو تثويب الفجر ومارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن.انتهی[6]

---

(1)ــ:(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الاذان، مطلب:فی اول من بنی المنائر للاذان، ٢/ ٧١)
(2)ــ:(عمدة الرعاية علی شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الاذان، ٢/ ٣٩)
(3)ــ:(الهداية، كتاب الصلاة، باب الاذان، ١/ ٥٢)
(4)ــ:(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الاذان، ص: ٥٦)
(5)ــ:(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الاذان، مطلب:فی اول من بنی المنائر للاذان، ٢/ ٦٩)
(6)ــ:(العناية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب الاذان، مطلب:فی اول من بنی المنائر للاذان، ١/ ٢٠٥)

چنانچہ ''شرح درّ المختار مشہور بالشامی'' میں ہے کہ یہ رواج بدعتِ حسنہ ہے اور ''نہر الفائق'' میں ہے ''قول البدیع'' سے: صلوٰۃ وسلام جو بعد اذان پنجگانہ سوا مغرب کے حرمین شریف میں مروّج ہے اُس کی نسبت جس قدر اقوالِ علماء منقول ہیں، سب قولوں میں بہتر قول یہی ہے کہ یہ عمل بدعتِ حسنہ ہے اور بعض مالکیہ سے اُس تسبیح و تہلیل میں بھی جو اخیر تہائی رات میں موذن پڑھتے رہتے ہیں اختلاف منقول ہے۔

چنانچہ بعض نے اس سے بھی منع کیا ہے مگر اُن کا منع کرنا قابل نظر اور (قابلِ ردّ) ہے۔

اور ''شرح وقایہ'' میں ہے کہ مستحسن ہے تمام متاخرین فقہاء کے نزدیک پانچوں نمازوں میں تثویب کرنا اور تثویب بعد اذان کے بعض معین الفاظ کے ساتھ تیاری نماز سے لوگوں کو مطلع کردینے کا نام ہے مثلاً ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، ایک دوبار پکار دینا، یا الصّلوٰۃ جامعۃ'' کے ساتھ لوگوں کو جو اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں خصوصاً دینی کاموں میں خبردار کرنا تاکہ دینی کاموں میں حرج نہ ہو اور نماز جماعت کی تکبیر اولیٰ سے بھی محروم نہ رہیں۔

اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے کہ تمام نمازوں میں متاخرین کے نزدیک تثویب مستحسن ہے بسبب سستی لوگوں کے دینی کاموں میں اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر موذن پانچوں وقت بعد اذان اس طرح پکار دیا کرے تو کوئی حرج نہیں ''السّلام علیک أیھا الأمیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، الصّلاۃ یرحمک اللہ'' اور ''جامع صغیر'' قاضی خان رحمہ اللہ میں ہے کہ اس امر کی اجازت امام ابویوسف رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے امراء کے لئے اس واسطے دی تھی کہ وہ رعیت کے کاموں کی خیر خواہی میں مشغول رہتے تھے؛ لہٰذا ان کے حق میں اذان سے زیادہ آگاہی کو مستحسن رکھا، بخلاف ہمارے زمانہ کے امراء کے کہ جو لغویات میں مشغول رہتے ہیں۔انتھی، ھکذا فی "الھدایۃ".

اور اسی طرح "در مختار" اور اُس کے "حاشیہ ردالمحتار" میں ہے اور "عنایہ شرح ہدایہ" میں ہے کہ متاخرین فقہاء نے سوائے مغرب کے تمام نمازوں میں اذان اور تکبیر کے درمیان تثویب کو جائز رکھا اُن لفظوں کے ساتھ جن کو وہ اپنے عرف میں مقرر کرلیں مع باقی رکھنے اصل تثویب کے صبح کی نماز میں جو "الصلاۃ خیر من النوم" ہے۔

اور حدیثِ حسن سے ثابت ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔

ان جمیع روایات سے یہ امر ظاہر وباہر ہے کہ ابتداءِ امر میں بحسبِ اختلاف احوال مسلمین اس امر یعنی تثویب میں درمیان علماء کے اختلاف رہا، یہاں تک کہ زمانۂ صحابہ میں چونکہ صحابہ کرام بسببِ قربِ زمانِ نبوت، امور دین میں سُست نہ تھے اور اُس وقت تثویب کی کچھ حاجت نہ تھی، اول امر میں تو اس میں بھی صحابہ سے نہایت انکار پایا گیا۔

چنانچہ "عنایہ شرح ہدایہ" میں ہے کہ روي أن علياً رضي الله عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال: «أخرجوا هذا المبتدع من المسجد» و«روى مجاهد قال: دخلت مع ابن عمر مسجداً يصلى فيه الظهر فسمع مؤذناً يثوب فغضب وقال: «قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع». انتهى (1)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے ایک موذن کو عشاء کی نماز میں تثویب کہتا دیکھ کر فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکالو اور مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا اور اُنہوں نے اس مسجد میں نمازِ ظہر پڑھنا شروع کی، ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اُنہوں نے موذن کو تثویب کہتا سنا؛ لہٰذا غصہ ہوئے اور فرمایا اُٹھو تاکہ ہم اس بدعتی کے پاس سے باہر نکلیں۔

مگر جب اسلام سست ہوا بحسبِ مصلحتِ وقت باستحسانِ فقہاء متاخرین مستحسنات ومستحبات سے ہوگئے بموجبِ حدیث «ماراہ المسلمون. الخ» کے اور علیٰ ہذا وقت وجود

---

(1)۔۔: (العنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ۱/۲۰۴)

تشتّت احوال مسلمین اور پراگندہ حالی مؤمنین تلفظ بہ نیت مع عمل قلب باستحسان واستحباب فقہاء و علماء بموجب حدیث ہذا مستحبات و مستحسنات سے ٹھہرا، حالانکہ وجود اُس کا زمانِ تابعین تک نہ تھا۔ کما فی " درّالمختار ":والتلفّظ عند الإرادة بها مستحب وهو المختار، وقيل: سنة أحبه السلف أو سنة علمائنا إذلم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين، بل بدعة.(1)

وفی شرحه "ردّالمحتار" قوله بل قيل بدعة نقله فی "الفتح" وقال فی "الحلية" ولعل الأشبه أنه بدعة حسنه عند قصد جمع العزيمة، لأن الإنسان قديغلب عليه تفرق خاطره وقد إستفاض ظهور العمل به كثيرا من الأعصار فی عامة الأمصار فلا جرم أنه ذهب فی "المبسوط" و "الهداية" و "الكافی" إلى أن فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ماقيل أنه يكره.(2)

وفی "الهداية": والنية هی الارادة والشرط أن يعلم بقلبه أی صلوة يصلی أما الذكر باللسان فلا معتبر به ويحسن ذالك لإجتماع عزيمته.(3)

وفی "السعاية حاشية شرح الوقاية": إختلف عبارات فقهائنا وغيرهم فی التلفظ باللسان أنه ما ذا؟ هل هو سنة أم مستحب أم بدعة أم مكروه؟ فذكر جمع أنه حسن أو مستحب كصاحب الهداية وأقره عليه شراحها وأتبعهم المصنف والشارح فی مختصره وكقاضی خان والنسفی فی "الكافی" وصحّحه الزاهدی فی "المجتبى"، وفی "المنية": هو المختار وبه جزم فی "الغرر" و "التنوير" وهو مذهب الشافعية ومنهم من قال أنه مكروه، لأن عمر رضی الله عنه زجر على من سمع ذلك منه نقله عينی عن "جامع الكردری" والشرنبلالی عن "مجمع الروايات" وهو مذهب المالكية كما

---

(1)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلوة، ص: ۵۹)
(2)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلوة، بحث: النية، ۲/۱۱۴)
(3)۔۔:(الهداية، کتاب الصلاة، باب شروط الصلوة اللتی تتقدمها، ۱/۵۵)

حکاه فی "المرقات" وأجیب عن زجر عمر رضی اللہ عنہ أنه إنما زجر من جهر به لا علی التلفظ مطلقا وقد نقل علی القاری الإجماع علی أن الجهر بالنیة غیر مشروع فلا یثبت من زجر عمر رضی اللہ عنہ کراهة مطلق التلفظ.(1)

وفی "در المختار": جاز تحلیة المصحف وتعشیره ونقطه و إظهار إعرابه وبه تحصل الرفق جداً خصوصاً للعجم فیستحسن وعلیٰ هذا لا بأس بکتابة أسامی السور وعد الآئی وعلامات الوقف ونحوها فهی بدعة حسنة. انتهی(2)

وفی "حاشیة رد المحتار": قوله وتحصل به الرفق، إلخ. أشار إلی أن ما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ جرّدوا القران کان فی زمنهم وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان کما بسط الزیلعی وغیره. انتهی.(3)

وفی "المستخلص شرح الکنز": وجاز تعشیر المصحف ونقطه بفتح النون أی نقطة المصحف وهو إظهار إعرابه وبها یحصل الرفق جداً خصوصاً للعجمی الذی لا یحفظ القران ولا یقدر علی القران إلا بنقطة فکان حسناً وما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه قال: جردوا القران فذلک فی زمانهم، لأنهم کانوا ینقلونه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم کما أُنزل علیه وکانت القرأة سهلاً علیهم ولا کذالک فی هذا الزمان وعلی هذا إعراب فی کتابة أسامی السور وعد الآئی فهو وإن کان محدثا فمستحسن وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان.(4)

چنانچہ "درّ مختار" میں ہے: اور منہ سے نیت کرنا وقت ارادہ نماز کے مستحب ہے اور یہی قول مختار ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ سنت ہے یعنی سنت سلف کی اور ہمارے علماء کرام کی اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے زبان سے نیت کرنا

---

(1)۔۔:(السعایة علی شرح الوقایة، کتاب الصلاة، باب شروط الصلوة، ۲/۱۰۰)
(2)۔۔:(الدر المختار، کتاب حضر واباحت، باب استبراء، فصل فی البیع، ص: ۶۲۰)
(3)۔۔:(ردالمحتار، کتاب حضر واباحت، باب استبراء، فصل فی البیع، ۹/۶۳۷)
(4)۔۔:(لم أجده فی القسم المطبوع)

منقول نہیں اور بعض نے کہا کہ بدعت ہے مگر اس کی "شرح ردالمحتار" میں "حلیہ" سے منقول ہے کہ مراد بدعت سے بدعتِ حسنہ ہے اس واسطے کہ آدمی پر بعض اوقات پراگندہ بالی غالب ہوتی ہے مگر زبان سے نیت کر لینے کے بعد دلجمعی حاصل ہو جاتی ہے کہ فلاں کی نماز فرض یا سنت پڑھ رہا ہوں، اسی واسطے زمانہ ہائے کثیر سے عام شہروں میں زبان نیت سے کرنے کا عمل شائع وذائع ہے اور "مبسوط" اور "ہدایہ" اور "کافی" میں جمعیت قلب کے واسطے زبان سے نیت کرنے کو فعلِ حسن لکھا ہے اور بعض نے جو مکروہ لکھا ہے عبارتِ "کافی" وغیرہ سے ظاہر ہو گیا کہ مکروہ جب ہے جب بغیر زبان سے کہنے کے بھی دلجمعی حاصل ہو، ورنہ دلجمعی حاصل کرنے کے لئے بالاتفاق مستحسن ہے۔

چنانچہ "ہدایہ" میں ہے کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اور امر ضروری ہے کہ وقتِ تکبیر تحریمہ اتنا دل میں ضرور جانے کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں یا سنت اور ظہر کی نماز ہے یا عصر کی اور مجرد زبان سے کہہ لینے کا کچھ اعتبار نہیں لیکن دلجمعی حاصل کر لینے کو مستحسن ہے۔

اور "سعایہ حاشیہ شرح وقایہ" میں ہے کہ زبان سے نیت کرنے کے متعلق ہمارے فقہاء سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ بعض نے کہا: مکروہ ہے اور بدعت اور بعض فرماتے ہیں کہ سنت ہے یا مستحب اور ایک جماعت کا قول ہے کہ حسن۔

چنانچہ صاحب ہدایہ اور اُس کے تمام شراح نے اسی قول کو معتبر رکھا اور صاحبِ وقایہ اور "شرح وقایہ" اور "قاضی خان" اور علامہ نسفی "کافی" میں اسی قول کو مختار رکھا ہے اور "مجتبیٰ" میں علامہ زاہدی نے اسی قول کی تصحیح کی ہے اور "منیۃ المصلی" میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور "غرر" اور "تنویر" میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اس واسطے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو زبان سے نیت کرتا دیکھ کر جھڑکا تھا۔

چنانچہ یہ روایت عینی "جامع کردری" سے اور شرنبلالی "مجمع الروایات" سے نقل فرماتے ہیں اور یہی مذہب ہے مالکیہ کا جیسا کہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں منقول ہے اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ جواب ہے کہ آپ نے پکار کر نیت کرنے پر جھڑکا تھا، نہ کہ مجرد زبان سے نیت کرنے پر۔

چنانچہ ملا علیؔ قاری رحمۃ اللہ علیہ پکار کر نیت کرنے کی کراہت پر اجماع نقل فرماتے ہیں؛ لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کے جھڑکنے سے پوشیدہ زبان سے نیت کرنے کی کراہت نہیں ثابت ہوتی اور اسی طرح "در مختار" میں ہے کہ قرآن مجید کو سونے وغیرہ سے آراستہ کرنا اور نقطے لگانا اور دس آیتوں پر نشان دینا اور اعراب لگانا جائز ہے اس واسطے کہ امور مذکورہ کے ساتھ قرآن پڑھنے میں دل لگاتا ہے خصوصاً عجمیوں کو بہت آسانی ہو جاتی ہے؛ لہٰذا امور مذکورہ عند الجمہور مستحسن رہے۔

اسی طرح مستحسن یا بدعت حسنہ ہے سورتوں کا نام اور آیتوں کی تعداد اور وقف کی علامتوں کا لکھنا اور اُس کی "شرح ردالمحتار" میں ہے: یہ جو "در مختار" میں ہے کہ قرآن مجید کو اعراب وغیرہ کے ساتھ مزّین کرنے سے پڑھنے والوں کو دلچسپی ہوتی ہے خصوصاً علاوہ عرب کے دوسرے ملکوں کے رہنے والوں کو یہ اشارہ ہے اس طرف کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ قرآن مجید کو سورتوں کے نام لکھنے اور زیر وزبر وغیرہ لگانے سے خالی رکھو یہ حکم مخصوص اُن کے زمانہ کے ساتھ تھا حالانکہ بہت مختلف شرعی حکم ہیں جو شرعاً باعتبار اختلافِ زمانہ اور مکان کے بدلتے رہتے ہیں۔

چنانچہ زیلعی وغیرہ نے بہت بسط سے اس بحث کو لکھا ہے اور "مستخلص شرح کنز" میں ہے: جائز ہے قرآن مجید میں دس دس آیتوں پر نشان بنانا اور زیر وزبر لگانا اس واسطے کہ بسبب اس کے قرآن پڑھنے میں اس طریق پر بہت آسانی ہوتی ہے خاص کر علاوہ عرب کے دوسرے ملک والے بغیر زیر وزبر کے، نہ قرآن مجید کو صحیح پڑھ سکتے ہیں، نہ صحیح حفظ کر سکتے ہیں؛ لہٰذا یہ امور باتفاقِ علماء مستحسن سمجھے جاتے ہیں اور وہ جو عند اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کو زیر وزبر سے خالی رکھنے کا حکم منقول ہے وہ ان کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا اس واسطے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسی طرح یاد کر لیتے تھے جس طرح آپ

پر نازل ہوتا تھا اور اُسی طرح دوسروں کو پڑھ سناتے تھے اور اُن پر بغیر زیر وزبر کے پڑھنا آسان تھا برخلاف اس زمانہ والوں کے اور اسی طرح مستحسن ہے لکھنا سورتوں کے نام اور آیتوں کے شمار کا اگرچہ باعتبار زمانہ صحابہ کے نیا کام ہے اور بہت سے حکم ایسی ضرورتوں سے باعتبار اختلافِ زمانہ اور مکان کے بموجب قواعد شرع شریف کے بدلتے رہتے ہیں۔

علیٰ ھٰذا القیاس چونکہ بہ سبب بُعد زمانِ نبوت فقہاء محققین ومحدّثین نے دیکھا کہ عامۂ اہلِ اسلام حقوق مصطفوی اور فضائل ومعجزات وارہاصات نبوی سے غافل ہوگئے جو موجبِ ازدیادِ حبّ نبی اور استحکامِ محبتِ مصطفوی تھے، حالانکہ محبت نبی عین ایمان ہے۔ حیث قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده». وفي رواية أخرى: «لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين» رواهما البخاري[1]

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی تم میں سے مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک اُس کو میرے ساتھ اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبت نہ ہو اور دوسری روایت میں ہے کہ کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوسکتا جب تک اُس کو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ ہو۔ یہ دونوں حدیثیں "بخاری شریف" کی ہیں۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ نشانی محبت کی کثرتِ ذکرِ محبوب ہے۔ کمافی "الشفاء" لقاضی عياض عن النبي صلى الله عليه وسلم: «من أحب شيئاً أكثر ذكره»[2].

چنانچہ "شفاء" قاضی عیاض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

اور نیز کثرتِ ذکرِ محبوب باعث ظہور واظہارِ عظمتِ شانِ نبوی ہے جو مامور بہا ہے

(1)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، ۱/۱۱، الحدیث: ۱۵/۱۴)
(2)۔۔:(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثانی، ص: ۲۵۰)

ساتھ حکم قرآن کے۔ کما فی "الشفاء" قال اللہ تعالی: إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ [پ:۲۶،الفتح،۹،۸]فأوجب تعالی تعزيره وتوقيره وألزم إكرامه وتعظيمه. قال المبرد: وَتُعَزِّرُوهُ تبالغوا في تعظيمه. انتهى. مختصراًبقدر الحاجة.(1)

چنانچہ "شفاء" میں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بیشک بھیجا ہے ہم نے تم کو اے ہمارے محبوب! گواہی دینے والا اپنی امت کے حالات اور پیغمبروں کی تبلیغِ احکامات پر حشر کے دن اور بشارت سنانے والا جنت کی مومنوں کو اور ڈرانے والا کافروں کو دوزخ سے، تاکہ ایمان لائیں لوگ اللہ اور رسول پر اور تعظیم وتوقیر کریں اُس کے رسول کی۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے حبیب کی تعظیم وتکریم مومنوں پر واجب ولازم کردی۔ چنانچہ علاّمہ مبرد وَتُعَزِّرُوهُ کے معنی یہی فرماتے ہیں کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو یعنی حد سے بڑھ جاؤ۔

لہٰذا وقت ظہور غفلت یہ بزم شریف بہماں ہیئت کذائی مع القیام۔کہ جس کا ذکر إن شاء العزیز باب الثالث میں بتفصیلِ تمام کیا جائے گا۔بعد قرونِ ثلاثہ فاضلہ ترتیب فرمائی۔ کما قال علی القاری رحمہ اللہ فی کتابہ المسمی بـ"مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم": قال شيخ مشائخنا شمس الدين السخاوی رحمه الله: أن أصل المولد الشريف لم ينقل عن السلف الصالح فی القرون الفاضلة و إنما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة والنيات الخالصة. إلخ(2)

چنانچہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ المشائخ شمس الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل مجلس بدیں ہیئت کذائی اگرچہ قرونِ ثلاثہ میں سلف صالحین سے نہیں پائی جاتی مگر

---

(1)۔۔:(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، ص:۲۵۶)

(2)۔۔:(مجموعۃ الرسائل لملاعلی قاری، مورد الروی فی المولد النبوی، رقم الرسالۃ:۲۵، ۵/۳۸۴)

بلاشک بہت سے نیک ارادوں اور خالص نیتوں کے ساتھ یہ مجلس منعقد کی گئی۔

حالانکہ استحباب واباحت ہر ہر فرد امورِ متعاملہ بزم علیحدہ علیحدہ تو بکتاب وسنت اور اقوالِ فقہاء ملت ثابت ہی تھا- کما سیظھر إن شاء اللہ تعالیٰ من باب الثالث- تاکہ بواسطہ اس بزم شریف اور اس محفلِ منیف کے عوام اہلِ اسلام کبھی کبھی سنے فضائلِ شانِ نبوت اور روایت امور دالّہ علیٰ عظمت شان ختم الرسالۃ سے- کہ جو ذریعہ استحکامِ حُبّ نبی اور ظہورِ عظمتِ شانِ مصطفوی ہیں- مشرف ہوتے رہا کریں اور پھر رفتہ رفتہ چند روز میں تو اس بزم نے اس قدر رواج پایا کہ کوئی عالم علماء بلادِ عرب و غرب، حجاز وشام سے منکر اس بزم شریف کا باقی نہ رہا اور سب اس کے استحباب وخیریت کے قائل ہوگئے، حالانکہ ان شہر ہائے مذکورہ کے رہنے والوں کی شان میں یہ حدیث صحیح وارد ہے:

أخرج مسلم بسند قوی عن سعد بن أبي وقاص، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يزال أهل الغرب ظاهرين على الحق حتى تقوم الساعة».(1)

وقال النووى: قال على بن المديني: المراد بأهل الغرب العرب والمراد بالغرب الدلو الكبير لاختصاصهم بها خاصة وقال آخرون المراد به الغرب من الارض من تلك الزمان الى يومنا هذا. الخ.(2)

"مسلم شریف" میں ہے ساتھ سند قوی کے ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُنہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ہمیشہ رہیں گے غرب والے غلبہ کرنے والے حق پر یہاں تک کہ قائم ہوجائے قیامت۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علی ابن مدینی نقادِ حدیث فرماتے تھے کہ مراد غرب سے بڑے ڈول والے ہیں یعنی اہلِ عرب اس واسطے کہ بڑے ڈول کھینچنے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی لوگ خصوصیت رکھتے تھے اور دوسرے محدّث فرماتے ہیں کہ

---

(1)۔۔:(صحيح مسلم، كتاب الأمارة، باب قول ﷺ لا تزال طائفة، ۱۵۲۵/۳، الحديث: ۱۹۲۵)

(2)۔۔:(شرح صحيح مسلم للنووى، كتاب الأمارة، باب قول ﷺ لا تزال طائفة، ۵۸/۷، الحديث: ۱۹۲۵)

اہل الغرب سے مراد ملک مغرب کے رہنے والے ہیں آپ کے زمانہ سے اب تک۔

اور بفضلہ تعالیٰ اہل عرب و غرب سے تو کوئی شخص عمل اس بزم شریف سے خالی نہیں رہا۔ہاں! البتہ اگر کسی زمانہ میں یہ محفل شریف مشتمل بدعات و منکرات چند در چند مثل ڈھولک ستار تال سُر وغیرہ پائی گئی تو البتہ اکثر علماء مثل ابن الحاج صاحب مدخل وغیرہ خصوصاً علماءِ حنفیہ مثل ابن نقطہ بغدادی حنفی اور ملا علی قاری اور حضرت احمد سرہندی علیہم الرحمۃ سے اُنہیں امورِ محرّمہ کا اشد انکار پایا گیا تھا، نہ کہ انکارِ نفسِ بزم شریف مع القیام وغیرہ کا۔ کماسیجیئی تفصیلہ إن شاءاللہ تعالیٰ فی باب الثالث۔

مقدمہ سوم:

کوئی امر مستحب و مسنون فی نفسہٖ اشتمال کسی امر مباح سے بدوںِ اعتقاد سنیت واستحباب اُس امر کے بدعت نہیں ہوجاتا جیسے کہ تسبیح کہ وجود اس کا بھمیں ہیئت کذائی زمان صحابہ میں نہیں پایا گیا تھا، بلکہ زمانِ حضور صلی اللہ علیہ الغفور میں تو فقط دانہ ہائے منتشرہ پر پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہیئت کذائی بادخال رشتہ وغیرہ کہ یہ ایک امر مباح تھا، بعد زمانہ صحابہ وتابعین ظہور میں آئی اور اس سے یہ امر کسی کے نزدیک بدعت نہیں ٹھہرایا گیا۔ کما فی "ردالمحتار": ولا بأس بإتخاذ المسبحة ودليل الجواز ما رواه أبو داود والترمذي والنسائي وابن حبان والحاكم، وقال: صحيح الإسناد عن سعد بن أبي وقاص أنه دخل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على امرأة وبين يديها نوى أو حصى تسبح به فقال: أخبرك بما هو أيسر عليك من هذا أو أفضل؟ فقال: «سبحان الله عدد ما خلق في السماء، وسبحان الله عدد ما خلق في الأرض، وسبحان الله عدد ما بين ذلك، وسبحان الله عدد ما هو خالق، والحمد لله مثل ذلك، والله أكبر مثل ذلك، ولا إله إلا الله مثل ذلك، ولا حول ولا قوة إلا بالله مثل ذلك» فلم ينهها عن ذلك وإنما أرشدها إلى ما هو أيسر وأفضل ولو كان مكروها لبين لها ذلک ولا تزيد السبحة على مضمون هذا الحديث

إلا بضم النوی فی خیط ومثل ذالک لا یظهر تاثیره فی المنع.(1)

چنانچہ "ردالمحتار" میں ہے کہ تسبیح رکھنے میں شمار کے لئے کوئی حرج نہیں اور دلیل جواز کی وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن حبان اور نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم علیہ الرحمۃ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اوپر ایک ایسی عورت کے داخل ہوا کہ اُس کے آگے گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں، جن پر وہ "سبحان اللہ، سبحان اللہ" پڑھ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ جو اس قدر "سبحان اللہ، سبحان اللہ" پڑھنے سے آسان ہے یا یہ فرمایا کہ افضل ہے اور وہ یہ ہے: "سبحان الله عدد ما خلق في السماء، وسبحان الله عدد ما خلق في الأرض، وسبحان الله عدد ما بين ذلك، وسبحان الله عدد ما هو خالق، والحمد لله مثل ذلك، والله أكبر مثل ذلك، ولا إله إلا الله مثل ذلك، ولا حول ولا قوة إلا بالله مثل ذلك" اس واسطے کہ حضور نے گٹھلیوں پر پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، بلکہ اُس سے آسان اور افضل طریقہ بتادیا اگر ناجائز ہوتا تو حضور کا فرض تھا کہ آپ ضرور گٹھلیوں پر پڑھنے سے منع فرمادیتے اور تسبیح میں شمار دانوں کو بلا عقیدہ استحباب یا سنت بنظرِ حفاظت تاگہ میں پِرو لیا جاتا کہ جو امر مباح ہے اس سے کسی امر کا بدعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جب امر مستحب یا مسنون، فی نفسہٖ اشتمال کسی امر مباح سے بھی عند الفقہاء بدعت نہیں ہوتا تو وہ امر مذکور اشتمال کسی امر مستحب آخر سے یا اجتماع اُس کے سے ساتھ کتنے اُمورِ مستحبہ مستحسنہ کے بدوں اعتقاد وجوب وفرضیت اُن امور کے ہرگز بدعت نہیں ہوسکتا، ہاں! البتہ اگر کوئی شخص امر جائز یا مستحب کو فرض یا واجب اعتقاداً سمجھ لے گا تو گنہگار ہوگا۔ کماقال ملاّ علی القاری رحمه الله فی "شرح المشکوٰۃ" تحت هذا الحدیث المروی- عن عبدالله ابن مسعود رضی الله عنهما قال: «لا یجعل أحدكم للشیطان من

---

(1)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، مطلب: الکلام علي المسبحة، ۲/۵۰۸)

صلوته يرى أن حقا عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره». متفق عليه، -فيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل للرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة».[1]

جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "شرح مشکوٰۃ" میں اس حدیث کے تحت میں فرمایا ہے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنادے یعنی، یہ عقیدہ کرلے کہ بعد نماز فرض داہنی طرف ہی پھر کر بیٹھنا امام پر لازم ہے، میں نے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ بائیں طرف بھی پھر کر بیٹھتے تھے۔

اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جو کوئی امر مستحب پر جیسے بعد نماز داہنی طرف پھر کر بیٹھنا مستحب ہے اصرار کرے اور اُس کو واجب سمجھے وہ بیشک شیطان سے گمراہی کا حصہ لینے والا ہے پھر جو کوئی بدعتِ سیئہ پر اصرار کرے اُس کی کیا حالت ہو گی۔

مگر اہلِ اسلام سے کوئی شخص ایسا نہ ہو گا کہ جو سوائے فرائضِ شرعیہ مقررہ صوم و صلوٰۃ، حج وزکوٰۃ وغیرہا کے کسی اور امر کو امور سے فرض یا واجب جانتا ہو۔

چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ بجوابِ مطاعنِ مولانا عبد الحکیم پنجابی کہ جو "زبدۃ النصائح" میں مع جوابات مولانا محرر و مسطور ہیں، بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"قوله عرس بزرگان خود را الخ این طعن مبنی است برجهل به احوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره راهیچ کس فرض نمیداند ا۔لخ"[2]

---

(1)۔۔:(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، ۲۶/۳، تحت الرقم ۹۴۶)
(2)۔۔:(لم أجده بعد تتبع)

اور مداومت کرنے سے کسی امر مستحب پر مثلِ مداومت کرنے کے امورِ مفروضہ پر، فرض یا واجب جاننا اُس امر کا اعتقاداً زنہار لازم نہیں آتا اور بلا اعتقادِ فرضیت اور وجوب، مداومت کرنے کو امورِ مستحباب اور جملہ خیرات پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ فرماتے ہیں، بدیں طور کہ اس امر مستحب کو چند روز کرکے پھر ترک کردینا مذموم معلوم ہوتا ہے۔ کما أخرج "ابن ماجة" عن عائشة قالت: كانت عندي أمرأة فدخل علي النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من هذه؟ قلت فلانة لا تنام تذكر من صلاتها فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «مه! عليكم بما تطيقون فو الله لا يملّ الله حتى تملوا قالت وكان أحب الدين إليه الذي يدوم عليه صاحبه»[1]

قال الكرماني: قوله صلى الله عليه وسلم: يدوم عليه صاحبه الدائم، بأَن يأتي كل يوم أو كل شهر بحسب ما يسمى دوامًا عرفًا لا شمول الأزمان، فبالدوام ربما ينمو القليل حتى يزيد على الكثير المنقطع أضعافًا كثيرة. انتهى[2]

چنانچہ "ابنِ ماجہ" میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت رہتی تھی جب حضور تشریف لائے تو مجھ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! یہ رات کو نہیں سوتی اور اتنی نماز پڑھتی ہے کہ جس کا چرچا عام طور سے ہے۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ چاہیے، تم کو چاہیے کہ اتنے نیک عمل کو لازم پکڑو جس کے ادا کرنے کی تم میں طاقت ہو۔ قسم ہے اللہ کی! اللہ کسی کو رنج میں نہیں ڈالتا، یہاں تک کہ تم خود رنج میں پڑنا اختیار نہ کرو۔

(یعنی سوائے فرائضِ خمسہ کے کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس کے نہ کرنے پر تم سے مواخذہ ہو مگر جب کسی امر جائز یا مستحب کو تم اپنے اوپر لازم کرلو تو نذر کا پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے اور ترکِ واجب پر استحقاقِ عذاب۔)

---

(1)۔۔: (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب المداومة على العمل، ۵۲۹/۴، الحديث: ۴۲۳۸)
(2)۔۔: (مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار: حرف الدال، تحت [دوم]، 211/2)

بعد روایت کرنے حدیثِ مذکور کے حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ حضور کو وہ نیک عمل پیارا تھا جس کا کرنے والا اُس کو ہمیشہ نباہے۔

علاّمہ کرمانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ نباہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر دن یا ہر مہینے میں جس عمل نیک کو مقرر کر لیا اس کو حسبِ معمول ہمیشہ کرتا رہے نہ یہ کہ ہر وقت اس واسطے کہ ہمیشہ نباہنے سے تھوڑا عمل اُس بہت سے عمل پر چند دَر چند بڑھ جاتا ہے، جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔

مقدمہ چہارم:

جو امر کہ ثابت ہو نصّاً، لاریب مرتبہ اُس کا عملاً واعتقاداً اعلیٰ وافضل ہے بہ نسبت اُس امر مستحب کے جس کو علماء نے مستحسن رکھا ہو۔ کما فی "انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة": ومع ذلک قال علمائنا: أَن إيتان السنة ولو كان أمراً يسيراً كإدخال الرجل الأيسر في الخلاء ابتداءً أَولىٰ من البدعة الحسنة وإن كان أَمراً فخيماً كبناء المدارس. انتهى(1)

جیسا کہ "انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ" میں ہے: یعنی، واجب ثابت بنص، افضل ہے بدعتِ واجبہ سے وعلیٰ هذا القياس گو بسبب کسی مصلحت کے وہ بدعتِ واجبہ اہم مہمات سے ہو جائے جیسے علمِ نحو اور قائم کرنا دلائل کا واسطے ردّ کرنے فرقِ ضالہ کے کہ اہم مہمات دینی سے ہے بسببِ مصلحتِ صیانت دین کے گو مرتبہ واجب ثابت بنص سے کم ہی ہو۔

مگر امر متنازعہ فیہ ہمارا تو یعنی بزمِ میلاد شریف وہ امر ہے کہ جو ثابت ہے بنص اعنی، نفسِ ذکرِ فضائل شریف وحالاتِ ولادت لیکن وہ مشتمل ہے چند امور مستحسنہ ثابتہ بدلالة النص پر۔

چنانچہ مدعائے ہذا إن شاء العزیز بابِ ثالث میں بتفصیلِ تمام بیان کیا جائے گا اور بموجبِ مقدمہ سوم یہ امر واضح ہو ہی چکا ہے کہ امر مسنون اشتمال کسی امر مباح ومستحب

(1)۔۔:(انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة، باب تعظيم حديث رسول الله، تحت الحديث: ۱۴، ص: ۹۷)

سے بدعت نہیں ہو جاتا۔ فقط

مقدمہ پنجم:

بموجبِ مضمون بابِ اول کہ عنقریب آتا ہے اطلاقِ اسمِ بدعتِ سیئہ تو ہر ہر فردِ امورِ متعاملہ اس بزم شریف پر ہر ایک اہلِ اسلام سے بغایت بعید ہے مگر کوئی صاحب بدیں صورت اگر کسی امر کو ان امور سے مباح جانیں تو یہ سمجھ لیں کہ وقتِ اختلافِ اقوال کے، کرنا اُس کا اولیٰ ہوتا ہے نہ کرنے سے اور مناعِ خیر نہ بنیں۔ کما فی " الکبیری ":وقال فی فتاوی قاضی خان" و أمامسح الرقبةفلیس بأدب و لاسنة، وقال بعضهم:هو سنةوعند اختلاف الأَقاویل کان فعلهأَولی من ترکه.انتهی (1)

چنانچہ "کبیری" میں ہے علامہ قاضی خان اپنے "فتاوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسح گردن کا نہ مستحب ہے نہ سنت اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور وقت پائے جانے ایسے اختلاف کے، کرنا اولیٰ ہوتا ہے نہ کرنے سے۔

---

(1)۔۔:(غنیةالمستملی فی شرح منیةالمصلی، کتاب الطهارة،باب فی کیفیةاستیعاب مسح الرأس، ص:۲۲)

باب اوّل

بیان معنیٰ بدعت اور تحقیق تقسیم اور عدم تقسیم بدعت

"إعلم أرشدک اللہ سبل الرّشاد و طرق الهداية والإرشاد" کہ چونکہ جاننا استحباب جمیع امورِ متعاملہ بزمِ ہذا موقوف ہے پہچاننے معنی بدعت اور اقسام اُس کے پر؛ لہٰذا اوّلاً معنی بدعت باقسامہامعہ تطابقِ اقوالِ قائلین بتقسیم بدعت اور غیر قائلین بتقسیم بدعت اور بیان قباحت اطلاقِ اسمِ بدعت کے اوپر جمیع امورِ متعاملہ حرمین منورین کے اس بزم شریف میں بیان کئے جاتے ہیں۔

[بدعت کالغوی معنیٰ:]

جاننا چاہیے کہ معنیٰ بدعت کے لغت میں احداث کسی ایسی نئ شے کے ہیں کہ جس کی مثال اُس سے پہلے نہ پائی جائے۔ کمافی "فتح المبین شرح الاربعین النووی" للشیخ ابن حجر المکی: البدعة لغةً ماکان مخترعاً علیٰ غیر مثال سابق، ومنه بدیع السموات والأرض أی موجدهما علیٰ غیر مثال سابق. (1)

جیسا کہ "فتح المبین شرح اربعین نووی" میں شیخ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ بدعت لغت میں وہ نو ایجاد امر ہے جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو اور اسی سے ہے پیدا کرنے والا زمین وآسمانوں کا یعنی ایجاد کرنے والا ان کا بغیر کسی پہلی مثال کے۔

[بدعت کی اصطلاحی تعریف:]

اور اصطلاح شرع میں معنی اس کے احداث کسی ایسے امر نو کے ہیں کہ جو زمانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بنایا گیا۔ کمافی "شرح المشکوٰۃ" لملاّ علی القاری ناقلاً عن النووی: والبدعة فی الشرع مالم یکن فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه

---

(1)۔۔: (الفتح المبین بشرح الأربعین، تحت الحدیث الثامن والعشرین، ص: ۴۷۵)

وسلم.[1]

چنانچہ نووی سے علامہ علی قاری "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں تحریر فرماتے ہیں: بدعت شریعت میں اُس فعل کو کہتے ہیں جس کی اصل زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پائی جائے۔

[بدعت کی اقسام:]

اور وہ منقسم اوپر دو قسم کے۔

[قسم اوّل: بدعتِ سیئہ:]

بدعت سیّئہ کہ جو مردود ہے بقولِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم «من أحدث فی أمرناهذامالیس منه فهو ردّ»[2]

جس کسی نے نئی بات پیدا کی ہمارے اس دین میں جس کی اصل دین میں نہ تھی تو وہ ردّ ہے۔

اور وہ، وہ بدعت ہے جو مخالف ہو ساتھ کتاب وسنت واجماعِ امت کے اور قواعدِ دین کے۔ کما فی بحر الرائق: والبدعة ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینا قویما وصراطامستقیما.[3]

وفی "فتح المبین شرح الأربعین": وشرعاً ما أحدث علی خلاف أمر الشارع ودلیله الخاص والعام. انتهی[4]

وفی "شرح السنة" للبغوی: البدعة ما أحدث علی غیر قیاس أصل من أصول

---

(1)۔۔:(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، تحت الحدیث: کل بدعۃ ضلالۃ ۱/۳۳۷)

(2)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الاول: ۱/۳۳۷، الحدیث: ۱۴۰)

(3)۔۔:(البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ۱/۶۱۱)

(4)۔۔:(الفتح المبین بشرح الأربعین، تحت الحدیث الثامن والعشرین، ص: ۴۷۶)

الدین. انتھی.[1]

وفی "درّ المختار": وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرّسول لا بمعاندۃ، بل بنوع شبھۃ. انتھی[2]

وقال شارحہ العلامۃ الشامی: قولہ وھی اعتقاد إلخ. عزا ھذا التعریف فی ھامش الخزائن إلی حافظ ابن حجر المکی فی "شرح النخبۃ" ولا یخفی أَن الاعتقاد یشتمل ما کان معہ عمل أَولا فإ ن من تدین بعمل لا بد أَن یعتقدہ کمسح الشیعۃ علی الخفین ونحو ذلک وحینئذ فیساوی تعریف الشمنی لھا بأَنھا ما أَحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أَو عمل أَو حال بنوع شبھۃ واستحسان وجعل دینا قویما وصراطاً مستقیماً.[3]

چنانچہ "بحر الرائق" میں ہے: اور بدعت وہ امر ہے جو نیا پیدا کیا جائے مخالف اُس حق کے کہ جو حاصل کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہ وہ جنسِ علم سے ہو یا جنسِ عمل سے اور کسی شبہ اور بھلائی کی وجہ سے داخلِ دین کر لیا جائے۔

اور "فتح المبین" میں ہے: شریعت میں بدعت اُس فعل کو کہتے ہیں جو مخالف ہو شارع علیہ السّلام کے حکم سے اور دلیل خاص یا عام شرعی سے۔

اور "شرح السنۃ" امام بغوی میں ہے: بدعت وہ چیز ہے جو نئی بات پیدا کی جائے مخالفِ قیاس کسی قاعدے کے قواعد دین سے۔

اور "در مختار" میں ہے: بدعت اُس عقیدے کا نام ہے جو مخالف ہو اُن امور کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف و مشہور ہیں کسی شبہہ سے نہ کہ بطریق عناد۔

علاّمہ شامی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حاشیہ خزائن" میں اس تعریف کو

---

(1)۔۔:(شرح السنۃ، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، تحت الحدیث: أوصیکم بتقوی اللہ، ۱/۱۸۲)

(2)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ص:۷۷)

(3)۔۔:(رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، مطلب: البدعۃ خمسۃ اقسام، ۲/۳۵۶)

حافظ ابنِ حجر مکی کی طرف منسوب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ اعتقاد شامل ہے اُس امر کو جس کے ساتھ عمل بھی ہو یا نہ ہو، اِس واسطے کہ جو شخص کوئی عمل بہ نیت ثواب کرے گا ضرور اس کو اعتقاداً موجبِ ثواب سمجھے گا جیسے شیعہ پاؤں کے مسح کو موجبِ ثواب سمجھتے ہیں؛ لہٰذا یہ تعریف شمنی کی اُس تعریف کے مساوی ہوئی جو شمنی نے لکھا ہے کہ بدعت وہ ہے جو نیا کام مخالف اُس حق کے کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے کسی شبہ کے ساتھ خواہ وہ جنسِ علم سے ہو یا جنسِ عمل سے۔

اور قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم «کل بدعة ضلالة»[1] بھی مخصوص ساتھ اس ہی قسم کی بدعت کے ہے اور معنی اُس کے یہ ہیں کہ ہر بدعت سیئہ گمراہی ہے نہ کہ بدعتِ حسنہ بھی۔

چنانچہ ملاّ علی قاری علیہ الرحمۃ "شرح مشکوٰۃ شریف" میں حدیث ہذا اعنی «کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار» کی شرح میں فرماتے ہیں: قال فی "الأزهار" أی بدعة سیئة ضلالة لقوله صلی اللہ علیه وسلم: «من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها» وجمع أبوبکر وعمر القران وکتبه زید فی المصحف وجدّد فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنه. انتهی[2]

وفی "مصباح الزجاجة حاشیة ابن ماجة" للشیخ جلال الدین السیوطی رحمه اللہ: قال النووی: البدعة کل شیء عمل من غیر مثال سبق وفی الشرع أحداث مالم یکن فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم، وقوله صلی اللہ علیه وسلم: کل بدعة ضلالة عام مخصوص کقوله تعالی: تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِأَمْرِ رَبِّهَا [پ:۲۵، الاحقاف، ۲۶ وقوله تعالی: وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ پ ۱۹، النمل، ۲۳[3]

(1)۔۔: (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ۱/۳۷، الحدیث: ۱۴۱)

(2)۔۔: (مرقاة المفاتيح للملا علي قاري، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، تحت الحديث: كل بدعة ضلالة، ۲۶/۳)

(3)۔۔: (مصباح الزجاجة حاشية ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۱۰۰، الحديث: ۴۵)

''مشکوٰۃ شریف'' میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ہر بدعت گمراہی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''کتاب ازہار'' میں ہے: مراد اس بدعۃ سے جو گمراہی ہے، بدعتِ سیئہ ہے، اس واسطے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی نئے طریقہ کی جس کا ظہور زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھا بنیاد ڈالے اُس کو اس بنیاد ڈالنے کا ثواب تو ملتا ہی ہے مگر جس قدر لوگ اُس پر عمل کریں اُن سب کے عملوں کے برابر اللہ جلّ شانہ اپنے پاس سے اُس بانئ خیر کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

چنانچہ بعد زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کو اس ہیئت موجودہ کے ساتھ جمع کرایا اور حضرت زید نے اُس کو صحیفوں میں لکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اتنی بات نئی زیادہ کی کہ اس قرآن کی نقلیں عالمِ اسلام میں شائع کر دیں، حالانکہ ''زجاجہ حاشیہ ابنِ ماجہ'' میں علامہ سیوطی امام نووی سے نقل فرماتے ہیں کہ بدعۃ ہر وہ عمل ہے جس کی مثال پہلے نہ پائی جائے اور شریعت میں اُس فعل کو کہتے ہیں جس کا وجود زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پایا جائے۔

اور یہ ہی بدعت ہے کہ جس کو حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بدعتِ لامرضیہ کر کے تعبیر فرمایا ہے، نہ کہ بدعتِ حسنہ کس واسطے کہ جس بدعت کو قائلین بہ تقسیم بدعت بدعتِ حسنہ واجبہ و مستحبہ کہتے ہیں جیسے صرف و نحو اور اشتغالِ طریقہ مجددیہ اور مراقبات وغیرہ وہ امور کہ جن کا وجود زمانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہ تھا اور بعدہ بحسبِ مصلحتِ وقت، علماء و مشائخینِ وقت نے واسطے اصلاحِ طالبین کے بحسبِ استعداد ہر طالب کے اُن کو نکالا تھا، حضرت مجدد ممدوح ان کو داخلِ سنت جانتے ہیں؛ اِس واسطے کہ وہ امور داخل ہیں ماتحت کلّیہ حدیث صحیح «ماراٰہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن» اور حدیث «من سن سنة حسنة .إلخ[1]» کی کہ بیان اس کا إن شاء اللہ عنقریب آئے گا اور اطلاق لفظ حسن کو بدعت پر بغایتِ قبیح پہچانتے ہیں اور جو لوگ کہ اُن

---

(1)۔۔:(صحیح مسلم، کتاب العلم، بَاب من سن سنة، ۲۰۵۹/۴، الحدیث:۱۰۱۷)

امور کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں ان کو نہایت مطعون رکھ کر فرماتے ہیں کہ بدعت جو مراد اُس امر محدَث سے کہ مخالف ہو کتاب وسنت واجماعِ امت کے اور نہ داخل ہو ماتحت کلیہ «مارأہ المسلمون، إلخ» «ومن سن سنة، إلخ» کے لاریب یارافع سنت ہو گی یاساکت عن السنة اور ساکت عن السنة لاریب زائد ہو گی سنت پر کہ اسی کا نام نسخ ہے اور بدیں صورت یہ بات لازم آئے گی کہ بدعت ناسخِ سنت ہے اور یہ امر بغایت محال ہے؛ لہٰذا اُن امور کو کہ جو داخلِ سنت اعنی کلّیہ حدیث صحیح «مارأہ المسلمون. إلخ» اور حدیث صحیح «من سن. إلخ» ہیں ان کو بدعت کیوں کہتے ہو اور بدعت لکھ کر یہ محذور اپنے اوپر کیوں رکھتے ہو۔

چنانچہ مدعاء ہذا ظاہر و باہر ہے دیکھئے اشغال ومراقبات ودیگر طرق سلوک حضرت ممدوح اور قول حضرت موصوف منقولہ "انجاح الحاجہ حاشیہ ابنِ ماجہ" سے ذیل حدیث «من أَحدث فی أَمر ناھذا مالیس منه فھو ردّ» کے جو یہ ہے: قوله: مالیس منه. إلخ أی مالم یکن من وسائله فإن الوسیلة داخلة فیه، ولھذا قال الشیخ المجدد رضی اللہ عنه: أَن العلوم التی ھی وسائل لأَمر الدین کالصرف والنحو داخلة فی السنة ولا یطلق علیھا إسم البدعة فإن البدعة عنده رضی اللہ عنه لیس فیھا حسن أَلبتة، ولھذا یقول: تترک البدعة الحسنة وإن کان نورھا مثل فلق الصبح. انتھی(1)

حدیث صحیح میں جو آیا ہے کہ جس شخص نے ہمارے دینِ اسلام میں ایسا نیا کام پیدا کیا جس کی اصل اسلام میں نہ تھی یعنی وہ اسلام کی کسی باتوں کے وسیلوں سے بھی نہ تھا اس واسطے کہ وسیلہ تو اُسی شے کے حکم میں ہوتا ہے اسی واسطے حضرت شیخ مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو علم وسیلہ ہیں امر دین یعنی فقہ وحدیث کے سمجھنے کا جیسے صرف ونحو وہ تو داخلِ سنت ہی ہیں ان کو بدعت کہنا ہرگز جائز نہیں، اس واسطے کہ آپ کے نزدیک کوئی بدعت علاوہ اُن نئے کاموں کے جو وسائل دین سے ہیں اچھی نہیں ہوتی، اسی واسطے فرماتے ہیں کہ جو بدعت اچھی معلوم ہو اگرچہ اُس کا نور مثلِ صبح صادق کی ظاہر ہو چھوڑ دی جائے۔

---

(1)۔۔:(انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة، باب تعظیم حدیث رسول اللہ، ص:۹۷، الحدیث:۱۴)

اور اس عبارت سے کہ جو حضرت ممدوح اپنے ”مکتوبات“ میں تحریر فرماتے ہیں: والإجتناب عن البدعة الغير المَرضيَة و إن كانت البدعة ترى مثل فلق الصبح؛ لكنها لا نور لها في الحقيقة ولا ضياء ولا للعليل منها شفاء ولا للداء منها دواء، كيف والبدعة إما رافعة للسنة أَو ساكتة عنها؟ والساكتة لابدّ وأَن تكون زائدة على السنَة فتكون ناسخة لها في الحقيقة أَيضًا لا الزيادة على النص نسخ له فالبدعة كيف كانت تكون رافعة للسنة نقيضة لها فلا خير فيها ولا حسن، فيا ليت شعري من أَين حكموا بحسن البدعة المحدثة في الدين الكامل والإسلام المرضى بعد إتمام النعمة؟ أَولم يعلموا أَن الأَحداث بعد الإكمال والإتمام وحصول الرضى بمعزل عن الحسن فماذا بعد الحق إلا الضّلال؟ ولو علموا أَن الحكم بحسن الحدث في الدين مستلزم لعدم كماله ومنبئى عن عدم تمام النعمة لما اجتروا عليه رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا [پ:۳، البقرة،۲۸٦ .(1)

اور پرہیز کرنا بدعتِ سیئہ ناپسندیدہ سے اگرچہ بظاہر وہ نورانی مثلِ صبح کی ہو ضروری ہے ؛اس واسطے کہ فی الحقیقت بدعت سیئہ میں نہ نور ہے نہ روشنی نہ کسی بیماری اور درد کی وہ دوا ہے نہ اس میں شفاء اس واسطے کہ بدعت یا سنت کو اُٹھانے والی ہو گی یا امر مسنون پر کوئی زائد بات کہ اسی کا نام نسخ ہے اور جب دین بموجبِ آیہ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ (2) کامل اور تمام ہوچکا دین میں کوئی بے اصل بات نکالنا بجز گمراہی کے اور کیا ہے اور اگر یہ لوگ جانتے کہ بدعت سیئہ کو بدعتِ حسنہ کہنا مستلزم عدم کمال دین اور عدمِ اتمام نعمت سے خبر دیتا ہے تو ایسے فعل کے ارتکاب پر دلیری نہ کرتے۔ اے رب ہمارے! ہماری بھول چوک پر ہمیں ماخوذ نہ کر اور نہ ماخوذ کر ہم کو اگر ہم خطا کر بیٹھیں اور اے رب ہمارے! ہمارے پہلوں کا سا بوجھ ہم پر نہ ڈال۔

---

(1)۔۔:(المکتوبات الربانیة، المکتوب الثانی والثلاثون بعد الثلاث مائة،۲/۳۲۵)

(2)۔۔:[پ:٦، المائدة،۳

اسی واسطے اس قسم کی بدعت باقسامہا اعنی بدعتِ محرّمہ ومکروہہ بسبب اطلاق نہی کے منہی عنہ ہے باحادیث صحیحہ۔ كما أَخرج "ابن ماجة" عن عائشة أَن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»(1)

وفی "المشکوٰة" عن بلال، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا ومن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه من الإثم مثل آثام من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئاً». رواه الترمذي(2)

وأيضا أخرج "ابن ماجة" عن حذيفة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً ولا صلاةً ولا صدقةً ولا حجاً ولا عمرةً ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين».(3)

جیسا کہ "ابنِ ماجہ" میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص نے ہمارے اِس اسلام میں ایسی نئی بات پیدا کی جس کی اصل اسلام میں نہ تھی تو وہ بات قابلِ رد کر دینے کے ہے۔

اور "مشکوٰۃ" میں ہے بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے زندہ کیا میری کسی سنت کو جو میرے بعد مٹا دی گئی تھی اُس کو اُسی قدر ثواب ملے گا جس قدر لوگ اُس پر عمل کریں بغیر اس کے کہ کسی عمل کرنے والے کے عمل سے کچھ گھٹایا جائے اور جس نے کوئی گمراہی کا ایسا نیا کام نکالا جس سے اللہ اور رسول راضی نہ تھے جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے اُن سب کے گناہوں کی برابر بسبب اُس بدعت کے اُس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جائیں گے بغیر اِس کے کہ اُس بدعت پر عمل کرنے والوں کے گناہوں سے کم کیا

---

(1)۔۔:(سنن ابن ماجة، المقدمة، باب تعظيم حديث رسول الله، ۱/۳۳، الحديث: ۱۴)
(2)۔۔:(مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ۱/۵۴، الحديث: ۱۶۸)
(3)۔۔:(سنن ابن ماجة، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدال، ۱/۵۲، الحديث: ۴۹)

جائے۔اِس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور نیز "ابنِ ماجہ" میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں قبول کرتا اللہ بدعتی کا روزہ و نماز اور صدقہ اور حج و عمرہ اور جہاد نہ نفل نہ فرض اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

اور ادنیٰ مرتبہ اس قسم کی بدعت اعنی بدعت مکروہہ کا گناہ صغیرہ ہے اگرچہ قسمِ اعلیٰ اِس کی کفر ہے؛اس واسطے کہ گناہ صغیرہ وہی امر ہے جو شرعاً ممنوع ہے اور منہی عنہ۔ کماقال مولانا الشاہ ولی اللہ المحدّث الدھلوی فی رسالۃ "القول الجمیل": والصغیرۃ کل ما نھی عندالشرع أو خالف مشروعاً أو رفع طریقۃ مامورۃ فی الدین.[1]

جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ "قول الجمیل" میں فرماتے ہیں: صغیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کی ممانعت شریعت سے ثابت ہو یا کسی شرعی امر کے مخالف ہو یا وہ کسی شرعی امر کا مٹانے والا ہو۔

اور چونکہ گناہ صغیرہ ہونا ادنیٰ قسمِ بدعت اعنی بدعتِ مکروہہ کا بموجبِ احادیثِ صحیحہ قطعی الثبوت ہے، لاریب مستحل اُس بدعت کا نزدیک اہلسنت والجماعت کے کافر ہے بخلاف مرتکب اُس کے کہ بلا استحلال کہ وہ فاسق ہے نہ کافر مثلِ مرتکبِ دیگر کبائر وصغائر، زنا وشراب خواری ولباسِ ریشمی میں اور استعمال زیور زر و سیم کے؛اس واسطے کہ "شرح عقائد نسفی" میں ہے:واستحلال المعصیۃ صغیرۃً کانت أو کبیرۃً کفر إذا ثبت کونھا معصیۃ بدلیلٍ قطعی.[2]

اور حلال سمجھنا ایسے گناہ کا جس کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو کفر ہے خواہ وہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ۔

اور لاریب مکروہ ہے نماز پڑھنا پیچھے مرتکب اِن بدعات کے ماسوائے مرتکب

---

(1)۔۔:(القول الجمیل، تیسری فصل:مرید کی تربیت اور تعلیم کا بیان، ص: ۴۲)

(2)۔۔:(شرح العقائد النسفیۃ، باب استحلال المعصیۃ کفر، ص: ۳۴۶)

بدعتِ مکفرہ کے۔ کما فی "شرح عقائد النسفی": وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوٰۃ خلف المبتدع محمول علی الکراھۃ إذ لا کلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذا إذا لم یودی الفسق أو البدعۃ إلی أحد الکفر أما إذا أدی إلیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفہ. انتھی[1]

چنانچہ "شرح عقائد نسفی" میں ہے کہ جو بعض سلف سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت منقول ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کلام مکروہ ہے اور اگر وہ بدعتِ مکفرہ ہے تو قطعاً ادا کرنا نماز کا اُس کے پیچھے جائز نہیں اور بموجب روایاتِ فقہیہ نماز مکروہ واجب الاعادہ معلوم ہوتی ہے۔ کما ھو ظاھر من "الدرّ المختار" حیث قال: ولا یزید علی التشھد فی القعدۃ الأولی إجماعا فإن زاد عامدا أکرہ فتجب الإعادۃ.[2]

جیسا کہ "دُرّ مختار" سے ظاہر ہے جہاں کہا ہے کہ اور نہ زیادہ کرے تشہد پر قعدہ اولیٰ میں بالاتفاق، پس اگر عمداً زیادہ کیا تو مکروہ ہے پس واجب ہے لوٹانا نماز کا۔

اگرچہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا لوٹانا مشروط ہے ساتھ عدمِ خوفِ فتنہ کے اور جبکہ روایاتِ منقولہ ہذا سے واضح ہو چکا کہ لاریب مستحل بدعت کا فاسق یا کافر ہے اور نماز پڑھنا پیچھے مرتکبِ بدعتِ مکفرہ کے باطل اور بدعتِ محرّمہ مکروہہ کے مکروہ، واجب الاعادہ۔ تو جان لینا چاہیے کہ بیشک بدعت کہنے والا قیام وغیرہ دیگر امورِ متعاملہ علماء حرمین کا بزعمِ ہذا میں فاسق یا کافر کہنے والا ہے جملہ علماء حرمین، بلکہ ملّا علی قاری وابنِ حجر مکی وغیرہ دیگر علمائے متقدمین کا جن کے اقوال إن شاء اللہ العزیز عنقریب نقل کئے جائیں گے اور اگر بدعتِ مکروہہ جانتا ہے تو لاریب نماز جملہ حجاج جمیع بلاد کے جو ایامِ حج میں پیچھے ائمہ حرمین شریفین پڑھی گئی ہیں نزدیک قائل ہذا مکروہ تحریمہ ادا ہوں گے۔ وذالک بھتان عظیم کیف وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «لا یزال أھل الغرب ظاھرین علی الحق حتی

(1)۔۔: (شرح العقائد النسفیۃ، باب تجوز الصلوۃ خلف کل بر وفاجر، ص: ۳۳۵)

(2)۔۔: (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ، فصل: اذا اراد الشروع فی الصلاۃ، ص: ۷۱)

تقوم الساعة» رواه مسلم.[1]

وقال صاحب "مجمع البحار": وفيه: لا يزال أهل "الغرب" ظاهرين على الحق، أي أهل الشام لأنهم غرب الحجاز، وقيل: أراد به الحدة والشوكة يريد أهل الجهاد. وقيل: أراد به الدلو وأراد بهم العرب لأنهم يستقون بها. اھ[2]

اور یہ بڑا بہتان ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ رہیں گے اہلِ غرب غلبہ کرنے والے حق پر، یہاں تک کہ قائم ہو قیامت، روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور صاحبِ "مجمع البحار" فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکور میں مراد اہل الغرب سے اہل شام ہیں؛ اس واسطے کہ حجاز سے شام مغرب کی جانب ہے اور بعض کا قول ہے کہ معنی غرب کے بڑے ڈول کے ہیں اور چونکہ اہلِ عرب سب سے زیادہ ڈول رکھنے کے عادی ہیں لہٰذا مراد اہلِ عرب ہیں۔

وأخرج البخاري في باب قوله تعالى: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ﴾ الخ [پ:۱۵، بنی اسرائیل، ۸۱] عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة وحول البيت ستون وثلاث مائة نصب فجعل يطعنها بعود في يده ويقول: «جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا، جاء الحق وما يبدئ الباطل وما يعيد».[3]

قال القسطلاني: والمعنى ذهب الباطل وزهق بحيث لم يبق له أثر وبقية تبدئ شيئا أو تعيد.

اور باب ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ﴾ الخ "بخاری شریف" میں ہے: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُنہوں نے: فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس حالت میں تشریف لائے کہ کعبہ شریف کے گرد مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت قائم کر رکھے

---

(1)۔۔:(صحيح مسلم: كتاب الأمارة، باب قوله: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ، ۲/۱۴۳، الحديث: ۳۵۵۱)

(2)۔۔:(مجمع بحار الأنوار: حرف الغين بابه مع الباء، تحت [غرب]، 19/4)

(3)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قوله تعالى: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ﴾ الخ، ۲/۱۲۲، الحديث: ۲۴۷۸)

تھے (اس طرح سے کہ اُن کے پاؤں کو سیسہ پگھلا کر زمین سے وصل کر دیا تھا) اور آپ کے دست مبارک میں جو چھڑی تھی اُس سے آپ بتوں کے کونچہ مارتے جاتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے: آگیا حق اور نکل گیا باطل بیشک باطل (یعنی کفر و شرک و بدعت) ہو گیا، گیا گزرا اور نہیں ظاہر ہو کر رہے گا باطل اور نہ عود کر آئے گا (بامید دوام)۔

اور ظاہر ہے ارتکاب معاصی بلا استحلال، نہ کفر ہے، نہ شرک، نہ بدعت۔

[قسمِ دوم: بدعتِ حسنہ:]

اور قسم دوم نزدیک قائلین بتقسیم بدعت کے جو امور نزدیک غیر قائلین بتقسیم بدعت سنت ہیں یا واجب یا مستحب وہ تمام بدعتِ حسنہ ہیں وہ موجبِ اجر عظیم ہے بموجبِ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے «من سن سنة حسنة. إلخ» کے اور وہ، وہ بدعت ہے جو موافق ہو ساتھ کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے اور داخل ہوں نیچے کسی قاعدہ کے قواعدِ دین سے۔ کما قال الشافعی رحمه الله تعالى: ما أحدث مما يخالف الكتاب والسنة والأثر والاجماع فهو ضلالة وما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئاً من ذلك فليس بمذموم. وقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه في قيام رمضان: «نعمت البدعة هذه». هذا آخر كلام الشيخ النووي في "تهذيب الأسماء واللغات".[1] انتهى

وقال العلامة ابن الأثير في "جامع الأصول: محدثات الأمور: ما لم يكن معروفا في كتاب، ولا سنة، ولا إجماع. بدعة: الابتداع: إذا كان من الله وحده فهو إخراج الشيء من العدم إلى الوجود، وهو تكوين الأشياء بعد أن لم تكن، وليس ذلك إلا إلى الله تعالى، فأما الابتداع من المخلوقين، فإن كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله، فهو في حيز الذم والإنكار، وإن كان واقعا تحت عموم ما ندب الله إليه، وحض عليه أو رسوله، فهو في حيز المدح، وإن لم يكن مثاله موجودا، كنوع من الجود والسخاء، وفعل المعروف، فهذا فعل من الأعمال المحمودة لم يكن الفاعل قد سبق إليه، ولا يجوز أن

---

(1)۔۔: (تهذیب الاسماء واللغات، حرف الباء ۱/ ۶۹۹)

يكون ذلك في خلاف ما ورد الشرع به، لأن رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، قد جعل له في ذلك ثوابا فقال: «من سن سنة حسنة، كان له أجرها وأجر من عمل بها» وقال في ضده: «من سن سنة سيئة، كان عليه وزرها ووزر من عمل بها». وذلك إذا كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله، ويعضد ذلك قول عمر بن الخطاب - رضي الله عنه- في صلاة التراويح: «نعمت البدعة هذه» لما كانت من أفعال الخير، وداخلة في حيز المدح، سماها بدعة ومدحها، وهي وإن كان النبي -صلى الله عليه وسلم- قد صلاها- إلا أنه تركها، ولم يحافظ عليها، ولا جمع الناس عليها، فمحافظة عمر عليها، وجمعه الناس لها، وندبهم إليها بدعة، لكنها بدعة محمودة ممدوحة.[1] وهكذا فی "مصباح الزجاجة حاشية ابن ماجة" الشيخ جلال الدين السيوطی.[2]

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ نیا کام جو مخالف کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ اور اجماعِ امت کے پیدا کیا جائے وہ گمراہی ہے اور جو نیا کام بھلا جو کہ وہ مخالف اِن چاروں کے نہ ہو وہ بُرا اور مذموم نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جماعتِ تراویح کو رمضان میں ہوتا دیکھ کر۔چونکہ یہ جماعت باعتبارِ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نئی بات تھی اور غیر مخالفِ کتاب وسنت وغیرہ کے۔فرمایا: یہ کیا اچھی بدعت ہے۔یہ وہ آخر فیصلہ ہے جس کو امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" میں لکھا ہے۔

اور علامہ ابن اثیر اپنی کتاب "جامع الاصول" میں تحریر فرماتے ہیں: بدعت یعنی نیا کام ایسے امر کو کہتے ہیں جو کتاب اور سنت اور اجماع سے معروف و مشہور طور پر نہ پایا جائے اور بدعت مِن جانب اللہ کسی بے مثل شے کو پردۂ عدم سے مرتبہ ظہور میں لانے کو کہتے ہیں اور

---

(1)۔۔:(جامع الاصول فی احادیث الرسول، الرکن الثانی: فی المقاصد، حرف الهمزة، الکتاب الثانی: فی الاعتصام بالکتاب والسنة، الباب الاول: فی الاستمساک بهما، ۱/۲۷۸، الحدیث: ۶۷)

(2)۔۔:(مصباح الزجاجة حاشية ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۱۰۰، الحدیث: ۴۵)

بدعت یعنی نیا کام جو مخلوق سے ظہور میں آئے اگر وہ مخالف اللہ ورسول کے حکم کے ہو تو بیشک قابلِ انکار ہے اور اگر وہ داخل ہو اُن احکام کے نیچے جن پر اللہ ورسول نے اپنے بندوں کو آمادہ فرمایا تو وہ نیا کام قابلِ مدح و تعریف ہے اگرچہ اس کی مثال پہلے نہ پائی جائے مثل بعض طریقوں بخشش اور سخاوت اور امر بالمعروف کے (جیسے مثلِ غرباء واحباب کے کھلانے اور پلانے کے، عرسوں اور تقریبات، سوئم وچہلم و برسی وغیرہ میں بغیر فرض، واجب، سنت موکدہ سمجھنے ان امور کے بغرضِ ایصالِ ثواب کے حضور اولیاء اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نیز بغرضِ ثواب پہنچانے عام مردوں کے) ان امور کی خوبی بوجہ عدم مخالفت خدا ورسول کے حکموں کے ظاہر ہے گو ان کی مانند کسی امر کا ظہور پہلے زمانوں (یعنی، قرونِ ثلاثہ میں پایا جائے یا نہ پایا جائے، بلکہ ایسے امور پر اپنی امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیدوار ثواب بنایا ہے۔

چنانچہ "مسلم شریف" میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو کوئی نیک نیا طریقہ نکالے اور اس کو جاری کرے اُس کو اس نکالنے کا ثواب تو ملتا ہی ہے مگر جتنے لوگ قیامت تک اس پر عمل کریں گے جتنا ثواب ان کے ملے اُن سب کے برابر اللہ اُس بانئ خیر کو اپنے پاس سے دیتا ہے۔ اسی طرح فرمایا: بُرے کام کے نکالنے والے کو اُس نکالنے اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کے برابر اُس کے نامہ اعمال میں گناہ درج کراتا ہے۔ اھ

یہ وعید جب ہی ہے جب وہ کام مخالفِ احکامِ خدا اور سول ہو اور اسی قول کی تائید کرتا ہے بدعتِ حسنہ کہنا عمر رضی اللہ عنہ کا جماعتِ تراویح کو؛ اس واسطے کہ اگرچہ جماعت سے نوافل کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھا مگر اس محافظت کے ساتھ جماعت تراویح پر مداومت کرنا اور لوگوں کو اس جماعت پر آمادہ فرمانا بلاشبہ بدعت اور نیا کام تھا مگر بدعتِ محمودہ اور اسی طرح ہے "مصباح الزجاجہ حاشیہ ابن ماجہ" علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ میں۔

[بدعت کی اقسام خمسہ:]

اور نیز قائلین بتقسیم بدعت کے نزدیک مطلق بدعت منقسم ہے اوپر پانچ قسم کے۔ کما فی "مصباح الزجاجة حاشیه ابن ماجة" للشيخ جلال الدين السيوطى: قال الإمام أبو محمد عبد العزيز بن عبد السلام في أخر "كتاب القواعد": البدعة مقسِّمة على خمسة أقسام: واجبة كالإشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله تعالى و كلام رسوله لأن حفظ الشريعة واجب و لا يتأتى إلا بذلك و ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب و كحفظ غريبِ الكتاب و السنة و كتدوين أصول الفقه و الكلام في الجرح و التعديل وتمييز الصحيح من السقيم ومحرمة كمذاهب القدرية والجبرية والمرجية والمجسمة والرّد على هؤلاء من البدع الواجبة لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كافية ومندوبة كأحداث الرباط والمدارس وكل إحسان لم يعهد في العصر الأول وكالتراويح والكلام في دقائق التصوّف وكجمع المحافل للاستدلال في المسائل إن قصد بذلك وجه الله ومكروه كزخرفة المساجد وتزويق المصاحب ومباحة كالمصافحة عقيب الصبح والعصر والتوسع في لذيذ المأكل والمشارب والملابس والمساكن وتوسيع الأكمام. انتهى [1]

وفى "ردالمحتار المشهور بالشامى" وإلا فقد تكون واجبة كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كإحداث نحو رباط ومدرسة وكل إحسان لم يكن في الصدر الأول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما فى "الشرح الجامع الصغير" للمناوى عن "تهذيب النووى" ومثله فى "الطريقة المحمدية" للبركلى. انتهى [2]

وقال الشيخ على المتقى فى "جوامع الكلم": البدعة منقسمة إلى واجبة

---

(1)۔۔:(مصباح الزجاجة حاشية ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۱۰۰، الحديث: ۴۵)
(2)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ۲/۳۵۶)

ومحرمة ومندوبة ومکروهة ومباحة والطریق فی ذالک أن تعرض البدعة علی قواعد الشرع فإن دخلت فی قواعد الإیجاب فهی واجبة أو فی قواعد التحریم فمحرمة أو فی الندب فمندوبة أو الکراهة فمکروهة أو المباح فمباحة. انتهی مختصراً، وهٰکذا فی الطیبی "شرح المشکوة" و"اللمعات" وغیرها[1]

چنانچہ "مصباح الزجاجہ" میں ہے امام ابو محمد عبد العزیز ابن عبد السلام اپنی "کتاب القواعد" کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: بدعت پانچ قسم پر منقسم ہے:

اوّل: بدعتِ واجبہ جیسے علم صرف ونحو کا پڑھنا پڑھانا محض کلامِ خدا و کلامِ رسول اللہ کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے ہوتا ہے جس کا سمجھنا اور سمجھانا واجب ہے مگر چونکہ یہ واجب عوام الناس خصوصاً عجمیوں سے بغیر صرف نحو کے ادا نہیں ہو سکتا؛ لہٰذا صرف ونحو کا پڑھنا بھی واجب ہوا اور مثل یاد کرنے قراءتوں غیر مشہور قرآن کے اور حدیثوں غریب کے اور مثلِ مرتب کرنے اُصول فقہ کے اور مثل کلام کرنے کے بیچ معتبر اور غیر معتبر ہونے راویوں حدیث کے اور مثل پرکھنے صحیح حدیث کے حدیث غیر صحیح اور سقیم سے۔

دوم: بدعتِ محرمہ مثلِ مذہبوں اہلِ بدعت، قدریہ، جبریہ، مرجئہ، مجسمہ وغیرہ کے کہ جن کا ردّ کرنا قسمِ اول بدعتِ واجبہ سے ہے؛ اس واسطے کہ محافظت کرنا شریعت کی ان بدعتی فرقوں کے اقوال سے فرضِ کفایہ ہے۔

سوم: بدعتِ مستحبہ ہے مثل بنانے رباطوں یعنی مسافر خانوں اور مدرسوں اور تمام اُن نیک کاموں کی جن کا ظہور قرنِ اول میں نہیں ہوا تھا اور مانند تراویح کے اور کلام کرنے کی نکات اور باریک مسئلوں تصوف میں اور مثل منعقد کرنے محفلوں کے بیان کرنے دلائل کے لئے مسائل دینی پر اگر ان امور سے خاص رضامندی خدا مطلوب ہو۔

چوتھی: بدعتِ مکروہہ ہے مثل زائد عن الحاجۃ مزین کرنے مسجدوں کے اور اوراق

---

(1)۔۔:جوامع الکلم فی المواعظ والحکم: حرف الهمزة، باب فی الایمان والاسلام وما یتعلق بهما، فصل فی الاعتصام والبدعة ومایتعلق بهما، کلام السلف رضی اللہ عنه، ص 11 (مخطوط)

قرآن مجید کے۔

پانچویں: بدعتِ مباحہ ہے مثلِ مصافحہ کرنے کے عصر اور صبح کے بعد اور فراخی کرنے کی لذت دار کھانے اور پینے اور پہننے اور رہنے کی چیزوں میں اور مثلِ فراخ آستین رکھنے کے۔

اور بعینہٖ یہی مضمون "ردالمحتار شرح در مختار" اور "طریقہ محمدیہ" برکلی رحمہ اللہ کا ہے۔

علامہ شیخ علی متقی رحمہ اللہ "جوامع الکلم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدعت چند قسم پر منقسم ہے: بدعتِ واجبہ، بدعتِ محرمہ، بدعتِ مکروہہ، بدعتِ مباحہ، بدعتِ مستحبہ اور طریقہ پہچاننے ان قسموں کا یہ ہے کہ ہر بدعت یعنی نئے کام کو قواعدِ شریعت پر پیش کیا جائے پھر جو جس قاعدے کے نیچے داخل ہو اُس کا وہی حکم ہے، ایسا ہی "طیبی" اور "لمعات" وغیرہ "شرح مشکوٰۃ" میں ہے۔

باب دوم

بیان آداب اس بزم شریف میں

"اعلم أرشدک اللہ سبل الهدی وهداک اللہ طرق الصدق والتقی"

چونکہ یہ محفل شریف اور یہ بزم منیف منعقد کی جاتی ہے خاصۃً لحب رسول اللہ وتعظیماً لسید الوریٰ کما هو ظاهر من مقدمة الأولیٰ اور محبت اور تعظیم شانِ نبوت بمجرد ذکر و تعظیم پوری نہیں ہوتی مگر ساتھ جزو اوّل اعلیٰ علامات محبت کے کہ وہ اتباعِ سنت سنیہ اور ملّتِ مرتضویہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ المجتبیٰ ہے۔ کمافی "المشکوٰۃ": أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم توضأیوما فجعل أصحابہ یتمسحون بوضوئہ فقال لهم النبي صلی اللہ علیہ وسلم: مایحملکم علی هذا؟ قالوا: حب اللہ ورسولہ. فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: «من سرہ أن یحب اللہ ورسولہ أویحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ إذا حدث ولیؤد أمانتہ إذا اؤتمن ولیحسن جوار من جاورہ». رواہ البیهقی.[1]

وقال السید فی حاشیة تحت هذا الحدیث: یعنی، أن إدعاءکم محبة اللہ ورسولہ لایتم بتمسح الوضوء بل بهذہ الأمور. انتهی

و أخرج الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ أنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «من أحب سنتی فقد احبنی ومن أحبنی کان معی فی الجنة».[2]

چنانچہ "مشکوٰہ شریف" میں ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور اصحابِ کرام آپ کے وضو کے گرتے ہوئے پانی کو لے کر اپنے (منہ اور سینے پر) مَلتے تھے آپ نے فرمایا: اس حرکت پر تم کو کس چیز نے آمادہ کیا؟ سب نے عرض کیا: اللہ اور رسول کی محبت نے۔ آپ نے فرمایا: جس شخص کو یہ امر خوش آئے کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت

(1)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الشفقة والرحمة، الفصل الثالث، ۲/۲۱۶، الحدیث: ۴۹۹۰)

(2)۔۔:(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب: ماجاء فی الأخذ بالسنة، ۳/۴۷۵، الحدیث: ۲۶۷۸)

رکھے اور اللہ اور رسول اُس سے، تو اُس کو چاہیے کہ سچ بولے، امانت ادا کرے، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرے۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے اور "ترمذی شریف" میں ہے انس رضی اللہ عنہ سے، فرمایا اُنہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس نے دوست رکھا میری پیروی کو بیشک وہ میرا دوست ہے اور مجھ سے دوست رکھے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

لہٰذا علماءِ دین متین پر واجب و لازم ہے کہ اِس محفل شریف میں بطورِ آداب محفل ضرور بالضرور قبائح منکرات اور فضائلِ اتباعِ سنت سیّد الموجودات بھی بیان کر دیا کریں اور کوئی امر منکر اس بزم شریف میں دیکھیں ضرور اُس سے لوگوں کو منع کرتے رہا کریں، تاکہ عوام کالانعام منکرات سے بچ کر متبعِ سننِ نبوی بن کر پورے پورے محبِّ نبی اور عاشقِ جمالِ مصطفوی بن جائیں اور بسببِ ارتکابِ منہیات کے اس بزم میں بموجبِ مثل مشہور "نیکی برباد گناہ لازم" کے مَوردِ عتابِ خدا اور سول نہ ہو جائیں۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم: كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى، قالوا يا رسول الله! ومن يأبى؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى». رواه البخاری۔[1]

چنانچہ "بخاری شریف" میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میری کُل اُمت جنت میں داخل ہو گی مگر انکار کرنے والا اُمتی، عرض کیا گیا: ایسا وہ کون ہے؟ فرمایا جس نے میری تابع داری کی جنت میں داخل ہو گا اور جو میری نافرمانی کرے وہی منکر ہے۔

[محافل میلاد کے چند اصلاح طلب پہلو:]

اور جو قبائح کہ محفلِ ہذا میں فی زماننا بعض بلادِ ہندوستان میں بجہت غفلتِ علماء کے اس بزم سے پائی جاتی ہیں بحسبِ مصلحت بعلتِ مذکورہ یہاں پر بیان کئے جاتے ہیں۔ راجیاً من اللہ سبحانہ أن یھدی بہ جمیع المؤمنین ویرشد بہ کافۃ المسلمین.

---

(1)۔۔: (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاعتقاد بسنن رسول اللہ، ۴/۲۱۲، الحدیث: ۷۲۸۰)

اور وہ یہ ہیں کہ اس بزم شریف میں اکثر لوگ ریش وبروت بریدہ، پائجامہ ٹخنے سے نیچے رکھنے والے، زیور وسیم پہننے والے، تارک الصلوٰۃ اور تارک الجمعہ والجماعت آتے ہیں، بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے ایسے ہی لوگ اکثر اس بزم شریف کا تو اس قدر اہتمام والتزام کرتے ہیں کہ اگر ایک بار بھی ترک ہو جائے یا مثلاً اگر کسی شخص سے کوئی امر ان امور سے مع اچھا جانتے اُس امر کے محض مستحب جان کر ترک ہو جائے موجبِ گناہِ عظیم اور عقابِ الیم سمجھتے ہیں حالانکہ امر مستحب کے ترک سے کسی کے نزدیک کوئی گنہگار نہیں ہوتا اور ترکِ جمعہ وجماعت اور کٹوانے ریش سے خلافِ سنت اور ٹخنے سے نیچے پاجامہ رکھنے اور زیور زر وسیم اور لباس ریشمیں پہننے سے زنہار زنہار بالکل نہیں ڈرتے اور احکام شریعت کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے باآنکہ ارتکاب اِن امور کا لاریب گناہِ عظیم اور موجبِ عقابِ الیم ہے اور ناراضگی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امورِ مذکور سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔ کما فی "المشکوٰۃ": عن ابن عمر وأبي هريرة رضی اللہ عنهما أنهما قالا: سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على أعواد منبره: «لينتهين أقوام عن ودعهم الجمعات أو ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين». رواه مسلم.[1]

وأخرج مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لقوم يتخلفون عن الجمعة لقد هممت أن آمر رجلاً يصلي بالناس ثم أحرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم».[2]

وأخرج البخاری رحمه الله عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها ثم آمر رجلاً فيؤم الناس ثم أخالف إلى رجال»[3].

(1)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الجمعة، باب وجوبها، الفصل الأول، ۲/۲۶۶، الحدیث: ۱۳۷۰)

(2)۔۔:(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجمعۃ، ۱/۶۵۲، الحدیث: ۲۵۳)

(3)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب صلاۃ الجمعۃ، ۱/۱۵۷، الحدیث: ۶۴۴)

وفی روایةٍ: «لا یشھدون الصلوٰہ فأُحرِق علیھم بیوتھم والذی نفسی بیدہ لو یعلم أحدھم أنہ یجد عرقاً سمیناً أو مرماتین حسنتین شھد العشاء».(1)

وفی "المشکوٰۃ": وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «خالفوا المشرکین: أوفروا اللحی وأحفوا الشوارب». وفي روایة: «أنھکوا الشوارب وأعفوا اللحی». متفق علیہ.(2)

وقال اللہ تعالی: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [پ:۲۵، النساء، ۶۵

وقال اللہ تعالی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . [پ:۲۱، الاحزاب، ۲۱

وأخرج أبو داود وابن ماجة عن أبی سعیدٍ الخدری رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: «أُزرة المؤمن إلی أنصاف ساقیہ لا جناح علیہ ما بینہ وبین الکعبین وما أسفل من الکعبین في النار یقول ثلاثا لا ینظر اللہ إلی من جرَّ إزارہ بطراً».(3)

وأخرج ابن ماجة وأبو داود والنسائی عن سالم عن أبیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: «الإسبال في الإزار والقمیص والعمامة من جرّ منھا شیئاً خیلاء لم ینظر اللہ إلیہ یوم القیامة».(4)

وأخرج أبو داود: عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(1)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب فی الخصومات، باب إخراج أھل المعاصی، ۱۰۳/۲، الحدیث: ۲۴۲۰)

(2)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ۱۲۸/۳، الحدیث: ۴۴۲۱)

(3)۔۔:(سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الإزار، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۴۰۹۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب موضع الإزار أین ھو، ۱۶۹/۴، الحدیث: ۳۵۷۳)

(4)۔۔:(سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب طول القمیص أین ھو، ۱۷۱/۴، ۱۷۰، الحدیث: ۳۵۷۶۔ سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الإزار، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۴۰۹۳۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب اسبال الإزار، ۲۲۰/۷، الحدیث: ۵۳۴۴)

قال: «من أحب أن يحلق حبيبه حلقة من نار فليحلقه حلقة من ذهب ومن أحب أن يطوق حبيبه طوقاً من نار فليطوقه طوقاً من ذهب ومن أحب أن يسور حبيبه سواراً من نار فليسوّره سواراً من ذهب».(1)

وفى "المشکوٰۃ": عن عقبة بن عامر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمنع أهل الحلية والحرير ويقول: «إن كنتم تحبون حلية الجنة وحريرها فلا تلبسوها في الدنيا». رواه النسائي.(2)

وأخرج أبو داود والنسائى عن على كرم الله وجهه أن النبى صلى الله عليه وسلم أخذ حريراً فجعله في يمينه وأخذ ذهباً فجعله في شماله ثم قال: «إن هذين حرام على ذكور أمتي».(3)

وأخرج الترمذى عن بريدة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم قال: لرجلٍ عليه خاتم من شبه مالي أجد منك ريح الأصنام ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب فقال: «مالي أرى عليك حلية أهل الجنة، قال: من أي شيء أتخذه؟ قال: من ورق ولا تتمه مثقالاً».(4)

وأخرج المسلم عن أم سلمة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من شرب في إناء من ذهب أو فضة فإنما يجرجر في بطنه ناراً من جهنم».(5)

چنانچہ "مشکوٰۃ شریف" میں ہے عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے یہ دونوں

---

(1)۔۔:(سنن أبي داؤد، كتاب الخاتم، باب ماجاء في الذهب النساء، ۴/ ۲۸۱، الحديث: ۴۲۳۶)

(2)۔۔:(مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ۴/ ۱۲۵، الحديث: ۴۴۰۴)

(3)۔۔:(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب فى الحرير للنساء، ۴/ ۲۱۴، الحديث: ۴۰۵۷۔سنن نسائى، كتاب الزينة، باب اسبال الإزار، ۷/ ۱۶۸، ۱۶۷، الحديث: ۵۱۵۴)

(4)۔۔:(سنن ترمذی، كتاب اللباس، باب ماجاء في الخاتم الحديد، ۲/ ۲۱۰، ۲۰۹، الحديث: ۱۷۸۵)

(5)۔۔:(صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة، ۳/ ۱۶۳۵، الحديث: ۲۰۶۵)

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر یہ ارشاد فرمارہے تھے: چاہیے کہ باز رہیں لوگ جمعہ اور جماعت کے چھوڑنے سے، ورنہ اللہ اُن کے دلوں پر غفلت کی مہر لگادے گا اور وہ غافلوں کی جماعت سے ہو جائیں گے۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے۔

اور ''صحیح مسلم'' ہی میں ہے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: اُس قوم کو جو نمازِ جمعہ سے پچھڑ جاتی تھی میں قصد کرتا ہوں اِس امر کا کہ کسی کو نماز پڑھانے کھڑا کر جاؤں اور جو جمعہ کی نماز کو نہیں آئے ہیں اُن کے اوپر اُن کے گھروں میں آگ لگادوں۔

اور ''بخاری شریف'' میں ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو نماز پڑھانے پر قائم کر کے اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز کو نہیں حاضر ہوئے، اُن پر اُن کے گھروں میں آگ لگادوں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری ہے اگر اُن میں سے کسی کو اس بات کا علم ہو جائے کہ ایک موٹی ہڈی یا دو اچھی کھری بکری کی ہم کو مل جائیں گی تو ضرور عشاء کی نماز تک میں حاضر ہوں۔

اور ''مشکوٰۃ'' میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: مخالفت کرو مشرکوں کی اور پست کرو مونچھوں کو اور دوسری روایت میں ہے: بہت پست کرو مونچھوں اور چھٹکاؤ داڑھیوں کو۔ یہ دونوں حدیثیں متفق علیہ بخاری و مسلم ہیں۔

اور اللہ جلّ شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: قسم ہے رب تیرے کی! اے ہمارے محبوب! نہیں مومن کامل ہوں گے یہ لوگ جب تک نہ منصف بنالیں وہ آپ کو اپنے تمام معاملات کا جن میں باہم جھگڑا واقع ہو اور پھر آپ کے حکم پر عمل کرنے میں دل میں بھی تنگی نہ پائیں اور اُس پر گردن تسلیم جھکاتے نظر آئیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تم کو اسوہ حسنہ اور چال چلن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا کافی ہے۔

اور "ابوداؤد" اور "ابن ماجہ" میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے: تہبند مومنوں کے آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے اور اگر ٹخنے سے اوپر تک رہیں تو کوئی گناہ نہیں اور جس قدر ٹخنے سے نیچا ہو وہ مستحق عذابِ جہنم ہے۔ یہ وعید آپ نے تین دفعہ بیان فرمایا، پھر فرمایا کہ جو شخص اِترا کر اپنے تہبندوں کو گھسٹتا رکھے قیامت کے دن اللہ اُس کو نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔

اور "ابنِ ماجہ" اور "ابوداؤد" اور "نسائی" میں ہے: حضرت ثعلب اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: آدھی پنڈلی سے نیچا رکھنے اور ٹخنے سے نیچا چھٹکانے کا حکم تہبند اور کُرتا اور عمامہ میں یکساں ہے جو شخص بطریقِ تکبر کسی بھی کپڑے کو ٹخنے سے نیچا چھٹکائے رکھے اللہ اُس کی طرف قیامت کے دن نگاہ بھر کر نہ دیکھے گا۔

"ابوداؤد" میں ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص دوست رکھے کہ اپنے پیارے کو ہنسلی یا ہار یا کنگن جہنم کی آگ سے پہناتے اُس کو چاہیے کہ سونے کی چیزوں سے اپنے پیارے کو پہنائے۔ (خواہ وہ پیارا مرد ہفتاد سالہ ہو خواہ جوان خواہ لڑکا شیر خوار)

اور "مشکوٰۃ" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور اور ریشم پہننے والوں کو منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور ریشم پہننے کو دوست رکھتے ہو تو دنیا میں نہ پہنو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

اور "نسائی وابوداؤد" میں ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونے کو لے کر فرمایا کہ یہ دونوں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔

اور ''ترمذی'' میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو جس کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بُو پاتا ہوں اُس نے اس کو پھینک دیا اور لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا۔ آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تیرے اوپر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں اُس نے اُس کو بھی پھینک دیا اور عرض کیا کہ پھر میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپ نے فرمایا چاندی کی جو ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ نہ ہو۔

اور ''مسلم شریف'' میں ہے: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سونے یا چاندی کے برتن سے یا برتن میں کھائے پیئے اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ جوش مارے گی۔

لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس بزم شریف سے کہ جو خاصۂ لحبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی جاتی ہے مشرف ہوں اگر کوئی امر منکر اِن امورِ مذکور سے یا سوا اِن کے اِس محفل شریف میں پائیں بمقتضائے محبتِ رسول اللہ اور اتباعِ سنتِ نبی اللہ، برائی اُس کی سب کو کہہ سنائیں اور اگر خود مرتکب کسی امر کے اِن امورِ مذکورہ سے ہوں تو باقتضائے محبت اور رسول کے تائب ہو کر پورے پورے محبِ دینی اور پیرو سنتِ مصطفوی بن جائیں اور نیز جملہ متعاملین بزمِ ہذا پر واجب ہے کہ اگر کسی کے دل میں اعتقادِ وجوب یا فرضیت کسی امر کا اِن امورِ مذکور سے یا اِن جملہ امور کا بھمیں ہیئتِ کذائی ہو تائب ہو کر اپنے عقیدہ کو مطابق ساتھ عقائد اہلِ تسنّن خصوصاً ساتھ عقیدہ علماءِ حرمین مکرّمین کے -- کہ جو پیشوا جملہ اہلِ تسنّن ہیں- کر کے پورے پورے سنّی متبع سُنَنِ نبی الاُمی صلی اللہ علیہ وسلم بن جائیں اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر طریقِ متوسط اور صراطِ مستقیم پر استقامت فرمائیں اور ساتھ اختیار کرنے عقیدہ وجوب و فرضیت امورِ مذکور عند اللہ و عند الرّسول آثم و گنہگار نہ ہوں؛ اس واسطے کہ فقہاء محققین نے لکھا ہے کہ امر مستحب کو فرض یا واجب عقیدہ کرنے سے وہ امر مستحب موجبِ گناہ عظیم ہو جاتا ہے۔ **کما ہو ظاہر من آخر مقدمۃ الثالث.**

باب سوم

بیان دلائل امور متعاملہ حرمین شریفین میں درمیان اس بزم شریف کے

"اعلم ثبتک اللہ علی السنۃ السنیۃ والطریقۃ المستقیمۃ"

محفلِ مولود شریف جو عبارت ہے بیانِ احوالِ ولادتِ باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بموجبِ روایات صحیحہ کے بلاارتکابِ منہیاتِ شرعیہ وبدعاتِ نامرضیہ اور بیانِ حلیہ شریف اور حالاتِ رضاعت اور معجزات سے نظماً ونثراً اور نعت ومدح خوانی حضور صلی اللہ علیہ رب الغفور سے بیانِ شانِ نبوت میں درمیان جماعت کثیرہ کے بالحانِ خوش بلارعایتِ الحانِ موسیقی، تال سرگٹکری وغیرہ کے معہ اطعام طعام یا تقسیم شیرینی وغیرہ بغرض بھیجنے ہدیہ ثواب کے حضور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نیز ساتھ اظہارِ فرح وسرورِ ولادتِ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہیا کرنے سامانِ فرحت ونشاط مثلِ فرشِ فروش وانتشار اور چھڑکنے گل وگلاب وعطریات وغیرہ کے معہ تعینِ قیام کے بوقتِ ذکرِ ولادت سیّد الانام ثابت ہے۔

ہر ہر فرد اس کا بعض بکتاب وسنت وبعض باجماعِ اُمت لیکن سنت ہونا ذکرِ احوالِ ولادتِ باسعادت اور احوالِ رضاعت ومعجزات وغیرہ احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس ثابت ہے کتاب سے؛ اس واسطہ کہ خداوند کریم جلّ جلالہ وعمّ نوالہ اپنے حبیب کو فرماتا ہے: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [پ:۳۰، الضحیٰ، ۱۱]

اور "تفسیر عزیزی" میں ماتحت آیۃ مذکور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں

کو جو اپنے اوپر اور اپنے وابستوں پر ہوں ان کو ظاہر کرنا اور کہہ سُنانا سنت ہے۔ (1)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [پ:۸، الاعراف، ۶۹

وفی "تفسیر البیضاوی": لکي یفضي بکم ذکر النعم إلی شکرها المؤدي إلی الفلاح. (2)

ذکر کرو نعمتوں اللہ کا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور تفسیر بیضاوی میں ہے: اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو، تاکہ وہ ذکر باعث ہو اور ادائے شکر کا جو سبب ہے، حاصل کرنے بھلائی اور نجات کا۔

اور چونکہ سب نعمتوں سے بڑی نعمت مومنوں کے واسطے ظہورِ نورِ حضور صلی علیہ رب الغفور ہے جس کا سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہونا کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں؛ لہٰذا بموجبِ آیۃ مذکور ذکر کرنا احوالِ ولادتِ باسعادت حضور صلی علیہ رب الغفور کا معہ دیگر حالات متعلقہ حضور، اعظم سنت ہوا اور بیان کرنا احوال اس نعمت کا بسببِ غایت عظمت اس نعمت کے بیان حالات تمام نعمتوں پر مقدم اور نیز ثابت ہے ذکر کرنا حالاتِ حضور کا بموجبِ احادیث صحیحہ۔

دیکھو! "بخاری شریف" میں ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «والذی نفسی بیدہ لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ».

وأیضاً فی البخاری بروایۃٍ أُخری قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین». (3)

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک اُس کو اپنے ماں اور باپ اور اولاد سے زیادہ مجھ سے محبت نہ ہو۔

---

(1)۔۔:(تفسیر عزیزی، سورۃ الضحی، تحت الآیۃ: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ، ۴/۲۲۶)

(2)۔۔:(أنوار التنزیل وأسرار التأویل، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ، ۳/۲۷۵)

(3)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ۱/۱۲، الحدیث:۱۵-۱۴)

اور نیز "بخاری شریف" میں ہے بروایت دیگر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں ایماندار ہو سکتا تم میں سے کوئی جب تک ماں باپ واولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ اس کو مجھ سے محبت نہ ہو۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ نشانی کثرت محبت کی کثرتِ ذکرِ محبوب ہے اور اطمینان پکڑنا ساتھ کثرت سننے سنانے ذکرِ حبیب کے۔ کما فی "الشفاء" لقاضی عیاض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «من أحب شيئاً أكثر ذكره» (1)

و أيضا فی "الشفاء" لقاضی عیاض عن مجاهد فی قوله تعالیٰ: أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ [پ:۱۳، الرعد، ۲۸] قال: بمحمد صلى الله عليه وسلم. (2)

چنانچہ "شفاء شریف" میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص کو کسی سے زیادہ محبت ہو تو وہ اس کا اکثر ذکر کرتا رہتا ہے۔

اور حضرت مجاہد اور صاحبِ تفسیر حسینی بحوالہ "فصولِ ابن عتیبہ رضی اللہ عنہ" نقل فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ کے یہ معنی ہیں کہ ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومنوں کے دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ (3)

و نیز ثابت ہے ذکر کرنا جمیع احوالِ متعلقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیان جمعِ کثیر کے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بموجبِ حدیث صحیح۔ کما فی "المشکوٰۃ":
عن ابن عباس رضی الله عنه قال: جلس ناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج حتى إذا دنیٰ منهم سمعهم يتذاكرون، قال بعضهم: إن الله اتخذ إبراهيم خليلاً وقال آخر: موسیٰ كلّمه وقال آخر: عيسیٰ كلمة الله وروحه، وقال آخر: آدم اصطفاه الله

---

(1)۔۔: (کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی: فیما یجب علی الأنام من حقوقه، الباب الثانی: فی لزوم محبته، فصل فی علامة محبته، ص: ۲۵۰)
(2)۔۔: (کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الاول: فیما یجب فی تعظیم العلی الاعلی، الباب الاول: فی ثنا الله، الفصل الاول، ص: ۲۶)
(3)۔۔: (تفسیر قادری اردو ترجمه تفسیر حسینی، الرعد، آیة: ۱، ۲۸/ ۴۸۰)

فخرج علیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال: «قد سمعت کلامکم وعجبکم أن ابراهیم خلیل الله وهو کذلک وموسیٰ نجی الله وهو کذلک وعیسیٰ روحه وکلمته وهو کذلک وأدم اصطفاه الله وهو کذلک ألا وأنا حبیب الله ولا فخر وأنا حامل لواء الحمد یوم القیامة تحته ادم ومن دونه ولا فخر وأنا أول شافع وأول مشفع یوم القیامة ولا فخر وأنا أول من یحرک حلق الجنة فیفتح الله لی فید خلنیها ومعنی فقراء المؤمنین ولا فخر وأنا أکرم الأولین والأخرین علی الله ولا فخر». رواه الترمذی والدارمی.

وأیضاً وفیه عن العرباض ابن ساریة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه قال: «إنی عند الله مکتوب خاتم النبیین وأن آدم لمنجدل فی طینة وسأخبرکم بأول أمری دعوة إبراهیم وبشارة عیسیٰ ورؤیا أمی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لها نور أضاء لها منه قصور الشام». رواه فی "شرح السنة"

ورواه أحمد عن أبی أمامة من قوله: سأخبرکم إلی اخره، والبزار والطبرانی والحاکم والبیهقی وابن حبان وذکره القسطلانی فی "المواهب اللدنیة".[1]

چنانچہ "مشکوٰۃ" میں ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اُنہوں نے: بہت سے آدمی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھے ہوئے تھے یکایک اُن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے سنا کہ بعض صحابہ کہہ رہے ہیں کہ بیشک اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا اور بعض کی زبان پر یہ تذکرہ تھا کہ اللہ جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور کچھ سرگرم اس مقولہ کے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور بعض کی زبان پر یہ لفظ تھے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنا پسندیدہ اور برگزیدہ بنالیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے کلام کو۔ جو تعجب سے کررہے ہو۔ سنا بیشک ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ اور پر عیسیٰ اور آدم علیہم السلام ایسے ہی تھ جیسا کہ تم کہہ رہے ہو مگر میں بلا فخر کہتا ہوں کہ میں حبیب اللہ ہوں اور میں اُٹھانے والا

(1) ــــ: (مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ، الفصل الثانی، ۲/۳۵۶، الحدیث: ۵۷۵۹-۵۷۶۰-۵۷۶۲)

قیامت کے دن لواء حمد کا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اُن کے ماسوا تمام پیغمبر کھڑے ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں بلا فخر وہ ہوں کہ سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور میں بلا فخر کہتا ہوں کہ جو سب سے اول کنڈی جنت کی کھڑ کھڑائے اور اُس کے واسطے دروازہ جنت کھول دیا جائے وہ میں ہی ہوں پھر مجھ کو اللہ جلّ شانہ جنت میں اس شان سے داخل کرے کہ میرے ساتھ تمام مومن محتاج ہوں اور میں تمام پہلے اور پچھلوں سے اللہ کے نزدیک بزرگ زیادہ ہوں۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے۔

اور ''مشکوٰۃ'' ہی میں ہے ''شرح السنۃ'' سے: حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے کیچڑ میں گُندھے ہوئے تھے اور میرا خطاب اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور میں تم کو خبر دیتا ہوں اپنی ابتدا سے، میں ہی ہوں نتیجہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اور وہ میں ہی ہوں جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی اور میں ہی ہوں نتیجہ اُس خواب کا جو میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا۔

قسطلانی میں ہے کہ اُن سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس کی روشنی سے شام تک کے محل روشن ہو گئے اور اسی حدیث کو «سأخبركم» سے اخیر تک۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور بزار اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی اور ابن حبان حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

دیکھو حدیثِ ہذا صاف دالّ ہے اس امر پر کہ آپ نے خود اپنا ذکرِ ولادت صحابہ کے سامنے بیان فرمایا اور جب بموجبِ احادیثِ منقولہ ثابت ہو چکا ذکر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بنفسِ نفیس احوالِ کرامت مآل اپنی ولادت وغیرہ کا پس لاریب ذکر کرنا حالاتِ کرامت آیات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت کے واسطے بھی سنت ہوگا اس واسطے کہ سنت شے ثابت بقول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تو نام ہے۔ کمافی "الدر المختار":

وعرّفها الشمني بما ثبت بقوله عليه الصلاة والسلام أو بفعله. انتهى (1)

حالاں کہ بموجبِ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ تو صراحۃً بدلالتِ قرینہ حال وقال امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوتا ہے صحابہ کو واسطے ذکر کرنے حالات شانِ نبوت وعظمت شانِ رسالت کے۔

چنانچہ مصرّح امر ہذا یہ روایات موجود ہیں: أخرج البخاری عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «بعثت من خير قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتى كنت من القران الذی كنت فيه». (2)

وأخرج مسلم عن واثلة ابن الأسقع، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن الله اصطفى من ولد إبراهيم إسمعيل واصطفى من ولد إسمعيل بنی كنانة واصطفى من بنی كنانة قريشاً واصطفى من قريش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم». (3)

وكذا أخرجه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح. (4)

وروى فی "التنوير فی مولد البشير" عن ابن عباس رضی الله عنه: أنه كان يحدث ذات يوم فی بيته وقائع ولادته صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم لقوم فيستبشرون ويحمدون الله تعالىٰ ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام فإذا جاء النبی صلى الله عليه واله وسلم، قال: «حلت لكم شفاعتی».

وعن أبی الدرداء رضی الله عنه أنه مر مع النبی صلى الله عليه واله وسلم إلى بيت عامر الأنصاری وكان يعلم وقائع ولادته صلى الله عليه واله وسلم لأبنائه وعشيرته ويقول هذا اليوم هذا اليوم فقال عليه الصلاة والسلام: «إن الله فتح لک أبواب الرحمة

---

(1)۔۔: (الدر المختار، كتاب الطهارة، ۱/۱۰۴)

(2)۔۔: (صحیح بخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی، ۲/۲۲۶۴، الحديث: ۳۵۵۷)

(3)۔۔: (صحیح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی وتسليم الحجر قبل النبوة، ۴/۲۲۶۴، الحديث: ۲۲۷۶)

(4)۔۔: (سنن ترمذی، كتاب الفضائل، باب فی فضل النبی، ۴/۲۲۰۴، الحديث: ۳۶۰۵)

والملائکة یستغفرون لک ومَن فَعَل فعلک نجا نجاتک».[1]

"بخاری شریف" میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میں بھیجا گیا ہوں بہترین زمانوں میں زمانوں بنی آدم سے جو ایک سے ایک بہتر تھا یہاں تک کہ ظاہر ہوا میں سب سے بہتر زمانہ میں۔

اور "مسلم شریف" میں واثلۃ ابن اسقع رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بیشک اللہ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے پسند فرمالیا اسمٰعیل علیہ السلام کو اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے پسند فرمالیا بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے پسند فرمالیا قریش کو اور قریش میں سے پسند فرمالیا بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے پسند فرمالیا مجھ کو۔

اِسی طرح یہ حدیث "ترمذی شریف" میں ہے اور علامہ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

"تنویر فی مولد البشیر" میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کے واقعاتِ ولادت بیان فرمارہے تھے اور اظہارِ مسرت اور خوشی کر کر کے اللہ عزّوجلّ کا شکر بجالارہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے، ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف گزر ہوا، ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ ولادت سکھارہے تھے اور فرمارہے تھے کہ یہی دن تھا یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضور اس عالمِ دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بیشک اللہ عزّوجلّ نے

---

(1)۔۔: (الدر المکنون فی الاحتفال بمولد النبی الامین المامون، الحفلات لذکر میلاد الرسول واظہار السرور۔۔۔، ص۳۹، بتغیرٍ)

تمہارے واسطے دروازے رحمت کے کھول دیئے اور کُل فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص تمہارا سا کام کرے گا وہ تمہارا ہی سا مرتبہ پائے گا۔

علاوہ بریں ذکر کرنا اِن جملہ اذکارِ مذکور حضور صلّی علیہ ربُّ الغفور کا ثابت ہے زمانِ صحابہ کرام سے درمیان جماعت کے الی یومنا ہذا رضی اللہ عنہم کس واسطے کہ اگر صحابہ کرام ذکرِ اِن اذکار کا نہ فرماتے تو یہ اذکار کرامت آثار ہم تک کیونکر پہونچتے اور عظمتِ بیان نبوی کہ دار و مدارِ ایمان ہے ہمارے دلوں میں کیوں کر جائے گیر ہوتی۔

چنانچہ دیکھ لو کہ جمیع کتبِ حدیث و سیر بیانِ حالاتِ حضور ﷺ میں زمانِ ولادت سے زمانِ وفات تک نظماً و نثراً مملو و مشحون ہیں اور محدّثین سلف و خلف جماعۃً فجماعۃً اِن حالات کو بطورِ وعظ اور بطورِ تدریس درمیان جمع کثیر کے بیان کرتے چلے آئے ہیں و لیکن نعت اور مدح خوانی حضور صلّی علیہ ربُّ غفور کا بیانِ شانِ نبوت وغیرہ میں بآواز خوش بلا رعایتِ الحان موسیقی تردید صوت و تال سر کٹگڑی کے واسطے اظہارِ فرحت و مسرت و عظمت شانِ نبوت ثابت ہے بموجبِ احادیثِ صحیحہ و روایاتِ فقہیہ اور اقوالِ علماء ملت مرتضویہ کے اِس واسطے کہ صحاح میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کفار کے قبائح درمیان جمع کثیر کے منبر پر اشعار میں درمیان مسجد کے پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش ہوا کرتے تھے بلکہ بارہا امر فرما کر پڑھوایا کرتے تھے۔ كما أخرج مسلم عن عائشة رضي الله تعالي عنها قالت: فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَّانَ «إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ» وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَاشْتَفَى» قَالَ حَسَّانُ: (1)

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ — وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

وَقَالَ اللهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا — يَقُولُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ

---

(1)۔۔۔(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴/۲۶، الحدیث: ۲۴۹۰)

وَقَالَ اللهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

وَجِبْرِيلُ رَسُولُ اللهِ فِينَا وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

وقال الحافظ ابن عساکر: کان جهاده بشعره.(1)

چنانچہ ”مسلم شریف“ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ حضرت حسان سے فرمارہے تھے کہ بیشک روح القدس ہمیشہ تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک تم اللہ اور رسول کی جانب سے جواب دیتے رہتے ہو اور ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ حسان نے کافروں کی ہجو کر کے شفا پائی اور شفاء حاصل کی۔ من جملہ نعتوں حسان رضی اللہ عنہ کے ایک یہ نعت ہے:

ہجو کی تو نے شہ دیں کی دیا میں نے جواب
جس میں اللہ کی جانب سے ملا مجھ کو ثواب
کہا اللہ نے لشکر ہے نبی کا خوش رو
جنگجو لشکر انصار کریم و خوش خو
ہم نے بھیجا ہے وہ بندہ کہ جو حق کہتا ہے
راہِ حق میں وہ سدا رنج و محن سہتا ہے
میں نے اور قوم نے میری کی تصدیق ان کی
تم نے اے کافروں جس وقت کی تکذیب ان کی
ہم میں جبریل ہیں وہ جو کہ امین اللہ ہیں
روح قدسی ہیں وہ بے کفو و کلیم اللہ ہیں

اور حافظ ابنِ عساکر فرماتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جہاد ہی شعروں کے ساتھ تھا۔

---

(1)۔۔۔(الوافی بالوفیات: تحت حسان بن ثابت، ۲۷۱/۱۱)

اور چند اشعار بھی من جملہ اُن اشعار کے کہ جو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور بیانِ توحیدِ خدا تعالیٰ میں پڑھتے تھے شاہد بر مدّعا نقل کئے جاتے ہیں:

حیث قال رضی اللہ عنہ فی دیوانہ:

أبیات:

وشق له من إسمه ليجلّه
فذو العرش محمود وهذا محمد
نبى أتانا بعد ياس و فترةٍ
من الرّسل والأوثان فى الأرض تعبد
فأمسى سراجا مستنيرا و هاديا
يلوح كما لاح الصقيل المهند
وانذرنا نارا و بشّر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد
وأنت إله الخلق ربى و خالقى
بذالک ما عمرت فى الناس أشهد
تعاليت رب الناس عن قول من دعا
سواک إلاهاً أنت أعلىٰ و أمجد[1]

حضرت حسان بن ثابت اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

ابیات:

نام سے اپنے خدا نے رکھا نام اُس شہ کا

(1)۔۔:(دیوان حسان بن ثابت الأنصاری (مع شرحہ)، قافیۃ الدّال، من الکامل الأول، ص: ۱۳۱، ۱۳۲)

وہ ہے محمود محمد ہیں میرے بدر دجیٰ
جب نہ تھی آس ہدایت کی وہ آئے ہم میں
پوجے جاتے تھے بہت بت تھے موحد غم میں
وہ ہدایت کے چراغ اور وہ ہادی رہبر
ہندی تلوار کی مانند چمکتے یکسر
ہم کو دوزخ سے ڈرایا اور سکھایا اسلام
مژدۂ خلد سنایا فلہ الحمد مدام
شکر ہے تیرا میرے خالق وسب عالم
جب تلک زندہ ہوں میں اور رہے نسل آدم
کافر اور مشرکوں کی تہمتوں سے پاک ہے تو
ساری مخلوق سے ہاں برتر و بیباک ہے تو

وأخرج مسلم «عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ مَرَّ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: «أَنْشُدُكَ اللهَ أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَجِبْ عَنِّي اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ قَالَ: اللَّهُمَّ نَعَمْ»(1)

وأخرج مسلم عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ حَسَنُ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رُوَيْدًا يَا أَنْجَشَةُ! لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ» يَعْنِي قال قتادة: ضَعَفَةَ النِّسَاءِ. وكذا رواه البخاری.(2)

---

(1)ـــ: (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴/۲۶ ۴ ، الحدیث: ۲۴۸۵)

(2)ـــ: (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب رَحْمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ، ۴/۲۶ ۴ ، الحدیث: ۲۳۲۳)

وأخرج البخاری عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:
خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَا عَامِرُ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا　　فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا　　وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا　　وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هَذَا السَّائِقُ؟ قَالُوا: عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ، قَالَ: يَرْحَمُهُ اللهُ». (1)

وفی "ردالمحتار": قال فی "التتارخانية" قرأة الأشعار إن لم يكن فيها ذكر الفسق والغلام ونحوه لاتكره. (2)

اور ''مسلم شریف''میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے کہ یکایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنکلے اور نظرِ عتاب یا تعجب سے حضرت حسان کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت حسان نے عرض کیا کہ میں اس مسجد میں ان شعروں کو اُن کے سامنے پڑھا کرتا تھا جو تم سے بہت بہتر تھے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ ابوہریرہ تم کو خدا کی قسم ہے کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ فرماتے تھے کہ کافروں کو میری طرف سے جواب دو پھر فرماتے اے میرے اللہ! میرے حسان کی روح القدس کے ساتھ مدد کر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا بیشک سنا ہے۔

اور نیز ''مسلم''میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

---

(1)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر ،۳/۷۱، الحدیث:۴۱۹۶)
(2)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الحضر والاباحة، ۹/۵۷۸)

علیہ وسلم کے انجشہ نامی ایک خوش آواز حدی پڑھنے والے تھے ایک رات وہ سفر میں اونٹوں کے ساتھ جس قافلہ میں عورتیں بھی ساتھ تھیں اشعار بطریق حُدی کے پڑھتے جاتے تھے۔ آپ نے اُن کو ارشاد فرمایا: اے انجشہ! بس کرو اور اپنے درد آمیز شعروں سے عورتوں کے دل جو ضعیف مثل شیشوں کے ہوتے ہیں نہ توڑو۔ اسی طرح یہ حدیث "بخاری شریف" میں ہے۔

اور نیز "بخاری شریف" میں ہے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک رات خیبر کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہم جا رہے تھے۔ ایک شخص نے میرے بھائی عامر ابن اکوع سے کہ جو بڑے شاعر تھے کہا کہ کچھ اپنے شعر نہیں سناتے؟ وہ اونٹ سے اُترے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ منظوم:

نہ پاتے ہم ہدایت جو نہ ہوتے تم میرے مولا
نہ ہم تصدیق کرتے اور نہ پڑھتے ہم نماز اصلا
میں قرباں تجھ پہ ہم کو بخش دے جب تک ہیں ہم پیرو
نبی کے اور رکھ ثابت قدم وقت جہاد اللہ
تسلی اور سکونِ دل عطا کر ہم کو اے خالق
بلاتے تو نے جب حاضر تھے ہم رہ میں تیرے مولا
کہ جب آتے ہیں چڑھ کر ہم پہ وہ روتے ہی آتے ہیں

اُن کے اشعار سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان پر رحمت کی جھڑی لگا دے۔

اور "ردالمختار" میں ہے "فتاویٰ تاتارخانیہ" سے کہ اگر شعروں میں فسق وفجور اور خط وخال لڑکوں کا ذکر نہ ہو تو ان کا پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔

اور حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بہترویں مکتوب جلد سوئم اپنے "مکتوبات" میں

تحریر فرماتے ہیں:

"در نفس قرآن خواندن بصوت حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چه مضائقه است۔الخ"(1)

[یعنی،] خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید اور نعت اور منقبت اور قصائد وغیرہ پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔

ولیکن تقسیم طعام وشیرینی وغیرہ ایصالاً للثواب الی حضرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ ایصالاً للثواب لجمیع المومنین معہ ایصالِ ثواب تلاوت قرآن مع اجتماع مردم وتقرر یوم بلانیت وجوب تعیین یوم پس مستحب ومستحسن ہونا اس کا ثابت ہے باجماع علماء بموجب تحریر مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ ودیگر فقہاء کے۔

چنانچہ مولانا ممدوح بجواب اعتراض مولوی عبد الحکیم پنجابی مرحوم کہ تقریر اس کی یہ ہے:

"عرس بزرگان خودبرخود مثل فرض دانسته سال بسال برمقبره اجتماع کرده طعام وشیرینی درانجا تقسیم کرده مقابررا وثنا یعبد میکنند۔ افتا بحرمت بقرۂ مذکور بسیار تعجب بدیں طور تحریر فرماتے ہیں ۔ قوله عرس بزرگان خود را الخ ایں طعن مبنی است برجہل به احوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره را ہیچ کس فرض نمیداند آرے تبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بامداد ثواب وتلاوتِ قرآن ودعاء خیر وتقسیم طعام شیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعین روز عرس برائے آنست که آنر وزمذکر انتقال ایشاں میباشد از دارالعمل بدارالثوب والاہر روز که ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات است وخلف را لازم است که سلفِ خود را بایں نوع برواحسان نماید چنانچه

(1)۔۔:(مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب دویست وہفتادم وسوم (۲۷۳)، ص:۲۱)

دراحادیث مذکور است که ولد صالح یدعوله وتلاوت قران واہدائے ثواب را عبادت قراردادن مبنی برکمالِ بلادت وافراطِ جہل است۔ آرے اگر کسے سجدہ وطواف ودعا بنحو یا فلان افعل کذا بعمل آرد مشابہت بعبدۃ الا وثان کردہ باشد وچوں چنیں نیست پس چرا محل طعن باشد۔ انتہی"[1]

اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب بھی اپنے "فتویٰ" میں بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"نذور از قسمِ حلویات واطعمہ پس دراں تفصیل است ۔ یکے آنکہ برائے اولیاء اللہ باشد کہ حق تعالیٰ احسان بایشاں وایصالِ ثواب بایںہاپسندیدہ میداردوازاں جماعۃ امید مکافات بہتر ازیں متوقع است کہ عند اللہ قرب دارند وموردِ عنایت اویند۔ دوم برائے عامۂ مومنین کہ استغفار برائے ایشان وتصدق برائے ایشان ولباس وطعام دادن برائے ثواب ایشاں نیز درجنابِ الٰہی پسندیدہ است چنانچہ درباب تصدق عن المیتہ حدیثے چند وارد شدہ اند۔الخ"[2]

اور یہ تمام مضامین مذکور یعنی جواب شاہ صاحب معہ اعتراضات مولانا عبدالحکیم مرحوم وفتویٰ شاہ رفیع الدین صاحب رسالہ "زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح" میں بہ بسطِ تمام مسطور ہیں اور بموجب تحریر مولانا اسحٰق علیہ الرحمۃ بھی جو اس قسم کا اجتماع کا معہ تقسیم شرینی وغیر ایصالاًللثواب ثابت ہے۔ چنانچہ "مائۃ مسائل" میں مولانا ممدوح بدیں نساں تحریر فرماتے ہیں:

وقیاس عرس برمولودشریف غیر صحیح است کہ زیرا کہ درمولود وذکر ولادت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم است وآں موجبِ فرحت وسرور است ودر شرع اجتماع برائے فرحت وسرور کہ خالی از بدعات ومنکرات باشد آمدہ واجتماع برائے حُزن وسرور ثابت نشدہ وفی الواقع

(1)۔۔: کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔
(2)۔۔: کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔

فرحت مثل فروحت ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دیگر امر نیست پس دیگر امر بریں قیاس صحیح نخواہد شد۔الخ"[1]

اور اصرار مولانا شاہ عبد الرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب تو درباب ایصالِ ثواب طعام الی حضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مطالعہ رسالہ "درالثمین فی مبشرات سیّد الامین" اور رسالہ "انتباہ" سے بغایت وضوح کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ مذکور میں تحریر فرماتے ہیں:

أخبرنی سیدی الوالد قال کنت أصنع به طعاماً وفی رسالة "الإنتباه" قال کنت أصنع فی أیام المولد طعاماً صلة بالنبی صلی الله علیه وسلم فلم یفتح لی سنة عن السنین شئی أصنع به طعاماً فلم أجد إلا حمصاً مقلیاً فقسمته بین الناس فرأیته صلی الله علیه وسلم وبین یدیه هذه الحمص مبتهجاً بشاشاً. إلخ.[2]

وفی "ردالمحتار" ذکر ابن حجر فی "الفتاوی الفقهیة": ذکر ابن حجر في الفتاوی الفقهیة أن الحافظ ابن تیمیة زعم منع إهداء ثواب القراءة للنبي لأن جنابه الرفیع لا یتجرأ علیه إلا بما أذن فیه وهو الصلاة علیه وسؤال الوسیلة له قال وبالغ السبکي وغیره في الرد علیه بأن مثل ذلك لا یحتاج لإذن خاص ألا تری أن ابن عمر کان یعتمر عنه عمرا بعد موته من غیر وصیة وحج ابن الموفق وهو في طبقة الجنید عنه سبعین حجة وختم ابن السراج عنه أکثر من عشرة آلاف ختمة وضحی عنه مثل ذلك اه ،قلت رأیت نحو ذلك بخط مفتي الحنفیة الشهاب أحمد بن الشلبي شیخ صاحب البحر عن شرح الطیبة للنویري ومن جملة مانقله أن ابن عقیل من الحنابلة قال یستحب إهداؤها له اه قلت وقول علمائنا له أن یجعل ثواب عمله لغیره یدخل فیه النبي فإنه أحق بذلك حیث أنقذنا من الضلالة ففي ذلك نوع شکر وإسداء جمیل له والکامل قابل

---

(1)۔۔:رسالہ تک رسائی نہیں ہو سکی۔

(2)۔۔:(در الثمین فی مبشرات النبی الأمین صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث الثانی والعشرون، ص:۱۶۲)

لزيادة الكمال و ما استدل به بعض المانعين من أنه تحصيل الحاصل لأن جميع أعمال أمته في ميزانه يجاب عنه بأنه لا مانع من ذلك فإن الله تعالى أخبرنا بأنه صلى عليه ثم أمرنا بالصلاة عليه بأن نقول اللهم صل على محمد و الله أعلم۔ (1)

خبر دی مجھ کو میرے والد ماجد نے کہ میں زمانہ ذکرِ ولادت میں بغرضِ ثواب پہنچانے کے ہدیۂ خدمت میں جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھلایا کرتا تھا ایک سال مجھ کو بجز بُھنے ہوئے چنوں کے اور کچھ میسر نہ ہوا میں نے بہ نیتِ ایصالِ ثواب حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن چنوں ہی کو لوگوں میں تقسیم کردیا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ نہایت خوش ہو رہے ہیں۔

"ردمحتار" میں ہے کہ "فتاویٰ فقہیہ" میں حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے جو لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے درود اور سلام اور سوال وسیلہ کے قرآن شریف وغیرہ کے ثواب پہنچانے کے ساتھ جرأت نہ کرنا چاہیے، اس واسطے کہ آپ کی جناب کسی کے ثواب پہنچانے کی محتاج نہیں۔ علّامہ سبکی وغیرہ رحمہم اللہ علماءِ کرام نے اس قول کی تردید میں بے حد مبالغہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وصیت حضور ﷺ کے آپ کی طرف سے عمرہ نہیں کیا کرتے تھے؟ اور حضرت ابن الموفق رضی اللہ عنہ نے جو حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر ہیں بلاشک آپ کی طرف سے ستر حج کئے تھے اور حضرت ابن سراج رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں ہدیہ ثواب پہنچانے کی غرض سے دس ہزار سے زیادہ قرآن ختم کئے اور اسی قدر آپ کی طرف سے قربانیاں کیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ شہاب احمد ابن شبلی صاحب "بحر الرائق" کے استاد مفتی احناف کی تحریر میں نے دیکھی کہ وہ "شرح طیبہ نویری" سے نقل فرماتے تھے کہ جو کچھ روایتیں اس امر کے متعلق علامہ نویری نے نقل فرمائی ہیں

---

(1)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، ۹ باب صلوۃ الجنائز، مطلب: فی إهداء ثواب القراءة، ۱۸۲/۳، ۱۸۱)

من جملہ ان کے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابن عقیل حنبلی فرماتے ہیں: مستحب ہے ہدیۂ ثواب عبادات مالی وبدنی کا پیش کرنا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہمارے علماء شافعی جو تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کا ثواب بخشنے کا ہر شخص کے لئے اختیار ہے اس میں بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، بلکہ آپ زیادہ مستحق ہیں کہ مختلف اعمال کے ثواب پہنچانے کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کیا جائے۔

اور وہ جو بعض مانعین نے لکھا ہے کہ تمام امت کے عمل جب آپ کے عمل نامہ میں پہلے ہی سے درج ہیں تو پھر ہمارا ثواب پہنچانا تحصیل حاصل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِي [پ:۲۲، الاحزاب، ۵۶

یعنی اللہ اپنے محبوب پر رحمت بھیجتا رہتا ہے اور اُس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

پھر ہم کو کیوں فرمایا کہ صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [پ:۲۲، الاحزاب، ۵۶

یعنی اے مومنو تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے نزولِ رحمت اور سلامتی کی کرتے رہو۔

پھر کیا تمہارے نزدیک یہ بھی تحصیل حاصل ہے؟

اور وجہ تقسیم شیرینی کی اکثر اوقات اس محفل میں یہ ہے کہ چونکہ یہ محفل محبۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی جاتی ہے، لہٰذا اس میں مہیا کرنا اشیاء محبوبہ حضور صلی علیہ رب الغفور اولیٰ ہے بہ نسبت دیگر اشیاء کے اور شیرینی آپ ﷺ کو بغایت محبوب تھی۔ کما أخرج البخاری والترمذی وابن ماجة: «عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ» هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (1)

---

(1)۔۔:(صحيح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الحلواء والعسل، ۳/۴۵۷، الحديث: ۵۴۳۱، سنن ترمذی، کتاب الأطعمه، بَاب مَا جَاءَ فِي حُبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَل، ۳/۲۶، الحديث: ۱۸۳۱، سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة، باب الحلواء، ۳/۳۹-۴۰، الحديث: ۳۳۲۳)

"بخاری شریف" اور "ترمذی" اور "ابنِ ماجہ" میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز سے خواہ وہ حلوا ہو یا اور کچھ اور شہد سے محبت تھی۔ علاّمہ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علاوہ بریں اتباعاً للنبی الکریم شیرینی ہر ایک مومن کو محبوب ہے۔ کمافی "تفسیر روح البیان": «قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «إن المؤمن حلو یحب الحلاوة».و کذا رواہ فی "مختصر الشافی" و کذا رواہ فی "المسند الخوارزمی". [1]

"تفسیر روح البیان" اور "مختصر شافی" اور "مسند خوارزمی" میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: مومن خود میٹھا ہے اور میٹھی چیز کو ہی دوست رکھتا ہے۔

بناءً علیہ لاریب ھدیة للنبی الکریم وہی چیز اولیٰ اور اصوب ہے کہ جو محبوب حضور وجمیع مومنین ہو، کس واسطے؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡن [پ:۴، آل عمران، ۹۲] (ہر گز تم بھلائی حاصل نہ کروگے جب تک نہ خرچ کرو اس چیز سے جس کو دوست رکھتے ہو)۔

اسی طرح چونکہ خوشبو آپ کو بغایت محبوب تھی؛ اس واسطے ہم بھی اس محفل شریف میں عود سوزی وگلاب پاشی وغیرہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ کما أخرج ابن حجر فی "المنبہات": قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «حُبِّبَ الیَّ من دنیاکم ثلاث: الطیب والنساء وجعلت قرة عینی فی الصلاة». [2]

و أخرج مسلم: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُورٍ يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». [3]

وأخرج الترمذی: عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

---

(1)۔۔: (روح البیان، المائدة، تحت الایة: وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ، باب الحلواء والعسل ، ۳/۴۵۷، الحدیث: ۵۴۳۱)
(2)۔۔: (منبہات ابن حجر عسقلانی، باب الثلاثی، ص: ۲۳)
(3)۔۔: (صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب، باب استعمال المسک، ۴/۱۷۶۶، الحدیث: ۲۲۵۴)

وَسَلَّمَ: «إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ». (1)

"منبہاتِ" ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: مجھ کو تمہاری دنیا سے تین چیزیں مرغوب ہیں: خوشبو کی چیزیں اور حلال عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز ہی میں ہے۔

اور "مسلم شریف" میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر جب خوشبو کے لئے کچھ سلگاتے عود خالص اور کافور ہی سلگایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلگایا کرتے تھے۔

"ترمذی" میں ہے حضرت ابو عثمان ہندی فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب کسی کو تم میں سے ریحان یعنی خوشبو کا پھول دیا جائے تو وہ اُس کو واپس نہ دے اس واسطے کہ وہ جنت کے نکلے ہوئے ہیں۔

علاوہ بریں یہ تمام لوازمات عود سوزی وغیرہ ثابت ہیں بوقتِ ذکرِ احادیثِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجتہدانِ اُمت سے۔ کمافی "الشفاء" لقاضی عیاض: قال مطرف كان إذا أتى الناس مالكا خرجت إليهم الجارية فتقول لهم يقول لكم الشيخ تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا المسائل خرج إليهم وإن قالوا الحديث دخل مغتسله واغتسل وبطيب ولبس ثيابا جددا ولبس ساجه وتعمم ووضع على رأسه رداءه وتلقى له مصة فيخرج فيجلس عليها وعليه الخشوع ولا يزال يبخر بالعود حتى يفرغ من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال غيره ولم يكن يجلس على تلك المنصة إلا إذا حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. انتهى (2)

"شفا" میں ہے: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرمایا مطرف رحمہ اللہ نے کہ

---

(1)۔۔:(سنن ترمذی، کتاب الأدب، بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَدِّ الطِّيبِ، ۳/۵۳۴، الحديث: ۲۷۹۱)

(2)۔۔:(کتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني، الباب الثالث، الفصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة حدیث رسول الله وسنته، ص: ۲۶۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی کچھ پوچھنے کو آتا آپ لونڈی سے فرماتے دریافت کرو کہ کوئی مسئلہ پوچھتا ہے یا حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننا چاہتا ہے؟ اگر وہ مسئلہ پوچھتا تو آپ باہر تشریف لاکر بتادیتے اور اگر حدیث سننا چاہتا غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، عبازیب تن فرماکر عمامہ باندھتے اور اُس پر چادر اوڑھ کر نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ خاص منبر پر رونق افروز ہوتے اور عود اور عنبر سلگاتے جاتے اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے۔ انتھی

لہٰذا بوقتِ خاص ذکرِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوازم یعنی خوشبو سلگانا اور چھڑکنا مستحب ہوا بجہتِ استحباب سلف وپسند کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو کو۔

اوراباحت فرش و فروش ودیگر اسبابِ عیش ونشاط ثابت ہے بعبارۃ النص قرآن مجید سے: کما قال اللہ تعالیٰ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ .[پ:۸، الاعراف، ۳۲

وفی "تفسیر البیضاوی": قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللہ من الثیاب وسائر ما یتجمل بہ التی أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ من النبات کالقطن والکتان والحیوان کالحریر والصوف والمعادن کالدروع والطیبات مِنَ الرزق المستلذات من المآکل والمشارب.(1)

چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فرمادیجئے کون ہے وہ جو حرام کرے اللہ کی دی ہوئی زینت کو جن کو اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور پاک چیزوں کو جو کھانے پینے کی ہیں۔ فرمادیجئے یہ سب نعمتیں حلال ہیں ایمان والوں کے واسطے زندگی دنیا میں اور فقط ایمان والوں ہی کے لئے قیامت کے دن ایسی ہی بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں اُن لوگوں کے واسطے جو عالم ہیں۔

---

(1)۔۔:(أنوار التنزیل وأسرار التأویل، سورۃ الاعراف، الایۃ: ۳۲، تحت الایۃ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللہ، ۱۱/۳)

"تفسیر بیضاوی" میں ہے کہ مراد زینت سے تمام زینت کے کپڑے ہیں خواہ وہ سوتی ہوں یا صوف وغیرہ کے اور خواہ وہ قسم زرہ سے اور پاک رزقوں سے مراد تمام کھانے پینے کی لذت دار چیزیں ہیں اور مفصل بیان اس آیۃ کریمہ کا مقدمہ اول اور کچھ بحث بدعت حسنہ میں ہو چکا۔

اور بہت ظاہر ہے کہ تعظیم ذکرِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعظم شعائرِ اسلام و دلائل محبتِ خیر الانام سے ہے۔

چنانچہ اسی بنا پر حضرت امام ابو شامہ استاذ امام نووی علیہما الرحمۃ اپنی کتاب موسوم "الباعث علیٰ انکار البدع والحوادث" میں بدیں طور تحریر فرماتے ہیں: ومایفعل فی یوم الموافق لیوم مولده صلی الله علیه و سلم من الصدقات و إظهار الزينة والسرور فإن ذلك مع ما فيه من الإحسان مشعر بمحبته صلی الله علیه و سلم و تعظيمه في قلب فاعل ذالک وشکرا لله تعالی علی ما منّ به من إيجاد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم. انتهی (1)

اور چونکہ اُس دن میں جو حضور کی ولادت کے دن خیرات اور صدقات سے کیا جاتا ہے آپ کے حضور میں ثواب پیش کرنے کی نیت سے اور جو کچھ زینت و خوشی اس دن میں کی جاتی ہے علاوہ اس کے کہ اس میں بہت سے نیک کام ہوتے ہیں اس میں تعظیم اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اظہار ہے۔ مومن کے دل سے اور ادائے شکر ہے آپ کی پیدائش کا جو بہت بڑی نعمت ہے مومنوں کے حق میں۔

اور قیام تعظیم سیّد الانام برائے اظہارِ سرور بجوشِ شادمانی میلاد شریف محفلِ میلاد میں خصوصاً بوقتِ ذکرِ ولادتِ خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پس ثابت ہے کتاب اللہ سے؛ اس واسطے کہ یہ قیام بلاشبہ مبالغہ ہے آپ کی تعظیم و اکرام میں اور مبالغہ آپ کی تعظیم و اکرام میں ثابت ہے نص کتاب اللہ سے۔

---

(1)۔۔:(کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، فصل فی اقسام البدعۃ، ص:۹۶،۹۵)

قال القاضی فی "الشفاء": قال اللہ تعالیٰ: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ [پ:۲۶، الفتح، ۸،۹] فأوجب اللہ سبحانه تعزیره وتوقیره وألزم إکرامه وتعظیمه. قال المبرد: وَتُعَزِّرُوهُ تبالغوا فی تعظیمه. انتهی (1)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں فرماتے ہیں فرمایا اللہ جلّ شانہ نے: بیشک گواہ بنا کر بھیجا ہم نے تم کو حالاتِ اُمت کا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا تاکہ ایمان لاؤ تم اللہ اور اللہ کے رسول پر اور مبالغہ کرو تم تعظیم اور توقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

اس آیۃ میں اللہ نے اپنے محبوب کی امتیوں پر تعظیم و توقیر واجب اور لازم فرمادی۔ علاّمہ مبرد فرماتے ہیں کہ معنی وَتُعَزِّرُوهُ کے یہ ہیں کہ اے امتیو! تم پر لازم ہے کہ ہمارے محبوب کی بے حد تعظیم کرو۔

یعنی تعزیر لغتِ اضداد سے ہے۔ کما فی "القاموس": والتعزیر ضرب دون الحد أوهو أشد الضرب والتفخیم والتعظیم ضدّ. (2)

اور یہاں اُس کے معنی تعظیم وتوقیر کے مراد ہیں اور اختیار باب تفعیل اس جگہ بدلالتِ سیاق کلام وقرینہ مقام واسطے مبالغہ کے ہے اس واسطے کہ وہ اکثر واسطے مبالغہ کے آتا ہے: کما هو مشروح فی متون الصرف وفعل للتکثیر غالباً "شافیہ" یعنی مبالغہ راکربلائی۔

پس ثابت ہوا اس آیۃ کریمہ سے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کی تعظیم میں مبالغہ مطلوب و محبوب ہے۔

چنانچہ موافق اسی آیت کے بہجتِ امتثال امر الٰہی تعظیم حضرت رسالت پناہی میں مبالغہ صحابہ کرام اور سلف صالحین بیش از حد اظہر من الشمس ہے جیسا کہ إن شاء اللہ العزیز

---

(1)۔۔: (کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الثالث، الفصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة حدیث رسول اللہ وسنته، ص: ۲۵۶)

(2)۔۔: (قاموس المحیط، باب الراء، الفصل العین، ص: ۶۱۴/۱)

روایاتِ شفا وغیرہ کتبِ سیر سے عنقریب معرض بیان میں آئے گا خاص کر روایت آیتِ عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو یہی مضمون ہے کہ جس قدر صحابہ کرام آپ ﷺ کی تعظیم واکرام کرتے تھے نہ کسریٰ کی یہ تعظیم ہوتی دیکھی نہ قیصر کی نہ نجاشی کی اور نہ کسی بادشاہ کی بادشاہوں میں سے۔

اور جب ثابت ہوا مبالغہ تعظیم وتکریم رسول کریم ﷺ میں نص کتاب اللہ اور قول وفعل صحابہ رسول خدا سے اور یہ کہ مبالغہ تعظیم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں مطلوب ومحبوب ہے اللہ تعالیٰ کو اور ہوا قیام خواص وعوام محفلِ میلاد خیرُ الانام میں خاص کر وقتِ ذکر ولادت شریف کے بوقتِ غایت فرحت وسرور اور نہایت خوشی وشادمانی موفور کے مبالغہ فی التعظیم تو ثابت ہوا مستحب اور مستحسن ہونا اس قیام کا کتاب اللہ اور آثارِ صحابہ رسول اللہ ﷺ سے بلکہ اگر نظر کریں طرف صیغہ امر کی آیۃ کریمہ میں جو موضوع ہے اصل میں واسطے وجوب اور الزام کے وقد أشار إليه القاضي اور اشارہ کیا ہے اس طرف قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اور طرف حدیث «عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ»[1] یعنی، لازم پکڑو تم میری اور میرے خلفا کی سنت کو بلکہ خلفا کی سنت پر اپنی کچلی گاڑھ دو تو یہ قیام تعظیمی محفلِ میلاد جو مروج ہے ہر بلاد اسلام میں واجب وسنت ہوا اور اگر واجب وسنت نہیں تو کم از کم مستحب اور موجبِ اجرِ عظیم تو بمقتضاء صیغہ امر ضرور ہے اور ادنیٰ درجہ اباحت میں تو کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔

دلیل ثانی:

اللہ تعالیٰ امر وارشاد فرماتا ہے فرحت اور سُرور کا ساتھ آنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے اس دارِ دنیا میں اور ساتھ ظہورِ ذات مطہر اُس رحمۃ للعالمین کے۔قال تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا

---

(1)۔۔:(سنن ابن ماجہ، المقدمہ، بَاب اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، ۱/ ۹۰، الحدیث: ۴۲)

یَجْمَعُوْنَ﴾ [پ:۱۱، یونس، ۵۷، ۵۸

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے لوگوں! تحقیق آچکی تمہاری طرف مجسم نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور موجبِ شفاء سینہ کی بیماریوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت مجسم مومنوں کے واسطے، فرمادیجئے اے ہمارے حبیب! کہ اللہ کے فضل اور رحمت کے ظاہر ہونے پر جو ذاتِ مقدس رسول اللہ ہے خوب خوب خوشی کرو، وہ خوشی تمہارے لئے جس قدر بھی مال و دولت جمع کرو اُس سے بہتر ہے۔

اور اطلاقِ رحمت کا اوپر ذات مطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شائع وذائع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِين﴾ [پ:۱۷، الانبیاء، ۷۰

وفی "المشكوٰة": «عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: إنما أنا رحمة مهداة». (1)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمتِ مجسم بناکر عالم کے لوگوں کے واسطے اور مشکوٰۃ شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: سوا اس کے نہیں کہ میں رحمت ہوں سراپا ہدایت۔

وقال العلامة الكاشفی فی تفسیره: گفته اند که فضل قرآنست ورحمت آنکه مارا از اہل آں گرد اینند یا رحمت حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وآله وسلم است۔ (2)

علامہ کاشفی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ میں فضل سے مراد قرآن ہے اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ ہم کو پیرو قرآن کا بنایا یا مراد رحمت سے ذاتِ مقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

پس حاصلِ معنی اس آیۃ کریمہ کے یہ ہوئے کہ کہہ دو مؤمنین و مسلمین سے کہ خوشی

(1)۔۔: (مشكاة المصابيح، كتاب احوال القيامة، الفصل الثانی، ۳۶۳/۲، الحديث: ۵۸۰۰)

(2)۔۔: یہ عبارت نہیں مل سکی۔

کریں اور مفرح و مسرور ہوں ساتھ ظہور ذاتِ مطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہٖ وسلم کے کہ وہ عین رحمت ہیں واسطے عالم کے اور ساتھ اس بات کے کہ ایسی مجسم رحمت کو تم پر نبی کر کے بھیجا اور ساتھ قرآن مجید کے اور جب اس آیۃ میں اظہارِ فرح و سرور وقتِ حصولِ امور موجبِ فرحت و سرور اور مژدہ بشارت ثابت ہوا تو اب جان لو کہ وقتِ حصولِ امور موجبِ فرحت و سرور و مژدہ بشارت واسطے اظہارِ فرحت و سرور کے قیام کرنا اور کھڑا ہونا اور اس قیام کا سامانِ اظہارِ فرح و سرور سے ہونا ثابت ہے حدیث ''صحیح بخاری'' سے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

أخرج البخاری رحمه الله فی حدیث الافک:«عن عائشة رضی الله عنها قالت: فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللَّهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللَّهُ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».[1]

قال القسطلانی: أی لأجل ما بشرک به.[2]

''بخاری شریف'' کی حدیثِ افک میں ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب منافقوں کی تہمت سے میرے بَری کرنے کے واسطے اللہ جلّ شانہ نے اپنے محبوب پر وحی نازل کی جب کیفیت نازل ہونے وحی سے آپ نے فرصت پائی آپ نے ہنستے ہوئے جو اول کلام فرمایا وہ یہ تھا کہ اے عائشہ! اللہ نے تم کو بَری کر دیا۔ یہ سن کر میری ماں نے کہا کہ حضور ﷺ کی بشارت رسانی کے شکریہ کے لئے حضور ﷺ کی طرف کھڑی ہو جاؤ۔

پس قیام بجہت حصولِ بشارت کے جب اسباب اظہارِ فرح و سرور سے ہوا اور وقتِ حصولِ بشارت اور سرور کے قیام کرنا اس حدیث سے ثابت ہوا تو اب ہم کہتے ہیں کہ قیام

---

(1)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب تفسیر القران، باب: لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ، ۳/ ۵۲۰، الحدیث: ۴۷۵۰)

(2)۔۔:(ارشاد الساری، کتاب تفسیر القران، تحت الحدیث: ۴۷۵۰، ۳/ ۵۲۰)

کرنا محفلِ میلاد شریف میں نہیں ہے مگر واسطے اظہارِ فرحت وسرور کے اور بسببِ حصول خوش خبری اور بشارت ولادتِ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جب خوشی کرنا اور اظہارِ فرح وسرور قیام کرنا ایسے وقت میں جملہ اسبابِ اظہارِ فرح وسرور سے بموجبِ اس حدیث صحیح مذکورہ کے ثابت اور قیام کرنا محفلِ میلاد میں نہ ہوا مگر اِسی غرض سے یعنی بغرضِ اظہارِ فرح وسرور تو ثابت ہوا اِس قیام کا مستحسن ومحبوب بلکہ مامور بہ ہونا اس آیتِ مذکورہ اور اِس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے۔

دلیل ثالث:

اور نیز قیام ہذا کا مستحب ومستحسن ہونا ثابت ہے احادیثِ صحیحہ سے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «من سنّ فی الإسلام سنّةً حسنةً فعمل به بعده كتب له مثل أجر من عمل بها ولا ينقص من أجورهم شئی ومن سنّ فی الإسلام سنةً سيئةً فعمل بها بعده كتب عليه مثل وِزر من عمل بها ولا ينقص من أوزارهم شئی». رواه مسلم بطرق شتّٰی وفی روايةٍ بلفظ آخر.[1]

قال النووی فی شرحها: هذان الحديثان صريحان فی الحثّ علی استحباب سنّ الأمور الحسنة وتحريم سنّ الأمور السيئة وأنّ من سنّ سنةً حسنةً كان له مثل اجر كل من يعمل بها إلی يوم القيمة وأنَّ من دعا إلی هدیً كان له مثل أجور تابعيه أو إلی ضلالةٍ كان عليه مثل آثام تابعيه سواء كان ذلك الهدی والضلاة هو الذی ابتدأه أم كان مسبوقا عليه وسواء كان ذلك تعليم علم أو عبادة أو أدب أو غير ذلك. انتهی[2]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اور اُس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے اللہ اپنے پاس سے اُس نیک طریقہ نکالنے والے کو اُن سب کے برابر ثواب دیتا ہے

---

(1)۔۔:(صحیح مسلم، کتاب العلم، بَاب من سن سنة، ۲۰۵۹/۴، الحدیث:۱۰۱۷)

(2)۔۔:(شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب العلم، باب من سن سنة، تحت الحدیث: من سن سنة، ۱۶، ۱۸۵/۱۵)

اور یہی حال ہے بُرا طریقہ نکالنے والے کا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے کئی سندوں سے۔

علاّمہ نووی رحمہ اللہ ان حدیثوں کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ اِن حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمادہ فرمایا ہے اپنے امتیوں کو نیک طریقہ کے نکالنے کے استحباب پر اور بُرے طریقہ کے نکالنے کی حُرمت پر خواہ وہ نیک طریقہ بالکل نیا ہو یا مٹے ہوئے کو پھر جاری کیا ہو خواہ وہ تعلیم علم کا طریقہ ہو یا عبادت کا یا کسی ادب کا یا اس کے سوا کچھ اور ہو۔

اور ایسا ہی تحریر فرمایا ہے جناب مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمۃ نے بیچ "مائۃ مسائل" کے بجوابِ سوال پنجاہ و نہم (۵۹):

بدعتِ حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است الی یوم القیامۃ؟

جواب: غیر محدوداست عند القائل بتقسیمها بحدیثِ «من سنّ سنّة»، الخ، انتهی [1]

(اسی طرح جو قائل تقسیم کے نہیں ہیں، بلکہ مطلقاً ہر بدعت کو گمراہی اور ضلالت کہتے ہیں اور جن امور کو وہ بدعتِ حسنہ واجبہ یا مستحبہ، یہ اُن کو مطلقاً واجب یا سنت یا مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی ایسے نئے کاموں کا جاری کرنا غیر محدود ہے ساتھ کسی زمانہ کے زمانوں سے خواہ وہ قرونِ ثلاثہ سے ہو یا علاوہ ان کے؛ لہٰذا مجلسِ میلاد اور قیام بوقتِ ذکرِ ولادتِ باسعادت کسی بھی زمانہ میں متعارف علماء و صلحاء عرب و غرب، روم و شام، ہند و سندھ ہو بدعتِ مستحبہ ہو گا یا مستحب، اِس واسطہ کہ حدیث حسن ہے: «ما راہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن».

اور "اشباہ والنظائر" میں ہے: العادة محكمة لقوله صلى الله عليه وسلم: «ما رآه

---

(1)۔۔: کتاب تک رسائی نہیں ہو سکی۔

المسلمون حسنا فهو عند الله حسن». انتهی[1]

وفی "ردالمحتار": أن العرف إنما صار حجةً بالنص وهو قوله علیه السلام: «ماراه المسلمون حسناً فهو عند اللّٰہ حسن».[2]

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس امر کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے عادت و عرفِ اہل اسلام معتبر ہے اور اصل اُس کی وُہی حدیثِ مذکورہ ہے: «ماراہ المسلمون، الخ».

اور "ردمحتار" میں ہے کہ تعامل اور عرفِ اہل اسلام کا اعتبار حدیث ظاہر الدلالۃ کے ساتھ ہے جو حدیث ابھی گزر چکی ہے۔

اور پوری بحث بدعتِ حسنہ کی معہ بیانِ احادیثِ فضائل اہلِ عرب و غرب اوّل میں گزر چکی۔

دلیل رابع:

استحباب اور استحسان صورت بنانے اور مشابہت واقعہ مرویہ حسنہ کا وقتِ مماثل اور مشابہ اُس وقت خیر وبرکت میں بہماں نیت و قصد ثابت ہے زمانہ صحابہ کرام سے اب تک نزدیک جمہور سلف وخلف کے۔ کما أخرج البخاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی حدیث طویل: عن مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ [پ:۲۹، القیامۃ،۱۶] قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ

---

(1)۔۔:(الاشباہ والنظائر للسیوطی، کتاب الاول فی شرح القواعد الخمس، القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ، المبحث الاول، ۱/۱۹۳)

(2)۔۔:(ردالمحتار، کتاب البیوع، باب الربا، مطلب: فی ان النص اقوی من العرف، ۷/۴۲۸)

ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ». انتهى [1]

وفی رسالة "المسلسلات" للشيخ ولی الله المحدّث الدهلوی فی أول حديث من أحاديث المسلسلات بحرف العين فی أول إسم كل راوٍ، قال الفقير ولی الله: وقد سمی نفسه عبدالله شافهنی السّيّد عمر. إلخ [2]

و أيضا فيه فی حديث المسلسل بيوم عيد فی غالبه، قال الفقير ولی الله شافهنی أبو طاهر: إن لم يكن فی يوم عيد فعلاً فإجازة عن الشيخ أحمد الجبلی إن لم يكن فعلاً بيوم عيد فإجازة قال: سمعت الشيخ محمد بن العلاء البابلی بالمسجد الحرام فی يوم عيد الفطر. [3]

چنانچہ "بخاری شریف" میں ہے ایک طویل حدیث میں موسی بن ابو عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حدیث کی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیۃ کریمہ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ کے متعلق کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے وقتِ نازل ہونے وحی کے، وحی یاد کرنے میں حضور کو تکلیف ہوتی تھی اور آپ یاد کرنے کی غرض سے دونوں لب مبارک ہلاتے جاتے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تم کو اپنے ہونٹ ہلا کر دکھائے دیتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب مبارک ہلایا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید نے یہ حدیث بیان کر کے فرمایا: میں اُسی طرح ہونٹ ہلا کر دکھلائے دیتا ہوں جیسے میں نے عبد اللہ بن عباس کو دیکھا تھا کہ اُنھوں یہ حدیث بیان فرما کر مجھ کو اپنے ہونٹ ہلا کر دکھلائے تھے۔

اور رسالہ "مسلسلات" مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ کی اوّل حدیث

---

(1)۔۔: (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾، ۴۸۴/۳، الحدیث: ۷۵۲۴)

(2)۔۔: الفضل المبين فی المسلسل من حديث نبی الامين، الحديث المسلسل بحرف العين فی أول إسم كل راوٍ، ص: ۸۳، رقم: ۸۳)

(3)۔۔: الفضل المبين فی المسلسل من حديث نبی الامين، الحديث المسلسل بيوم العيد فی غالبه، ص: ۱۳۳ رقم: ۹۱)

مسلسل بحرفِ العین میں ہے: فقیر ولی اللہ کہتا ہے کہ میں اپنا نام عبد اللہ رکھ کر بیان کرتا ہوں کہ مجھ سے بیان کیا میرے اُستاد سیّد عمر نے (اور میرے عبد اللہ نام رکھنے کی وجہ یہی ہے کہ میری اس سند میں جتنے راوی ہیں سب کے اول نام میں حرف عین ہے) اور پھر دوسری حدیث مسلسل بروز عید میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے روایت کی میرے اُستاد ابو طاہر مدنی نے اس طرح کہ میں تم کو اس حدیث کے بیان کرنے کی اجازت عید کے دن کے ساتھ دیتا ہوں اگرچہ فی الواقع آج عید کا دن نہیں ہے جیسے مجھ کو اجازت دی تھی میرے شیخ احمد بجلی نے عید کا دن فرضی مقرر کرا کے اگرچہ واقع میں عید کا دن نہ تھا پھر فرمایا سنا میں نے اپنے شیخ محمد ابن علی بابلی سے مسجد حرام میں عید الفطر کے دن، اسی طرح ساری سند بیان کرکے بعد میں حدیث بیان کی۔

اب من جملہ دیگر احادیث مسلسلات جس کی کوئی سند صوفیوں کے ساتھ مسلسل ہے کسی میں تسلسل علماء شافعیہ کے ساتھ ہے کسی میں علماء اشاعرہ کے ساتھ۔ علیٰ ھذا القیاس

[حدیثِ مسلسل بالضیافۃ]:

اب میں وہ اپنی سندِ خاص لکھتا ہوں جو مسلسل ہے ساتھ دعوت کھجور اور پانی کے۔

قال العبد الضعیف أبو محمد محمد دیدار علی بن نجف علی غفر اللہ لھا:

حدثنا العبد مولانا عبد الغنی البھاری ثم المدنی و أضافنی بالماء و التمر و قال: أضافنی قبل التحدیث الشیخ المعمر مولانا القاری عبدالرحمن الفانی فتی قال: کذالک أضافنا الشاہ محمد اسحاق الدھلوی ثم المھاجر المکی بالتمر و الماء قال: أضافنا فرید عصرہ الشیخ عبدالعزیز المحدّث الدھلوی بالأسودین التمر و الماء قال: أضافنا الشیخ ولی اللہ المحدّث الدھلوی بالأسودین التمر و الماء أضافنا شیخنا أبو طاھر بالأسودین التمر و الماء کذالک إلی اخر السند حتی قال: فی اخرہ قال علی ابن حسین ابن علی: أضافنی أبی قال: أضافنی أبی علی رضی اللہ عنہ علی الأسودین التمر و الماء قال: أضافنی علی کرّم اللہ وجھہ علی الأسودین التمر و الماء قال: أضافنا

رسول الله صلى الله عليه سلم على الأسودين التمر والماء وقال: «من أضاف مؤمناً فكأنما أضاف ادم ومن أضاف مؤمنين فكأنما أضاف ادم وحواء ومن أضاف ثلثة فكأنما أضاف جبرئيل وميكائيل و إسرافيل ومن أضاف أربعة فكأنما قرأ التوراة والإنجيل والزبور والفرقان ومن أضاف خمسة فكأنما صلّى الصلوٰة الخمس فى الجماعة من أول يوم خلق الله الخلق إلى يوم القيامة ومن أضاف ستة فكأنما أعتق ستين رقبة من ولد إسمعيل ومن أضاف سبعة غلقت عنه سبعة أبواب جهنم ومن أضاف ثمانية فتحت له ثمانية أبواب الجنة ومن أضاف تسعة كتب الله له حسنات بعدد من عصاه من أول يوم خلق الله الخلق الى يوم القيامة ومن أضاف عشره كتب الله له أجر من صلى وصام وحج واعتمر إلى يوم القيامة».

کہتا ہے عبد الضعیف ابو محمد محمد دیدار علی مشہدی حنفی نقشبندی قادری کہ حدیث کی مجھ سے مولانا عبد الغنی بہاری مہاجر مدنی نے اور ضیافت کی میری ساتھ پانی اور کھجور کے پھر فرمایا اسی طرح قبل حدیث بیان کرنے کے ضیافت کی تھی ساتھ کھجور اور پانی کے مولانا قاری عبد الرحمن پانی پتی نے اور فرمایا اُنہوں نے اسی طرح ضیافت کی تھی میری مولانا شاہ محمد اسحاق محدّث دہلوی ثم المکی نے ساتھ کھجور اور پانی کے اور فرمایا اُنہوں نے اسی طرح ضیافت کی تھی میری مولانا شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی نے ساتھ کھجور اور پانی کے فرمایا اُنہوں نے اسی طرح ضیافت کی تھی میری مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے ساتھ کھجور اور پانی کے فرمایا اُنہوں نے اسی طرح ضیافت کی تھی میری کھجور اور پانی کے ساتھ شیخ ابو طاہر مدنی نے اسی طرح اخیر سند تک سب راوی اپنے اُستادوں سے حدیث سننے سے پہلے ذکر ضیافتِ کھجور اور پانی کرتے چلے گئے ہیں، یہاں تک کہ اخیر سند میں بعد ذکر ضیافت حضرت علی بن حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ضیافت کی میری میرے والد حسین رضی اللہ عنہ نے ساتھ کھجور اور پانی کے پھر فرمایا اسی طرح ضیافت کی تھی میری میرے والد ماجد علی رضی اللہ عنہ نے ساتھ کھجور اور پانی کے اور فرمایا اسی طرح ضیافت کی تھی میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ساتھ کھجور اور پانی کے اور فرمایا تھا: جس شخص نے ضیافت کی کسی مومن کی گویا ضیافت کی اس نے آدم علیہ السلام کی اور جس نے ضیافت کی دو مومنوں کی گویا ضیافت کی اس نے حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کی اور جس نے ضیافت کی تین کی گویا ضیافت کی اس نے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کی اور جس نے ضیافت کی چار کی گویا ختم کیا اس نے توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن کو اور جس نے ضیافت کی پانچ کی گویا نماز پنج گانہ باجماعت پڑھی اُس نے روزِ ازل سے قیامت تک اور جس نے ضیافت کی چھ کی گویا آزاد کئے اُس نے ساٹھ غلام اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے اور جس نے ضیافت کی سات کی بند کر دیئے جاتے ہیں اُس سے ساتوں دروازے دوزخ کے اور جس نے ضیافت کی آٹھ کی کھول دیئے جاتے ہیں واسطے اس کے آٹھوں دروازے جنت کے اور جس نے ضیافت کی نو کی لکھی جاتی ہیں واسطے اُس کے نیکیاں بقدر گنتی تمام دنیا کے گنہگاروں کے اَزل سے قیامت تک جو گزرے اور گزریں گے اور جس نے ضیافت کی دس کی اُس کو اللہ ازل سے قیامت تک کے نمازیوں اور روزے داروں اور حاجیوں اور عمرہ گزاروں کے نماز، روزہ، حج اور عمرہ کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

اور علی ہذا تمام رسالہ "مسلسلات" شیخ ممدوح اسی قسم کی احادیث سے کہ اسانید اُن کے بنانے صورت واقعہ مرویہ پر زمانہ صحابہ کرام سے الیٰ یومنا ہذا بغایتِ مراتب وضوح دال ہیں مملو و مشحون مگر بخوفِ تطویل اس جگہ بطور "مشتے نمونہ خروارے" نقل کر دینے اسی قدر ایک دو اسناد احادیث مذکور، بلکہ دو سہ اسامی رواۃ اسانید مذکور ہی پر کفایت کی گئی، ورنہ تمام اسامی اسانید مسطورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اسی طرح مسلسل بیوم عید وغیرہ چلے جاتے ہیں جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو رسالۂ مذکور کو مطالعہ کرے اور چونکہ بمجرد اطلاع قربِ ساعتِ ولادتِ باسعادت سے پہلے یا ظہورِ نورِ پر سرور حضور تک تمام ملائکہ اور حوران بہشت اور حضرت آسیہ اور مریم بغرضِ تعظیم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم باادب تمام کھڑے ہوئے تھے تمام اہلِ اسلام بلادِ ہند اور عرب اور شام بھی ان کی مشابہت حاصل

کرنے کی نیت سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور ثبوت اس امر کا کہ ملائکہ علیہم السلام اور حوران بہشتی بوقتِ ولادت باسعادت بغرضِ اظہار تعظیم ومسرت کھڑے ہوئے تھے، یہ ہے:

فی "سیرة المحمدیة والطریة الأحمدیة" وفی "المواھب اللدنیة": أنه ذكر أبو سعيد عبدالملك النيسابوری فی "كتابه الكبير" كما نقله عنه صاحب كتاب "السعادة والبشرى" عن كعب فی حديثه الطويل، ورواه أبو نعيم من حديث ابن عباس قال: كانت آمنة تحدث وتقول: أتانی آتانی أتٍ حين مربی من حملی ستة أشهر فی المنام وقال لی يا آمنة إنك حملت بخير العالمين فإذا ولدتيه فسميه محمدا صلی اللہ عليه وسلم وقالت ثم لما أخذنی ما يأخذ النساء رأيت نسوة كالنخل طولاً كأنهن من بنات عبد مناف يحدقن بی فبينا أنا أتعجب وأنا أقول وأغوثاه من أين علمن بی. قال فی غير هذه الرواية: فقلن لی نحن آسية إمرأة فرعون ومريم ابنة عمران وهؤلاء من الحور العين واشتد بی الأمر وأنا أسمع الوجبة فی كل ساعة أعظم وأهول مما تقدم فبينا أنا كذلك إذا بديباج أبيض قد مد بين السماء والأرض، وإذا قائل يقول خذاه عن أعين الناس، قالت ورأيت رجالاً قد وقفوا فی الهواء بأيديهم أباريق من فضة. انتهى، مختصراً[(1)]

وفی "معارج النبوة": وجمعی مرداں دیدم کہ در ہوا ایستادہ بودند وھکذا فی "مدارج النبوة".[(2)]

"سیرۃ محمدیہ وطریقہ احمدیہ" مؤلف مولانا کرامت علی جونپوری اور "مواہب لدنیہ" اور "کتاب السعادت والبشریٰ" میں ہے کہ ابو سعید عبد الملک نیساپوری اپنی "کتاب

---

(1)۔۔:(المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة، المقصد الاول:فی احداث السیرة منذ الولادة الی الوفاة، زواج عبداللہ، احادیث مطعون فیھا او منکرة فی المولد، ۱/۱۲۴)

(2)۔۔: یہ عبارت نہیں مل سکی۔

کبیر"میں حدیث طویل میں نقل فرماتے ہیں اور اس حدیث کو ابو نعیم نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ حضرت آمنہ والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی تھیں کہ جب میرے حمل کی مدت چھ مہینے کو پہنچی تو ایک غیبی آنے والے نے مجھ سے آکر کہا کہ تم ان کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جو بہتر ہیں تمام عالم سے، جب تم ان کو جنو تو ان کا نامِ نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا، پھر جب مدت حمل ختم ہوئی اور دردزہ پیدا ہوا تو میں نے بہت سی لمبی قد کی عورتیں مثلِ کھجور کے درخت کی جو لڑکیوں عبد مناف سے مشابہ تھیں دیکھیں کہ میری طرف دیکھ رہی ہیں اور میں تعجب سے کہہ رہی تھی کہ ان کو میری خبر کہاں سے ہوگئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اُن عورتوں نے کہا کہ یہ آسیہ فرعون کی بیوی ہیں اور یہ مریم بیٹی عمران کی اور ہم سب حورانِ بہشت ہیں، یہ دیکھتے دیکھتے درد بڑھا اور بار بار ایک سے ایک بڑھ کر میں آوازیں سن ہی رہی تھی کہ یکایک زمین اور آسمان کے درمیان میں سفید کپڑا دیبا کا دور تک تن گیا اور میں نے سنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اس پیدا ہونے والے بچے کو اجنبی آدمیوں کی نگاہ سے چھپائے رکھو اور میں نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا کہ چاندی کی چھاگلیں لئے ہوئے معلق درمیان زمین وآسمان کے کھڑے ہوئے تھے۔ انتھی، مختصراً

اور یہی مضمون "مدارج النبوۃ" اور "معارج النبوۃ" میں بھی منقول ہے۔

اور استحباب صورت بتانے اور مشابہت حاصل کرنے کا نیکیوں کے ساتھ علاوہ تعامل صحابہ کرام اور محدّثین کے ثابت ہے ان احادیثِ صحیحہ سے بھی۔

"ابن ماجہ" میں ہے: «ابکُوا فَإِنْ لَمْ تَبکُوا فَتَبَاکَوْا». (1)

یعنی روؤ اور رونا نہ آئے تو خوفِ خدا یا محبتِ خدا اور سول میں رونے والوں کی صورت ہی بنالو، کہ صراحۃً امر ہے واسطے تشابہ وصورت بنانے کے ساتھ افعالِ حسنہ محسنین ومؤمنین کے وقتِ تعذّر استحصال اُن امورِ حسنہ کے یہاں کیفیت تحدیث ومعنی اور حدیث مشتمل ذکرِ

(1)۔۔:(سنن ابن ماجہ، کتاب أقامۃ الصلوۃ، باب فی حسن الصوت بالقران، ۲/۱۴۶، الحدیث:۱۳۳۷)

ولادت شریف حضور محدّثینِ سلف و خلف مثل ابن حجر مکی وملا علی قاری وامام جعفر برزنجی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے کہ اقوال ان کے إن شاء اللہ العزیز عنقریب اس باب میں نقل کئے جائیں گے اور نیز جملہ محدّثینِ حرمین شریفین عرب و غرب زمانا ہذا سے جن کے فتوؤں کی نقل آخر رسالہ ہذا میں إن شاء العزیز درج کی جائے گی۔ مسلسل بقیام بمجرد استماع واطلاع ذکرِ ولادتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ و سلم تا اختتامِ ذکرِ ولادتِ خیر وبرکت التیام بوقتِ اجتماع ہر خاص وعام باستماعِ فضائلِ سید الانام باحسن وجوہ ثابت ہے۔

[اعتـــراض]:

اگر کوئی کہے کہ احادیث مسلسل میں اتباع اور تشابہ اُس واقعہ کا ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یا صحابہ کرام سے روایت کیا جائے اور قیام معہ دیگر لوازم نہ مشابہ قیام مرویہ کا ہے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے نہ صحابہ کرام سے اور تسلسل تشابہ اُس واقعہ کا جو فرشتوں سے وقوع میں آئے، اہلِ حدیث میں نہیں پایا جاتا؟

[جوابـــــ]:

تو جواب اس کا یہ ہے کہ کتبِ اُصولِ حدیث میں بیان تعریفِ مسلسل عام ہے کہ تسلسل زمانِ صحابہ سے ہو یا بعد زمانِ صحابہ تابعین سے یا بعد زمان تابعین اور تسلسل تشابہ شے مرویہ عن الملائکہ ہو یا عن الصحابہ یا عن غیر ہم۔ کمافی "نزهة النظر": **وقد تكون التسلسل فی معظم الإسناد كحديث المسلسل بالأولية فإن السلسلة ينتهى فيه أبى سفيان بن عينيه فقط ومن رواه مسلسلا إلى منتهاه فقد وهم. انتهى**(1)

وفی "شرحه" لملا علی القاری رحمه الله: قال السخاوی: ومن المسلسل ما هو ناقص التسلسل إما فی أوله أو فی وسطه أو اخره وفيه بعد سطر، والحاصل أن المسلسل من الحديث ما توارد رجال إسناده واحدا فواحد على حالة واحدة سواء كان تلك صفة الرواة أو الإسناد وسواء ما وقع فيه الإسناد متعلقا بصيغ الأداء أو متعلقا

---

(1)۔۔:(نزهة النظر، اقسام الحديث بحسب ادائه المسلسل، ص: ۱۴۹)

بضمن الروایۃ أو مکانہا وسواء کان صفۃ الرواۃ قولاً أو فعلاً أو قولاً و فعلاً معاً. انتہی [1]

چنانچہ "نزہۃ النظر شرح نخبہ" میں ہے: کبھی تسلسل اوپر کی جانب سند میں ہوتا ہے جیسے حدیثِ مسلسل بالاولیت میں سلسلہ اول بیان کرنے حدیث مسلسل بالاولیت کا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت سفیان بن عینیہ تک ختم ہوجاتا ہے اور جس کسی نے اس حدیث کو مسلسل بالاولیت آخیر تک نقل کیا ہے اس کا وہ وہم ہے۔

(مترجم کہتا ہے ممکن ہے کہ بیچ میں منقطع ہوگیا ہو اور اخیر میں ہمارے سلسلہ کے محدثوں نے پھر اختیار کرلیا ہو۔ چنانچہ ہم کو ہمارے بعض اساتذہ سے یہ حدیث مسلسل بالاولیت ہی پہنچی ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور خدمتِ اقدس میں، میں حاضر ہوا، وہ حدیث جو اول میں نے حضور ﷺ سے سنی، وہ یہ ہے: «أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ» [2] یعنی، سلام کو خوب پھیلاؤ اور آپس میں السّلام علیک کرتے رہو اور ہر ایک کو کھانا کھلاتے رہو اور صلہ رحمی اختیار کرو اور جب لوگ سوتے ہوں راتوں کو نماز پڑھو۔)

اور "شرح ملّا علی قاری رحمہ اللہ" میں ہے: علامہ سخاوی فرماتے ہیں: بعض مسلسل حدیث وہ ہے جس میں تسلسل اول میں نہیں ہوتا ہے اور بعض وہ ہے جس کے اوسط میں نہیں ہوتا ہے اور بعض کے آخر میں اور اُسی میں بعد چند سطروں کے ہے: خلاصہ یہ ہے کہ مسلسل حدیث وہ ہے کہ جس کے استاد کے چند راوی یکے بعد دیگرے وقت بیان حدیث ایک حالت پر گزرے ہیں خواہ وہ حالت راوی کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہو خواہ زمانہ بیان حدیث کے ساتھ خواہ طریقہ بیان کے ساتھ خواہ کسی مکان خاص کے ساتھ اور خواہ وہ صفت راوی کے قول و فعل کے ساتھ تعلق رکھتی ہو یا دونوں (قول یا فعل) میں سے ایک کے ساتھ۔ فقط

---

(1)۔۔: (شرح نخبۃ الفکر للملا علی قاری، اقسام الحدیث بحسب ادائہ المسلسل، مطلب، مسلسل، ص: ۲۰۹)

(2)۔۔: (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب اطعام الطعام، ۳/ ۴۰، ۳۹، الحدیث: ۳۲۵۱)

دلیلِ خامس:

اور استحباب قیامِ ہذا ثابت ہے باستحسان واستحبابِ فقہاء معتبرین و محدّثینِ سلف وخلف کہ بعض نے تو ان میں سے تصریح قیام ہذا بغایت تصریح کی ہے۔ کما قال علاّمۃ ابن حجر المکی فی "مولده الکبیر": ونظیر ذالک أی البدعة الحسنة القیام عند ذکرِ ولادته. و أیضا قال علاّمة ابن حجر فی کتابه "الجوهر المنظم": تعظیم النبی صلی الله علیه وسلم بجمیع أنواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة الله فی الألوهیة أمر مستحسن عند من نور الله أبصارهم.[1]

وقال سیّد الإمام جعفر البرزنجی فی رسالته "عقد الجواهر": وقد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف أئمة ذو روایةٍ ورؤیةٍ فطوبیٰ لمن کان تعظیمه صلی الله علیه وسلم غایة مرامه ومرماه. انتهی[2]

وقال العلاّمة المحدّث محمد عزب فی "مولده[3]":

شعر:

ولذکر مولده یسن قیامنا　　　أدباً لدی أهل العلوم تاکداً

وقال العلاّمة محمد الرفاعی المدنی فی "عقد المفرد":

شعر:

قد قالت العلماء سنّ قیامنا　　　فرض لدی عشاقه لن ینکر

وقال العلاّمة الدانقی: جرّت عادة القوم بالقیام إذا انتهی المداح إلی ذکر مولده صلی الله علیه وسلم وهی بدعة مستحبة لما فیه من إظهار الفرح والسرور والتعظیم.[4]

---

(1)۔۔:(الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف، الفصل الاول: فی مشروعیة زیارة قبر نبینا محمد...، ص: ۲۹)
(2)۔۔:(عقد الجواهر فی مولد النبی الازهر (مترجم بمع متن)، قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام، ص:۲۷)
(3)۔۔:(مجموع مشتمل علی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مولد العزب، ص ۶)
(4)۔۔:(اثبات المولد والقیام، ص:۶۳)

وفی "سیرة المحمّدیة "مصنفه مولانا کرامت علی صاحب دهلوی ثم جونفوری: وجرّت عادة کثیر من الناس أنهم إذا سمعوا بذکر وضعه علیه الصّلاة والسلام أن یقوموا تعظیماً له علیه السلام وقد وجد القیام عند ذکر إسمه الشریف من الإمام تقی الدین السبکی وتابعه علی ذلک مشائخ الإسلام فی عصره ومن ثم قال الإمام أبو شامه، شیخ الإمام النووی: ومن أحسن ما أبتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده علیه السلام من الصدقات والمعروفات و إظهار الزینة والسرور فإن ذلک مع ما فیه من الإحسان للفقرآء مشعر بمحبة علیه الصلوٰة والسلام ،هذا کلامه. قال ابن الجوزی: من خواصه أمان فی ذالک العام.

وفی "سیرة الحلبی": ومن الفوائد أنه جرّت عادة کثیر من الناس إذا سمعوا بذکر وضعه صلی الله علیه وسلم أن یقوموا تعظیماً له صلی الله علیه وسلم وهذا القیام بدعة لا أصلَ لها (أی فی القرون الثلاثة) لکن هی بدعة حسنة لأنه لیس کل بدعة مذمومة. فقط

وقد وجد القیام عند ذکر إسمه صلی الله علیه وسلم من عالم الأمة ومقتدی الائمة دیناً وورعاً الإمام تقی الدین السبکی وتابعه علی ذلک مشائخ الإسلام فی عصره فقد حکی بعضهم أن الإمام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علماء عصره فانشد منشد قول الصَرصَری رحمه الله فی مدحه صلی الله علیه وسلم وشرّفَ وعَظّمَ.

شعر:

قلیل لمدح المصطفیٰ أن خط بالذهب
علی ورق من خط أحسن من کتب
و أن تنهض الأشراف عنه سماعه
قیاماً صوفاً أو جثیاً علی الرکب

فعند ذلک قام الإمام السبکی رحمه الله وجمیع من فی المجلس فحصل أنس

کبیر بذلک المجلس ویکفی مثل ذلک فی الاقتداء.[1]

چنانچہ علاّمہ ابن حجر مکی اپنے "مولد کبیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدعتِ حسنہ کے افراد سے ایک قیام کرنا بھی ہے وقتِ ذکرِ ولادتِ باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنی کتاب "جوہرا لمنظم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس میں شرک فی الالوہیت نہ لازم آئے مستحب و مستحسن ہے نزدیک اُن لوگوں کے جن کی اللہ نے آنکھیں کھول دی ہیں۔

علامہ سیّد امام جعفر برزنجی اپنے رسالہ "عقد الجواہر" میں مستحسن فرماتے ہیں کہ بیشک قیام وقتِ ذکرِ ولادت مستحسن ہے نزدیک بہت سے اماموں دین متین کے جو صاحبِ روایات ودرایات گزرے ہیں خوشخبری ہو اُس شخص کو جس کا نہایت مقصود دل کا تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

اور علاّمہ محدّث محمد غرب اپنے "مولد" میں تحریر فرماتے ہیں:

شعر:

کھڑا ہونا بوقتِ ذکرِ مولد خاص سنت ہے
طریقہ عالموں کا ہے یہ راہِ اہلِ ملّت ہے

علاّمہ محمد رفاعی مدنی اپنی کتاب "عقد المفرد" میں لکھتے ہیں:

شعر:

قیامِ ذکرِ مولد گرچہ سنت عالموں کی ہے
مگر ہے فرض اہلِ عشق کے مذہب میں بے حجت

علاّمہ دانقی فرماتے ہیں کہ لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ جب مدّاح ذکرِ ولادت تک پہنچے تو سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ امر بدعتِ مستحبہ ہے؛ اس واسطے کہ اس قیام سے حضور

---

(1)۔۔:(سیرت حلبی، باب: تسمیتہ محمدا واحمد، ۱/۱۲۶)

ﷺ کی ولادت کی خوشی ظاہر کرنا ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی تعظیم۔

اور "سیرۃ محمدیہ" مصنفہ مولانا کرامت علی دہلوی ثم جونپوری میں ہے کہ بہت سے آدمیوں کی عادت ہوگئی ہے جب آپ ﷺ کا ذکرِ ولادت سنتے ہیں بطریق تعظیم کھڑے ہو جاتے ہیں اور اوّل میں یہ قیام وقت سننے نامِ نامی کے امام تقی الدین سبکی سے ظہور میں آیا اور پھر اُن کے زمانہ کے بہت سے مشائخ اسلام نے اُن کی اِس امر میں پیروی کی؛ اسی واسطے امام ابو شامہ - امام نووی علیہ الرحمۃ کے اُستاد - فرماتے ہیں کہ بہترین اُن کاموں سے جو ہمارے زمانہ میں جاری ہوئے وہ نیک کام ہے جو ہر برس حضور ﷺ کی ولادت کے دن آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں بغرض اظہارِ ولادت کی خوشی کے کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دن بہت سی خیر و خیرات کی جاتی ہے اور آپ ﷺ کی محبت میں بہت سے محتاجوں کے ساتھ کھانے کھلانے وغیرہ کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔

اور ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس خوشی کی خاصیت سے ہے کہ وہ خوشی کرنے والا اس برس امن وامان میں رہتا ہے۔

اور "سیرۃ حلبی" میں ہے کہ بہت سے آدمیوں کی عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب ذکرِ ولادت سنتے ہیں تو، بہ نیتِ تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قیام کی اگرچہ سلف میں اصل نہیں پائی جاتی مگر یہ بدعتِ حسنہ ہے اور ظاہر ہے کہ ہر نیا کام بدعتِ سیئہ نہیں ہوتا، حالاں کہ اس قسم کا قیام وقتِ ذکرِ نام نامی آنحضرت علیہ السلام ایک ایسے عالمِ اُمت سے پایا گیا جو باعتبار دین داری اور پرہیز گاری کے پیشوا تھے بڑے بڑے اماموں کے جن کا نام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ ہے اور اُن کے زمانہ کے تمام علماء نے ان کی پیروی کی؛ اس واسطے کہ بعض علماء سے مروی ہے کہ امام سبکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ان کے زمانہ کے تمام علماء جمع تھے اسی حالت میں ایک نعت خواں نے حضرت صَرصَری رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھے جو نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے اور حضور ﷺ کی عظمت کا بہت اظہار کیا وقت پڑھنے شعر مذکور کے:

تھوڑی ہے مدح مصطفی سونے سے گر لکھے قلم
یاقوت کی تختی پہ گر کوئی بہت نیکو رقم
اور سن کر اُس کو ہوں کھڑے صف باندھ کر اہلِ کرم
یا بیٹھ کر گھٹنوں کے بل عشاق شاہِ محترم

امام سبکی مع تمام علماء کرام و حاضرین مجلس کے کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت انس و محبت حاصل ہوا اور اتنی بات پیروی کو کافی ہے۔

اور کلامِ بعض آخر میں اگرچہ تصریح نہیں ہے مگر چونکہ کلام ان کی سے نہی قیامِ ہذا نہیں پائی جاتی، لہٰذا بموجب "السکوت فی معرضِ البیان بیان" کے کلام، اُن کا بھی بمنزلہ تصریح، بلکہ کلام اُن کا چونکہ سرتاپا مشتمل ہے استحباب و استحسان جمیع امورِ متعاملہ اہلِ حرمین شریفین وغیرہما پر محفل ہذا میں کہ من جملہ اُن کے قیام ہذا بھی ہے۔ کلام ان کا احسن من التصریح اور چونکہ خوف تطویل رسالہ ہذا دامن گیر حال ہے؛ لہٰذا بحسبِ گنجائش وقت نقل اقوال چند علماء معتبرین مشہورین پر ہی اثباتِ مدعا کو مقامِ ہذا میں اکتفا کیا جاتا ہے۔

قال القسطلانی شارح البخاری وهو من أجلة الشافعية و أكابر أهلِ الحديث فی "المواهب اللدنية" فی المقصد الأول: وأرضعته صلى الله عليه وسلم ثويبة عتيقة أبی لهب أعتقها حين بشرته بولادته عليه السّلام وقد رؤی أبو لهب بعد موته فی النوم فقيل له: ما حالك؟ فقال: فی النار إلا أنه خفّف عنی كل ليلة اثنين وأمص من بين أصبعی هاتين ماء وأشار برأس أصبعيه وأن ذلك بإعتاقی لثويبة عندما بشّرتنی بولادة النبی صلى الله عليه وسلم وبإرضاعها له.

قال ابن الجزری: فإذا كان هذا أبو لهب الكافر الذی نزّل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه ليلة مولد النبی صلى الله عليه وسلم به فما حال المسلم الموحد من أمته عليه السّلام الذی يسر بمولده ويبذل ما تصل إليه قدرته فی محبته صلى الله عليه وسلم لعمری إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنّات النعيم. ولا زال

أهل السّلام یحتفلون بشهرِ مولده علیه السّلام ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات ویظهرون السرورویزیدون فی المبرّات ویعتنون بقراءة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم.وممّا جرب من خواصه أنه أمان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام فرحم الله إمرآ اتخذ لیالی شهر مولده المبارك أعیاداً.انتهی کلام القسطلانی(1)

قال علی القاری فی کتابه المسمی بـ"موردالرّوی فی مولدِ النبی صلی الله علیه وسلم":قال شیخ مشائخنا شمس الدین السخاوی بلغه الله المقام العالی :وأن أصل المولد الشریف لم ینقل عن أحد من السلف الصالح فی القرون الثلٰثة الفاضلة وإنما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة والنیّات الخالصة ثم لا یزال أهل الاسلام فی سائر الأقطار والمدن الکبار یحتفلون بعمل الولائم البدیعة والمطاعم المشتملة علی الأمور الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات ویظهرون المسرّات ویزیدون فی المبرّات ویعتنون بقراءة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم بحیث قد کان جرّب کما قال الجزری:من خواصه أنه أمان فی ذلک العام وبشری لإجل نیل المرام.انتهی کلام القاری(2)

وقال مولانا المحدّث المفسّر فی تفسیر المسمی بـ"روح البیان" فی سورة الفتح:ومن تعظیمه صلی الله علیه وسلم عمل المولد.الخ(3)

وقال شیخ المشائخ مولانا شاه ولی الله المحدث الدهلوی فی رسالة المسمی بـ"فیوض الحرمین":

وکنت قبل ذالک بمکة المعظمة فی مولدالنبی صلی الله علیه وسلم فی یوم

(1)ـــ:(المواهب اللدنیة،المقصد الاول،ذکر رضاعه، ۱/۷۸)
(2)ـــ:(مجموع الرسائل للعلامة الملاعلی قاری،المورد الروی فی المولد النبوی،الرسالةرقم:۶۵، ۳۸۴/۵،۳۸۵)
(3)ـــ:(روح البیان،الفتح،تحت الایة: فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۹/۶۸)

ولادته والناس یصلون علیه صلی اللہ علیه وسلم ویذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادته ومشاهده قبل بعثته صلی اللہ علیه وسلم، فرأیت أنواراً سطعت دفعةً واحدةً، لا أقول أنی أدرکتها ببصر الجسد ولا أقول أدرکتها ببصر الروح فقط -واللہ أعلم- کیف کان الأمر بین هذا وذالک فتأملت تلک الأنوار فوجدتها من قبل الملائکة المؤکلین بأمثال هذه المشاهد وبأمثال هذه المجالس فرأیت یخالط أنوار الملائکة أنوار الرحمة. انتهی (1)

علامہ قسطلانی شارحِ بخاری جو اکابر اہلِ حدیث سے ہیں اور جلیل القدر شافعی ہیں مقصد اول "مواہب اللدنیہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ثویبہ نے بھی دودھ پلایا تھا جن کو ابولہب نے اس خوشی میں آزاد کیا تھا کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کی ولادت کی خبر ابولہب کو پہنچائی اور مروی ہے کہ بعد مرجانے ابولہب کے جب حضرت عباس نے اس کو خواب میں دیکھا تو اُس سے پوچھا کیا حال ہے؟ کہا کہ جہنم میں جل رہا ہوں مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری حضرت ثویبہ سے سن کر پیر کے دن میں نے اُن کو آزاد کر دیا تھا، پیر کی رات مجھ سے عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے اور جتنا ان دو انگلیوں یعنی انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کی گھائی میں پانی آجائے، چوسنے کو ٹھنڈا پانی مل جاتا ہے۔

ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا بوجہ آپ کی خوشی ولادت کے جہنم میں اتنا بدلہ دیا گیا تو اس مومن موحد کو جو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور بحسبِ قدرت آپ ﷺ کی محبت میں لوگوں کو کھانا کھلائے یا مٹھائی تقسیم کرے کس قدر ثواب ہوگا۔ بلاشبہ اس کو اللہ کریم سے یہی بدلہ ملے گا کہ اللہ اُس کو جنت میں داخل کرے گا اور ہمیشہ اہلِ اسلام ربیع الاول میں جو آپ ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہے محفلِ میلاد کرتے رہتے ہیں اور بہت کچھ خیر وخیرات آپ ﷺ کی ولادت کی

---

(1)۔۔۔:فیوض الحرمین (مع ترجمہ سعادت الکونین): تحقیق ضروری ومشاہد اخری: ص 26-27

خوشی میں کرتے ہیں اور بوجہ ذکرِ میلاد مبارک اُن پر بہت سی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور من جملہ دوسری برکتوں کے اس مجلس کی ایک یہ بھی خاصیت تجربہ میں آئی ہے کہ اُس سال مجلس کرنے والا امن وامان میں رہتا ہے۔ اللہ رحم کرے اُس شخص پر جو آپ ﷺ کی ولادت کی راتوں کو عید بنادے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مورد الروی'' میں تحریر فرماتے ہیں: فرمایا ہمارے شیخ المشائخ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے کہ بیشک اس طریقہ معمول پر مجلس میلاد کی اصل قرونِ ثلاثہ میں نہیں پائی جاتی اور بعد قرونِ ثلاثہ نیک ارادوں اور خالص نیتوں سے یہ مجلس شروع ہوئی پھر ہمیشہ اہلِ اسلام تمام دنیا اور بڑے بڑے شہروں میں اس مجلس کو بہت کچھ خیر وخیرات کے ساتھ کرنے لگے اور آپ ﷺ کے ذکرِ میلاد کی بہت کچھ خوشی مناتے ہیں اور بوجہ اُس کے اُن پر بہت کچھ برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (اور بعینہٖ اسی قول سخاوی رحمہ اللہ کو شیخ رحمہ اللہ نے ''مدارج النبوۃ'' میں نقل کیا ہے۔)

اور مولانا محدّث مفسر اسماعیل حقی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''روح البیان'' میں بیچ تفسیر سورۃ الفتح کے زیب قلم فرماتے ہیں کہ من جملہ آپ ﷺ کی تعظیم کے مجلسِ میلاد کا منعقد کرنا بھی ہے۔

اور شیخ المشائخ مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ زیارتِ شہدائے بدر اور اُحد سے پہلے حضور ﷺ کی ولادت کے دن مکہ معظمہ میں تھا، وہاں کے لوگ کثرت سے درود پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے اُن معجزوں کا ذکر ہو رہا تھا جو وقتِ ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلِ نبوت آپ ﷺ سے ظہور میں آئے تھے جس کو اصطلاح میں ارہاص کہتے ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے روح کی آنکھوں سے یا جسم کی آنکھوں سے بہت سے نور اچانک چمکتے دیکھے، جب میں نے سوچا تو معلوم ہوا کہ وہ نور اُن فرشتوں کے تھے جو ایسی متبرک مجلسوں میں حاضر رہنے پر مقرر کیے گئے ہیں اور اُن فرشتوں کے گرد میں نے رحمت کے فرشتوں

کے انوار کو دیکھا۔ فقط

اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ مکہ معظمہ میں ایسی کوئی مجلس مولدِ شریف نہیں ہوتی کہ جو قیامِ تعظیمی اور نعت خوانی اور عود سوزی وغیرہ دیگر اوضاع محفل شریف سے کہ جن کے استحباب پر فتویٰ جمیع علماء وفضلاء مکہ معظمہ اور مفتیانِ مذاہبِ اربعہ کہ جو درج آخر رسالہ ہذا ہے شاہد عدل خالی ہو اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا قولِ استحباب اس مجلس متعاملہ حرمین مکرمین میں گذر ہی چکا۔

اب یہاں سے غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر یہ قیام وغیرہ کہ جو محفلِ ہذا میں ہوتا ہی بدعت ہوتا تو ایسی محفل میں نزولِ ملائکہ اور انوارِ رحمت کا کیا کام تھا اور کلامِ شیخ المحدثین والمفسرین قدوۃ الاصفیاء والمحققین شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی استحباب واستحسان جمیع اوضاع واطوار متعاملہ اہلِ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً پر محفلِ میلاد شریف میں کہ من جملہ ان کے قیام بھی ہے صراحۃً دال ہے۔

چنانچہ علاوہ عبارات سخاوی علیہ الرحمۃ مولانا ممدوح اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" کی دوسری جلد میں بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"وعمل اہلِ مکه بریں است وزیارت کردن ایشاں موضع ولادت شریف را دریں شب وخواندن مولود وآنچه از آداب واوضاع آنست درشب دوازدہم۔" انتہی (1)

پھر جب استحباب مجلسِ مذکور میں استحباب جمیع اوضاع ثابت تو استحباب قیام میں کیا شک باقی رہا۔ ہاں! البتہ اگر محفلِ ہذا میں ارتکاب اُن امور کا کہ جو شرعاً مطلقاً ممنوع وناروا ہیں مثلِ استعمال آلات محرمہ ڈھولک ستار وغیرہ بارتکاب افعال محرمہ مکروہہ مثلِ تال، سُر، گٹکری اور مانند تداعی ہر کس وناکس، ریش وبروت بریدہ، تارکان جماعت وصلوٰۃ جمعہ واستماع نغمات اطفال امارد موجب شرور وفتنہ بلا ارادہ ہدایت کیا جائے تو علماء دین متین پر بدیں صورت

(1)۔۔: مدارج النبوۃ، باب اول: نور مصطفی ﷺ اصل کائنات است، وصل: ولادت آنحضرت ﷺ، ۲/ ۱۴

واجب ہے کہ عوام کالانعام کو محفلِ ہذا میں حاضر ہو کر اور خود متکفل امور مشروعہ محفل مستحبہ ہذا بن کر ان امورِ مکروہہ سے بطورِ بیان کرنے آدابِ مجلس ہذا کے بیان ذکر ولادت شریف سے پہلے بتدریج تام برفق وملاطفت تمام منع کردے، نہ کہ براسہ افعال مستحبہ متعاملہ بزم کو بھی، کس واسطے کہ چونکہ برائی اِن افعال کی اظہر من الشمس ہے۔

چنانچہ باب دوم میں دربیانِ آداب محفل شریف قبائح ان امور مذکور کی بموجبِ احادیث صحاح بتفصیلِ تمام مذکور ہو چکے اور نیز توجہ فرمائی حضور پُر نور صلی علیہ ربّ الغفور بھی بسمتِ بزمِ ہذا مظنون ومحتمل چنانچہ تحقیق اس مدعا کی بتفصیلِ تام ان شاء اللہ عنقریب بیان کی جائے گی؛ لہٰذا بدیں صورت نہ منع کرنا علماءِ دین کا عوام الناس کو محفلِ ہذا میں ارتکاب ان امور سے گویا پسند کرنا ناراضگی حضور صلی علیہ ربّ الغفور کا ہے۔ نعوذباللہ منہ

چنانچہ کتبِ علماء متقدمین سے بھی چونکہ اُنہوں نے کہیں بعض جہال کو محفلِ ہذا میں مرتکب ان قبائح کا دیکھا ہے انکار انہی قبائح کا پایا جاتا ہے نہ براَسہٖ انکار جملہ امورِ مستحبہ متعاملہ محفل شریف وبزم لطیف مولد رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کما قال علی القاری فی "مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم": فأمّا اتبعه من السماع واللهو وغيرهما فينبغي أن يقال أن ما كان من ذلك مباحاً يعين السرور فلا بأس بإلحاقه وما كان حراماً أو مكروهاً فممتنع. انتهى (1)

وقال القسطلانی: ولقد أطنب ابن الحاج فی "المدخل" فی الإنكار على ما أحدثه الناس من البدع والأهواء والغناء بالالات المحرّمة عند عمل المولد الشريف فالله تعالىٰ يثيبه على قصد الجميل. انتهى (2)

ملّا علی قاری رحمہ اللہ اپنے رسالہ "مورد الروی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجلسِ ذکرِ میلاد میں سماع لہو وغیرہ امور حرام ومکروہ سے بچنا لازم ہے اور جو امور مباح اور موجبِ

---

(1)۔۔:(مجموعة الرسائل لملاعلی قاری، موردالروی فی المولدالنبوی، رقم الرسالة: ۶۵، ۵/۳۸۴)
(2)۔۔:(المواهب اللدنية، المقصدالاول، ذکر رضاعه، ۱/۷۹)

فرحت وسرور ہیں اُن کا کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ علّامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابن الحاج محدث رحمہ اللہ نے "مدخل" میں اُن بدعتوں پر سخت انکار کیا ہے جو لوگوں نے مجلس ذکر میلاد میں داخل کرلی ہیں جیسے آلاتِ محرمہ کے ساتھ وقت ذکرِ ولادت گانا بجانا، اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

اور فرمایا مولانا المحقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بیچ "مدارج النبوۃ" کے:

"ودرینجاسند است مراہل موالید راکه درشبِ میلاد آنحضرت صلی الله علیه وسلم سرور کنند وبذل اموال نمایند ۔ یعنی ابولہب که کافربود وقران بمذمت و نازل شده چوں بسرور میلاد آنحضرت صلی الله علیه وسلم وبذل شیر جاریه وے بہجت آں حضرت صلی الله علیه وسلم جزا داده شد تاحال مسلمان که مملو است بمحبت وسرور وبذلِ مال درطریق وے چه باشد ولیکن باید که از بدعتہا که عوام احداث کرده انداز تغنی وآلات محرمه ومنکرات خالی باشد تا موجب حرمان از طریقه اتباع نگردد۔ انتہی[1]

وکذافی جلد الثانی من "ردالمحتار المشهور بالشامی" وأقبح منه النذر بقراءة المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وإیهاب ثواب ذالک إلی حضرة المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم.[2]

اور جلد ثانی "شامی" میں ہے کہ قبیح تر نذر مجلس مولود شریف کی ہے منبروں پر مع سامان گانے بجانے اور کھیل کود کے اور پھر اس سے مقصود ہدیۂ ثواب پہنچانا ہوتا ہے خدمتِ

(1)۔۔:(مدارج النبوۃ، باب اول: نور مصطفی ﷺ اصل کائنات است، وصل: اول کسیکه آنحضرت ﷺ را شیر داد ثوبیه بود، ۲/۱۹)

(2)۔۔:(رد المحتار، کتاب الصوم، باب مایفسدصوم وما لایفسده، فصل فی العوارض، مطلب: فی النذر الذی یقع للاصوات من اکثر العوام، ۳/۴۹۲)

حضور میں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے بھی انکار انہیں امورِ قبیحہ مصرّحہ قرآن وحدیث اور مذہبِ علماء مجتہدانِ ملت یعنی تال وسُر و گنگرے وغیرہ اُمورِ متشابہ انہیں امورِ ردیہ کا پایا جاتا ہے، نہ کہ انکار نفسِ مولدِ شریف اور قیامِ تعظیمی وغیرہ امورِ ثابتہ بقرآن وحدیث وتعامل وتعارف علماء ملت اور اصحابِ مذہب کا۔

چنانچہ مضمون ہذا مکتوب ہفتاد و دوم جلد سوم "مکتوبات" حضرت ممدوح سے واضح اور لائح ہے کہ مکتوب مذکور میں حضرت موصوف بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"دیگر درباب مولود خوانی اندراج یافته بود، درنفس قرآن خواندن بصورت حسن ودر قصائد نعت ومنقبت خواندن چه مضائقه است ممنوع تحریف وتغییر حروف قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمه وتردید صوت بآں بطریق الحان یا تصفیق مناست آنکه در شعر نیز غیر مباح است، اگر برنہجے خوانند که تحریف درکلمات قرآنی واقع نشود درقصائد خواندن شرائط مذکور ه متحقق نگرددو آنراہم بغرض صحیح تجویز نمایند چه مانع است۔ انتهی"[1]

اور مکتوب ۲۷۳ جلد اول میں بھی حضرت مجدّد الف ثانی نے نہ اہلِ مولد کو مشرک لکھا ہے نہ مبتدع، بلکہ ایک ایسی طرزِ خاص پر بحسبِ مقتضاء وقت مصلحۃً انکار فرمایا ہے کہ جس کے سبب سے رنگ ڈھنگ سماع وآلات واوضاع موسیقی اِس محفل سے مطلقاً اُٹھ جائے، تاکہ جہال کبائر ومحرمات کے مرتکب ہوکر مستحل کبائر کے نہ جائیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں: "ومبالغه فقیر دریں باب بجهت مخالفت طریق خود است"[2]

---

(1)۔۔: (مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب ہفتاد و دوم (۷۲)، ص: ۱۵۷)
(2)۔۔: (مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب دویست وہفتادم وسوم (۲۷۳)، ص: ۲۱)

اور نیز یہ امر مطالعہ دیگر رقعات شیخ ممدوح سے زیادہ تر واضح ہے کہ شیخ موصوف سماع سے کس قدر متنفر ہیں، نہ کہ انکارِ نفسِ مولد۔

چنانچہ یہ بات عبارت رقعہ منقولہ سابقہ حضرت ممدوح سے بغایت درجہ وضوح، کس واسطے، کہ فرماتے ہیں:

"درنفس قرآن خواندن بصوت حسن ودر قصائد ونعت خواندن چه مضائقه است"(1)

"چه مضائقه است" مطالعہ ہر دو مکتوبِ مذکور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ہمیں نہج قبیح یعنی برعایت تال وسر گٹکری معہ ڈھولک ستار اس امر شریف کو کسی گروہ ناشائستہ نے زمانہ حضرت موصوف میں رواج دیا ہوگا اور باوجود سمجھانے علماء کے ارتکاب اُن امور سے باز نہ آیا ہوگا کہ اُسے ڈرائے اور خوف زدہ ہو کر بحسبِ کثرتِ محبتِ سنت وفقہ حنفیہ آگے عبارت مذکور کے بدیں طور تحریر فرماتے ہیں:

"محذدما بخاطر فقیر میرسد تا سداین باب مطلقاً بکنند، بوالهوسان ممنوع نمیگروند اگر اندک تجویز کردند متجر به بسیار خواهد شد قلیله تقضی الی کثیره قول مشهور است،والسلام"۔(2)

اور بے شک جس وقت عوام کالانعام امورِ محرمہ مکروہہ کو بوسیلہ کسی امر نیک کے حلال یا مباح جاننے لگیں یا خوفِ استحلال محرومات ومکروہات یا ارتکاب محرومات ومکروہات مثل ڈھولک، ستار، تال، سُر، گٹکری اُن کی عادات سے مفہوم ہو اُس وقت علماء پر کہ طبیب باطنی اور حکماء روحانی ہیں مانند طبیب بدنی کی کہ بعض اوقات بخوف ترقی وشدتِ مرض بعض اعضاء کو کہ جن کے ساتھ امورِ ضروری اور حاجات لابدی متعلق ہیں کاٹ ڈالتا ہے لاریب براسہ اُن امورِ مستحبہ ومستحسنہ اور مباحہ سے بھی اُن امورِ قبیحہ کے منع کرے مگر اُس وقت

---

(1)۔۔:(مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب دویست وہفتادم وسوم (۲۷۳)، ص:۲۱)
(2)۔۔:(مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب ہفتادودوم (۷۲)، ص:۱۵۷)

کہ جب ازالہ اُن محرمات ومکروہات سے بغیر ترک کرنے اُن امورِ مستحبہ مستحسنہ کے بالکل مایوس ہوجائے نہ کہ ابتداءً مثلِ طبیب بدنی کے کہ ازالہ مرض سے ساتھ دیگر معالجات کے جب مطلقاً مایوس ہوجاتا ہے جب لاچار آخر الامر کاٹنے اُس عضو فاسدہ کا مرتکب ہوتا ہے نہ کہ ابتداءً اقتدا کرنے کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کہ اُنہوں نے جب عورتوں کا جماعت کے واسطے مساجد میں آنا موجبِ فساد اور استحلالِ محرمات دیکھا ایک طرزِ خاص پر اُن کو حضورِ جماعت سے منع فرمادیا تھا۔ کما أخرج البخاری رحمه الله: عن یحیی ابن عمرة عن عائشه رضی الله عنها قالت: «لو أدرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی إسرائیل فقلت أو منعن قالت: نعم». (1)

وفی شرحه "الکواکب الدراری" للکرمانی تحت هذا الحدیث: وقال التیمی: وفیه دلیل علی أنه لا ینبغی النساء أن یخرجن إلی المساجد إذا حدث فی الزمان الفساد. الخ. (2)

چنانچہ "بخاری شریف" میں ہے: حضرت یحییٰ فرماتے ہیں فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے: اگر دیکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن باتوں کو جو عورتوں نے اب اختیار کی ہیں البتہ بتاکید ان کو مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد سے منع کردیا تھا۔ حضرت یحییٰ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئی تھیں؟ فرمایا: ہاں۔

کرمانی "شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس امر پر کہ وقتِ خوف فتنہ وفسادِ اہلِ زمانہ عورتیں مسجد میں نہ آئیں۔

چنانچہ بموجب اسی حدیث اور دیگر احادیث کے کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ عورتیں مسجد

---

(1)۔۔(صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۱/۲۰۷، الحدیث: ۸۶۹)

(2)۔۔(الکواکب الدّراری، کتاب الأذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۳/۲۰۷، تحت الحدیث: ۸۶۹)

میں نہ آئیں۔ کما فی "الکنز": ولا یحضرون الجماعات.[1] وفی "الھدایة": ویکرہ لھن حضور الجماعات.[2] وذکر فی "الکفایة": أن الفتوی الیوم علی الکراھة فی الصلوات کلھا لظھور الفساد.[3]

"کنز" میں ہے اور عورتیں جماعت سے نماز پڑھنے کو نہ آئیں اور "ہدایہ" میں ہے کہ مکروہ تحریمہ ہے عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کو مسجد میں آنا اور "کفایہ" میں سب کچھ لکھ کر آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ فتویٰ اس زمانہ میں اسی پر ہے کہ تمام نمازوں کے لئے عورتوں کو مسجد میں آنا مکروہ تحریمہ ہے بوجہ فسادِ اہل زمانہ کے۔

اور بصورتِ عدمِ وجود ارتکابِ محرمات ڈھولک، ستار وغیرہ اور معدومیت خوف استحلالِ محرمات ایسے امورِ شریفہ ثابتہ بقرآن وحدیث بعضہا بعبارتِ النص وبعضہا باشارۃِ النص سے بدعتِ سیئہ قرار دے کر منع کرنا لاریب مانعِ خیر بننا ہے اور مانعِ خیر سے بڑھ کر اور کون سا شقی ہوگا کہ جس کے بیان بُرائی میں معہ بیان بھلائی صاحبِ خیر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں: أخرج "ابن ماجة" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ فَطُوبَى لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَى يَدَيْهِ وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَى يَدَيْهِ».

وفیه فی روایةٍ أخری: «عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: «أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبَى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ».[4] انتھی

"ابن ماجہ" میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

---

(1)۔۔: (کنز الدقائق، کتاب الصلوة، باب الامامة، ص: ١٦٨)

(2)۔۔: (الھدایة، کتاب الصلوة، باب الامامة، ص: ١/٧١)

(3)۔۔: (الکفایة، کتاب الصلوة، باب الامامة، ص: ١٦٨)

(4)۔۔: (سنن ابن ماجه، مقدمة، بَاب مَنْ كَانَ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ، ١/١٤٤، ١٤٣، الحدیث: ٢٣٨، ٢٣٧)

علیہ وسلم نے کہ بعض آدمی کھولنے والے ہیں دروازے بھلائی کے اور بند کرنے والے دروازے بُرائی کے اور بعض اس کے برخلاف۔ خوشخبری ہو اُس شخص کو جس کے ہاتھوں کو اللہ بھلائی کا کھولنے والا بنادے اور ویل ہو اُس شخص کو جس کے ہاتھوں کو بُرائی کا کھولنے والا بنایا جائے۔ اور اسی کے ہم معنی دوسری حدیث حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

دیکھو صحابہ اور فقہاء نے تو خیرِ کثیر کے ساتھ میں اگر کوئی بُرائی بھی دیکھی ہے تو بخوفِ لزومِ انکار خیر اُس بُرائی کے منع کرنے میں بھی تامل کیا ہے۔ کما فی "المضمرات" فی باب العیدین: وروی عن علی کرم اللہ وجھہ: «أنہ رکب یوم العید ورکب معہ ستون أوسبعون شیخاً من ملوک العرب وکبرائھم وکانوا فی طریق المصلی یکبرون فرأی رجلاً یصلی قبل صلاۃ العید، فقال علی رضی اللہ عنہ: صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ العید فلم یکن صلی قبل صلاۃ العید، فقیل لہ: ألا تنھی؟ فقال: أخشی أن أکون من الذی قیل فیہ، ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ [پ:۳۰، العلق، ۱۰،۹] [1]».

وفی "در المختار": ولا یتنفل قبلھما أي العیدین وکذا لا نفل بعدھا فی مصلاھا؛ فإنہ مکروہ عند العامۃ وأن ینتفل بعدھا فی البیت جاز، بل یندب التنفل بأربع وھذا للخواص أما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل أصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات لأن علیاً رضی اللہ عنہ رأی رجلاً یصلی بعد العید فقیل أما تمنعہ یا أمیر المؤمنین فقال: أخاف أن أدخل تحت الوعید قال اللہ تعالی: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾. انتھی مختصراً بقدرِ الحاجۃ [2]

وفی "التجنیس" عن الحلوانی: أن کسالی العوام إذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا یمنعون، لأنھم إذا منعوا ترکوھا. انتھی [3]

---

(1)۔۔:(جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر الامام القدوری، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ۱۶۲/۲)

(2)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب العیدین، ص: ۱۱۲)

(3)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنۃ وبالعکس، ۱۷۷/۲)

باب العیدین ''مضمرات'' میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ عید کے دن سوار تشریف لے جارہے تھے اور آپ کے ساتھ ساٹھ یا ستر بزرگ روسائے عرب سے تھے اور سب تکبیروں کے ساتھ رطب اللسان۔ اسی حالت میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو قبلِ نمازِ عید نماز پڑھتا دیکھ کر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نمازِ عید سے پہلے کوئی نماز نفل نہیں پڑھا کرتے تھے۔ عرض کیا گیا: پھر آپ کیوں نہیں منع فرماتے؟ فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ میں اس آیت کا مصداق نہ بن جاؤں: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ یعنی، اے ہمارے محبوب! تونے اس شخص کو دیکھا کہ جو نماز پڑھنے کو منع کرتا ہے۔

اور ''درمختار'' میں ہے کہ عید کے دن قبلِ نماز عید کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے اور عید گاہ میں بعد نمازِ عید عام علماء کے نزدیک یہ امر مکروہ ہے۔ ہاں! گھر آکر اگر چار رکعت پڑھے تو مستحب ہے مگر یہ حکم خاص لوگوں کے واسطے ہے عوام اگر پڑھیں یا راستہ میں آواز سے تکبیر کہیں تو ان کو منع نہ کرنا چاہیے، اس واسطے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے منع فرمانے سے احتراز کیا تھا۔

اور ''تجنیس'' میں ہے: شمس العلما حلوانی رحمہ اللہ سے فرماتے ہیں: نماز میں سستی کرنے والے لوگوں کو اگر وہ طلوعِ آفتاب کے وقت بھی پڑھیں منع نہ کرنا چاہیے، اس واسطے کہ پھر وہ مطلقاً نماز صبح کو چھوڑ ہی دیں گے۔

اور عارف باللہ علّامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ'' کے بیانِ خلق اڑتالیسویں میں جس کا نام فتنہ رکھا ہے اخلاقِ یہودی ونصاری سے جو مسلمانوں میں رائج ہوگئے ہیں بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ من جملہ اُن اخلاق کے ایک یہ بھی ہے کہ جو لوگ خوبی اور عمدگی کے ساتھ عبادت نہیں ادا کرسکتے اُن پر ایسی سختی کرنا کہ سرے سے عبادت کو ہی چھوڑ بیٹھیں۔ (1)

(1)۔۔: (حدیقۃ الندیہ، الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق المذمومۃ ''الفتنۃ'' ص: ۱۴۶)

بعدہ اس کی مثال میں علامہ شمس الدین حلوانی رحمہ اللہ والی روایت جو ''تجنیس'' سے نقل ہو چکی، بحوالہ ''مصفّٰی شرح نسفیہ'' علاّمہ امام اجلّ، زاہد بے بدل، جمال الدین محبوبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں: ومن هذا القبيل نهى الناس عن صلاة الرغائب بالجماعة وصلاة ليلة القدر ونحو ذالك وإن صرّح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها لا يفتىٰ بذالك للعوام لئلاتقل رغبتهم فى الخيرات وقد اختلف العلماء فى ذالك فصرّح ابن الصلاح من أئمة الشافعية وهو من كبار المحدثين رحمه الله تعالىٰ بعدم الكراهة وصنف فى جوازها رسالة مستقلة ووان ناقشه فى ذالك معاصره والعز بن عبدالسلام برسالة اخرى وكذالك صنف فى جوازها جماعة من المتأخرين فإبغاء العوام راغبين فى الصلاة أولى من تنفيرهم منها وفى الغالب أنهم إذالم يصلوها كذالك جلسوا فى المساجد ليلة النصف من شعبان وليلة أول جمعة من شهر رجب وليلة القدر يتحدثون بكلام الدنيا المكروه وربما ذهبوا إلى ماهم فيه من الإنهماك فى الشهوات والغفلات.

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر بالجهر وإنشاد أشعار الصالحين وإن صرح فقهاء الحنفية بكراهة الجهر بالذكر فإن أئمة الشافعية كالنووى وغيره قائلون باستحباب ذالك ولا ينبغى أن ينهى العوام عما تقول به أئمة المسلمين.

ومن هذا القبيل نهى العوام عن المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فإن بعض المتأخرين من الحنفية صرّح بالكراهية فى ذالك إدعاء بأنه بدعة مع أنه داخل فى عموم سنة المصافحة مطلقاً فلا يبقى إلا مجرّد التخصيص بالوقتين المذكورين فيقتضى ابتداع ذالك.

وصرّح النووى فى كتابه "الأذكار" وغيره من الشافعية بأنها فى هذين الوقتين بدعة مباحة فلا ينبغى للواعظ أو المدرس أن ينهى العوام عما أفتى بجوازه بعض أئمة الاسلام.

ومن هذا القبیل زیارة القبور والتبرک بضرائح الأولیاء والصالحین والنذر لهم بتعلیق ذالک علی حصول شفاء أو قدوم غائب فإنه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورهم کما قال الفقهاء فیمن دفع الزکاة لفقیر وسماها قرضا صح ؛لأن العبرة بالمعنی لا باللفظ وکذالک الصدقة علی الغنی هبة والهبة للفقیر صدقة وقد صرّح الشیخ ابن الحجر الهیثمی المکی من أئمة الشافعیة فی "فتاواه": ان هذا النذر للولی المیت إذا قصد به الناذر قربةً أخری کأولاد الولی المیت أو خلفائه أو إطعام الفقراء الذین عند قبره صح النذر ووجب صرفه فیما قصده الناذر إلی أخر ما بسطه من الکلام وغالب الناس فی هذا الزمان یقصدون ذالک فیحمل الکلام علیه ولا ینبغی أن ینهی الواعظ عما قال به إمام من أئمة المسلمین ،بل ینبغی أن یقع النهی عما اجمع الأئمة کلهم علی تحریمه والنهی عنه وهو معلوم بالضرورة من الدین کحرمة الزنا والرباء والریاء وشرب الخمر والظنّ السوء بأهل الإسلام والظلم والمکس وغصب الأموال والمصادرات بغیر حق والخیانة فی البیوع والإجارات ورشوات القضاة والأمراء والتکبر والأعجاب والحسد والبغی والإفتراء والکذب والزور ونسیان عیوب النفس والتجسس عن عیوب الناس وإتهام المسلمین والمسلمات بالفواحش وهتک أستار المذنبین ومحبة إشاعة الفاحشة فی الغیر والغیبة والنمیمة والإستهزاء بالفقراء والسخریة علی المساکین والضعفاء من الناس و الطعن فی أولیاء الله تعالیٰ المتقدمین والخوض فی دینهم وإعتقاداتهم بالجهل فی معانی کلامهم وعدم معرفة المطابقة بین کلامهم وکلام الله تعالیٰ ورسوله وإنکار کراماتهم بعد الموت واعتقاد أن ولایتهم انقطعت بموتهم ونهی الناس عن التبرک بهم إلی غیر ذالک من القبائح التی هم علیها الآن غالب أهل زماننا فی بلادنا وغیرها .نسأل الله العافیة.فعلی الوعاظ والمفتیین معرفة أحوال الناس وعاداتهم فی القبول والرّد والسعی والکسل ونحوها.

انتھی. مختصرا بقدر الضرورۃ.[1]

اور اسی قسم سے ہے جماعت سے صلوٰۃ رغائب اور صلوٰۃ لیلۃ القدر اور مثل اس کی دوسری نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرنا؛ اس واسطے کہ اگرچہ جماعت سے نوافل پڑھنے کو (خصوصاً عام بُلاوے اور شہرت کے ساتھ) علماء نے مکروہ لکھا ہے مگر اگر بلاتداعی وشہرت اگر لوگ باجماعت پڑھیں اس زمانہ میں ممانعت کا فتویٰ دینا مناسب نہیں، تاکہ ان کی رغبت بھلائی سے کم نہ ہو جائے، اس واسطے کہ بغیر اذان وتکبیر اور عام بلاوے کے علاوہ تراویح، جماعت سے سنت نفل پڑھنا مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

ابن صلاح جو اکابر محدّثین شافعیہ سے ہیں بلاکراہت جائز فرماتے ہیں اور جوازِ جماعت نوافل میں متاخرین حنفیہ نے بہت سے رسالے لکھے ہیں، لہٰذا عوام کو نوافل کے جماعت سے روکنا اور اُن کو ایسے کارِ خیر سے نفرت دلانا مناسب نہیں؛ اس واسطے کہ بسا اوقات دیکھا ہے جب شبینہ اور جماعت نفل سے روکے جاتے ہیں تو نہ علیحدہ نوافل پڑھتے ہیں نہ ورد ووظیفہ یا تلاوتِ قرآن اور پھر شب شعبان یا لیلۃ القدر اور ستائیسویں شب رجب اور اول شب جمعہ رجب کو مسجدوں میں اکٹھے ہو کر دنیوی باتوں میں مشغول ہو جاتے یا آتش بازی چلاتے ہیں۔

اور اسی قسم سے ہے کہ لوگوں کو ذکر جہر اور نعت خوانی کی مجلسوں سے روکنا، اس واسطے کہ اگرچہ فقہاء حنفیہ نے بلند آواز سے ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے اس واسطے کہ ائمہ شافعیہ مثلِ امام نووی علیہ الرحمۃ وغیرہم کی (اور نیز بعض حنفیہ) ذکر جہر اور مجلس نعت خوانی کو مستحب جانتے ہیں بوجہ ثابت ہونے ذکرِ جہر اور نعت خوانی کے مساجد میں بموجبِ احادیثِ صحیحہ کمامر۔

اسی طرح مصافحہ کرنے سے بعد نماز فجر وعصر عوام کو روکنا ہے، اس واسطے کہ اگرچہ بعض حنفیہ نے اس کو خصوصیت کے ساتھ بدعت سمجھ کر مکروہ لکھا ہے مگر مطلقاً مصافحہ کرنا

---

(1)۔۔:(حدیقۃ الندیہ، الباب الثانی، الفصل الثانی، الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق المذمومۃ، ص:۲/۱۵۰)

جو سنت ہے اگر عقید تاان دو وقتوں کی قید کو عادت سمجھا جائے نہ مستحب تو پھر اس مصافحہ کے بھی سنت ہونے میں کیا کلام ہے، حالانکہ امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ وغیرہ علماء نے دونوں وقتوں کی تخصیص کو بھی بدعت مباحہ قرار دیا ہے ، لہٰذا ایسے امورِ خیر سے جن کو بعض ائمہ اسلام نے جائز رکھا ہے واعظوں کو روکنا مناسب نہیں۔

اور اسی قسم سے ہے مزاراتِ اولیاء اللہ اور صالحین کی زیارت کو جانا اور اُن کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور اسی طرح نذر ماننا کہ اگر فلاں مریض کو شفا ہو گی یا فلاں آدمی جو غائب ہے اگر آ گیا تو اس قدر کھانا یا شیرینی آپ کی نذر کروں گا اس کو بطریقِ مجاز نذر کہا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً مراد نذر ماننے والے کی یہ ہوتی ہے کہ اگر اللہ آپ کی دعا سے یہ کام کروا دے گا تو میں آپ کے مزار کے خادموں کو اس قدر کھانا یا شیرینی کھلا کر اس کا ثواب آپ کو پہنچاؤں گا۔ اس واسطے فقہائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی فقیر کو بطریقِ قرض کچھ دیا اور نیت یہ رکھی کہ میں اس کو زکوٰۃ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ اس واسطے اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا (اسی طرح گیارہویں وغیرہ میں جو کھانا یا شیرینی دولت مندوں پر تقسیم کی جاتی ہے۔ اُس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دولت مندوں پر ہبہ کیا جاتا ہے اور فقراء پر بطریقِ صدقہ اور اس ہبہ اور صدقہ کا ثواب پہنچایا جاتا ہے) لہٰذا صدقہ غنی پر ہبہ کے معنی میں بولا جاتا ہے اور ہبہ فقیروں پر صدقہ کے معنی میں۔

چنانچہ شیخ ابن حجر مکی جو ائمہ شافعیہ سے ہیں اپنے "فتاویٰ" میں تحریر فرماتے ہیں: نذر اولیاء اللہ جو انتقال فرما گئے اگر اس نذر میں ناذر یہ دوسری نذر مان لے کہ جس کھانے یا مال کا بلفظِ نذر میں آپ کو ثواب پہنچاؤں گا وہ مال آپ کی اولاد یا آپ کے خلیفہ یا آپ کے مزار کے خادموں ہی پر خرچ کیا جائے گا تو یہ نذر صحیح ہے اور اُنہی پر خرچ کرنا ناذر پر واجب ہو جاتا ہے اور اس امر کے بیان میں بہت بسط فرمایا ہے اور اس زمانہ میں اکثر لوگوں کی مراد یہی ہوتی ہے، لہٰذا وہ ہی معنی مراد لینے چاہیے جو اُن کی نیت کے موافق ہیں نہ یہ کہ مخالف ان کی نیت کے معنی قرار دے کر ان کو اس کارِ خیر سے منع کرنا البتہ ایسے کاموں سے منع کرنا ضروری ہے کہ

جن کی ممانعت پر تمام اماموں کا اجماع ہے جیسے زنا، بیاج، ریاکاری، شراب پینا اہل اسلام، خوش عقیدوں کے ساتھ بدگمانی کرنا، ظلم اور چنگی کی ملازمت میں جو سرتاپا ظلم ہے، ظلم کرنا ،لوگوں کا مال چھیننا، مالی جرمانہ کرنا، بیع اور اجارہ میں خیانت کرنا، قاضیوں اور امیروں کا رشوت لینا، غرور اور خودپسندی، حسد اور سرکشی، بہتان بندی اور جھوٹ، فریب اور اپنے نفسوں کے عیبوں کو بھول کر دوسرے کے عیبوں کی تلاش، فحش، تہمت لگانے مسلمان مرد اور عورتوں کے سے، پردہ دری گنہگاروں سے، فحش باتوں کے پھیلانے کی محبت، غیبت اور چغل خوری، محتاجوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنے، مسکینوں اور ضعیفوں کے ساتھ مسخرہ پن سے، اولیاء اللہ پر طعن کرنے سے اُن کے دین اور اعتقاد میں بوجہ اپنی جہالت اور نافہمی کے ان کے کلام سے، انکار کرنے اُن کی کرامتوں سے بعد الوفات اور اس اعتقاد سے کہ بعد الوفات ولی کی ولایت منقطع ہو جاتی ہے اور منع کرنے لوگوں کے برکت پکڑنے سے ساتھ اولیاء اللہ کے اور ماسوا اس کے جو جو قباحتیں ہمار زمانہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ واعظ اور مفتیوں پر لازم ہے کہ اپنے زمانہ کے آدمیوں کی حالت اور ضرورتوں کو دیکھ کر ایسی طرز پر نصیحت کرے جس سے وہ فائدہ اُٹھائیں۔ انتھی مختصراً۔ بموجب اس قاعدہ کے ہمارے زمانہ میں سب سے اول واعظ اور مفتیوں پر لازم ہے کہ علاوہ امورِ مذکورہ اُس جماعت سے نفرت دلادیں کہ جن کی زبان اور قلم سے توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلی ہے اور نکلتی رہتی ہے حالنکہ علاوہ جمہور علماء سلف وخلف مذاہبِ اربعہ وہ خود بھی توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر جانتے ہیں مگر جو ان کے بزرگوں کی قلم یا اُن کی قلم سے جو کلماتِ توہین نکل گئے ہیں اور ایک عالم اُن کلماتِ توہین کو توہینِ انبیاء سمجھتا ہے مگر وہ اپنے کلمات کو کلماتِ توہین نہیں کہتے اور ان کی بڑی بڑی تاویلات رکیک کرکے لوگوں کو خرابی میں ڈالتے ہیں یا منکرِ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے چکڑالوی یا مدعی نبوت کو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچا جانتے ہیں یا باوجود ثابت ہو جانے دعویٰ نبوت کے اُس مدعی نبوت کو مسلمان سمجھتے ہیں یا اُس کی تصدیق کرنے والوں کو مسلمان جانتے ہیں

مثل متعدد فرقوں مرزائیوں کے۔

دلیل ششم:

اور نیز تعظیم وقت تشریف آوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے ساتھ اشارۃ النص کے کتاب بتصریح ملّا علی قاری بھی۔ کما قال فی رسالتہ "مورد الرّوی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم "وفی قولہ تعالی: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ [پ:۱۱، التوبۃ:۱۲۸ أشار بذالک و إنباء إلیٰ التعظیم وقت مجیئہ صلی اللہ علیہ وسلم.(1)

چنانچہ رسالہ "مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں ہے: اور فرمانِ خداوندی میں کہ البتہ آچکے تمہارے پاس ایک رسول مطلق تمہاری ہی جنس سے، گراں ہے اُن پر وہ بات جو تجھ کو رنج میں ڈالے، حریص ہیں تمہاری بہتری کے اور مومنوں پر بہت شفیق اور مہربان یعنی، ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ﴾ میں اشارہ اور آگاہی ہے طرفِ تعظیم وقتِ تشریف آوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دارِ ناپائیدار دنیا میں۔

[سوال:]

اگر کوئی کہے کہ یہ تعظیم مثبتہ بقولِ ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ مستدلہ بآیۃ کریمہ اُسی وقت کے ساتھ خاص تھی کہ جس وقت آپ رونق افروز اس دارِ ناپائیدار میں ہوئے تھے اور اب ہر سال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پیدا ہوتے، بلکہ بعضھم بعد ازیں گستاخانہ بے ادبانہ لفظ 'جنم اشٹمی' زبان پر لاکر یہ حدیث شریف پڑھتے ہیں: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»(2)

[جواب:]

توجواب اس کا یہ ہے کہ التزام تمام لوازمات تعظیم وسرور کا ہر سال بروز معینہ ہم جنس نزول وظہور اُس شے موجبِ تعظیم وانشراح کے مثلِ لوازمات تعظیم وسرور روزِ نزول وظہور

---

(1)۔۔:(مجموع الرسائل للعلامۃ الملا علی قاری، المورد الروی فی المولد النبوی، الرسالۃ رقم:۶۵، ۳۸۹/۵)

(2)۔۔:(سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ۲۸۱/۴، الحدیث: ۳۵۱۲)

اس شئے باعث فرحت و تعظیم کے کرنا ثابت ہے صراحۃً نص قرآن مجید اور احادیثِ رسولِ حمید صلی اللہ علیہ وسلم واقوالِ مجتہدین وسلف صالحین سے۔

قال اللہ تعالیٰ حکایةً عن عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام: ﴿رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ﴾. [پ:۷، المائدة، ۱۱۴

وفی "تفسیر الجلالین": ﴿تَكُونُ لَنَا﴾ أي يَوم نُزُولِهَا "عِيدًا" نُعَظِّمهُ وَنُشَرِّفه. انتهى [1]

وفی "المدارک": تکون لنا عیداً أی تکون لنا سروراً وفرحاً لأولنا وأخرنا. انتهى [2]

وأخرج البخاری رحمه الله: عن ابن عباس قال: قدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة فرأى الیهود یصوم عاشوراء فقال: ما هذا؟ قالوا: هذا یوم صالح، هذا یوم نجی الله بنی إسرائیل من عدوهم فصامه موسیٰ علیه السلام، قال صلی الله علیه وسلم: «فأنا أحق بموسیٰ منکم فصامه وأمر بصیامه». انتهى [3]

وأخرج مسلم، قال: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صوم الإثنین؟ فقال: «فیه ولدت وفیه أنزل علی». انتهى [4]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے حکایت کرتے ہوئے اے رب ہمارے! اتار تو ہم پر دستر خوان رزق کا آسمان سے کہ ہو وہ دن عید ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے حق میں اور باقی رہے تیری رزاقیت کی نشانی۔

اس کی تفسیر میں صاحبِ جلالین تحریر فرماتے ہیں: قوله: ﴿تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾ سے

---

(1)۔۔: (تفسیر الجلالین، المائدة، تحت الایة: ﴿تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾، ص: ۱۲۶)

(2)۔۔: (المدارک، المائدة، تحت الایة: ﴿تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾، ص: ۱۲۶)

(3)۔۔: (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۳/۴۹۲، الحدیث: ۲۰۰۴)

(4)۔۔: (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر، ۴/۸۲۰، الحدیث: ۱۱۶۲)

مراد یہ ہے کہ اُس دستر خوان کے اُترنے کا دن بسببِ عظمت اور شرف کے عید بنالیا جائے اور یہی مضمون ''تفسیر مدارک'' کا ہے۔

اور ''بخاری شریف'' میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رونق افروز ہو کر یہود کو دیکھا کہ دسویں تاریخ محرم کو روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے؟ یہود نے عرض کیا کہ یہ نیک دن ہے اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو اُن کے دشمن فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی یہ اس کے شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ فرمایا: مجھ پر تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق ہے؛ لہٰذا آپ ﷺ نے خود روزہ رکھا اور سب کو روزہ کا حکم فرمایا۔

اور ''مسلم شریف'' میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ پیر کے دن کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دن میری ولادت کا اور شروع ہونے نزولِ قرآن کا ہے۔

اور نجات بنی اسرائیل اور موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نزولِ قرآن فرقان بین الحق والبطلان اور ولادت باسعادت سیّد دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر سال نہیں ہوتی تھی پھر باوجود اِس کے روزہ رکھنا آپ ﷺ کا ہر سال بروز عاشورہ فقط بدیں جہت بمقتضائے سیاق حدیث اور علیٰ ہذا روزہ آپ ﷺ کا ہر ہفتہ میں بروز پیر بجہتِ ولادت سعید و نزولِ قرآنِ حمید صاف دال ہے تجدیدِ تعظیم وسرور ہر یوم ہم جنس یومِ تعظیم وسرور پر۔ کما قال حافظ ابن حجر العسقلانی: قد ظهر لی تخریجه علی أصل ثابت وهو ما ثبت فی "الصحیحین" أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء إلخ فیستفاد منه فعلُ ذلک أی المولد الشریف شکر الله تعالیٰ بما من به فی یوم معین من إبداع نعمة ودفع نقمة ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة والشکر یحصل بأنواع العبادات من السجود والصیام والصدقة وأی نعمة أعظم من نعمة بروز النبی الکریم نبی الرحمة فی ذلک الیوم وعلیٰ هذا ینبغی أن یعین ذلک الیوم حتی یطابق

قصة موسیٰ علیه السلام فی یوم عاشوراء. انتهی کلامه من "مولده الکبیر".[1]

وفی "ردالمحتار": قال بعض الشافعیة: أن أفضل اللیالی لیلة مولده صلی الله علیه وسلم ثم لیلة القدر ثم لیلة الأسراء. انتهی[2]

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی "مولد کبیر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تعین روز میلاد شریف کی یہ دلیل ہے جو حدیث شریف صحیحین میں ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور یہود کو عاشورہ کے دن موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں نجات ظلم فرعون سے روزہ رکھتے دیکھا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بھی روزہ رکھا۔ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ خوشی مولود شریف کی بھی ولادت کے دن اسی قسم کی خوشی ہے جس میں شکر ادا کیا جاتا ہے مختلف عبادتوں کے ساتھ اس نعمت پر کہ اللہ عزّوجلّ نے ہمارے درمیان اپنے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو پیدا کیا اور ان کے ساتھ ظلمتِ کفروشرک سے ہم کو نجات عطا فرمائی۔

اور "ردمحتار" میں ہے: بعض شافعیہ کا قول ہے کہ تمام راتوں میں افضل آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ولادت کی رات ہے، پھر لیلۃ القدر، پھر معراج کی رات۔

اور "مدارج النبوۃ" میں ہے: "بدانکه استقرار نطفهٔ زکیه مصطفویه در صدف رحم آمنه رضی الله عنہا در ایام حج برقول اصح دراوسط ایام تشریق شبِ جمعه بود ازیں جهت امام احمد حنبل رحمه الله لیلة الجمعه را فاضلتر از لیلة القدر داشته که خیرات وبرکات و سعادات که درجنس این شب برعالمیان ومومنان مفاز شده دربیچ شبے نشده تا روز قیامت بلکه تا ابدو اگر بہمیں جهت شب میلاد درا افضل از شب قدر دارندنیز مے سزد وقد صرح به العلماء رحمهم الله"

(1)۔۔:(حسن المقصد فی عمل المولد، کلام الحافظ ابن حجر فی عمل المولد، ص:۶۳)
(2)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب: فی الوقوف بالمزدلفة، ۳/۱۸۲، ۱۸۱)

اور اسی میں ہے:

"وعمل اہل مکه معظمه درزیارت کردن ایشاں موضع ولادت شریف رادر آنچه از آداب واوضاع آن است درشب دوازدہم ربیع الاول روزِ دوشنبه بوده۔ انتہی"(1)

پس باایں ہمہ ثبوت تام انکار کرنے تجدیدِ تعظیم وسر در میان ایام ہم جنس یومِ تعظیم وسرور کو بجز کتمانِ حق یا عدمِ وقوف دلائل موثقہ کے اور کیا کہا جائے، حالاں کہ باایں ہمہ تعیین یوم کو عاملینِ محفل ہذا سے کوئی ایسا نہ ہو گا کہ جو تعیین یوم وغیرہ کو فرض یا واجب جانتا ہو، تاکہ موردِ قباحت ہو، بلکہ بلا تعیین یوم بھی یہ عمل شریف اکثر ہوتا رہتا ہے اور علیٰ ہذا ایسے فعلِ مستحسنہ علماؤ محدثینِ سلف و خلف کو مشابہ افعال قبیحہ کفار نابکار ٹھہرا کر حدیث «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» پڑھنے کو بجز تعصب کس بات پر محمول کیا جائے، کس واسطے کہ اگر بنظرِ انصاف معنی تشابہ ممنوعہ کتبِ فقہ واقوالِ محدثین سے بغور تمام سمجھ لئے جاتے تو پھر إن شاء اللہ تعالی یہ الفاظ کبھی زبان پر نہ آتے اور وہ یہ ہیں جو "در مختار" میں مذکور ہیں:

قال فی "در المختار" فی جواب من قال: إن الإشارة بالسبابة بین التشهد یترک لأن فیها تشبیهاً بالرفضة الفجرة بأن التشبه بأهل البدعة الممنوع إنما یکون بشیء ابتدعوه أو یکون مختصاً بهم و شعارهم أما غیره مایکون مسنوناً أو مندوباً أو مستحسناً شرعاً فلا إعتبار للتشبه بهم ولو اعتبر ذلک للزم ترک کثیر من السنن و المندوبات لأنهم یشارکون أهل السنة فی کثیر من أعمال العبادات و کذا العبادات و هذا لا یقول به أحد قال و الشئی إن کان محموداً فی نفسه لا یصیر مذموماً لکونه سِمَه لأهل البدع ویؤید ذلک ما ذکره الشیخ الإمام التورپشتی رحمه الله فی "شرح مصابیح" عند شرح حدیث أهل البدعة قالوا: یارسول الله صلی الله علیک و سلم ما سیما هم؟ قال: الحلق أتی بهذا البناء إما لتعریف مبالغتهم فی الخلق أو لأکثارهم منه قد حدث به تنبیهاً

(1)۔۔۔:(مدارج النبوۃ، باب اول: نور مصطفی ﷺ اصل کائنات است، وصل: استقرار نطفہ زکیہ مصطفویہ، ۲/۱۳)

علیٰ أمارتهم و توفیقاً علیٰ شعارهم الظاهر ولیس فی ذلک ما یدل علی الوضع ممن یتخذ الحلق و إلی فقد وضعهم بکثرة الصلوٰة و الصیام کما وضعهم بالحلق و الشئی إذا کان محمود أفی نفسه لا یصیر مذموماً لا ستنان من یستن به من أهل الزیغ فی حق العموم و إنما یذم بالتشبه إلیهم العوج فی قصدهم و فساد نیتهم. انتهی (1)

و أیضاً فیه: فی باب ما یفسد الصلاة: التشبه بهم لا یکره فی کل شئی بل فی المذموم و فیما یقصد به التشبه کما فی "البحر". (2)

وفی شرحه "رد المحتار": قوله (لأن التشبه بهم لا یکره في کل شيء) فَإِنَّا نَأْكُلُ وَنَشْرَبُ كَمَا يَفْعَلُونَ "بحر" عَنْ "شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ" لِقَاضِي خَانْ، وَيُؤَيِّدُهُ مَا فِي الذَّخِيرَةِ قُبَيْلَ كِتَابِ التَّحَرِّي. قَالَ هِشَامٌ: رَأَيْت عَلَى أَبِي يُوسُفَ نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَيْنِ بِمَسَامِيرَ، فَقُلْت: أَتَرَى بِهَذَا الْحَدِيدِ بَأْسًا؟ قَالَ لَا قُلْت: سُفْيَانُ وَثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ كَرِهَا ذَلِكَ لِأَنَّ فِيهِ تَشَبُّهًا بِالرُّهْبَانِ؛ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَهَا شَعْرٌ وَإِنَّهَا مِنْ لِبَاسِ الرُّهْبَانِ. فَقَدْ أَشَارَ إلَى أَنَّ صُورَةَ الْمُشَابَهَةِ فِيمَا تَعَلَّقَ بِهِ صَلَاحُ الْعِبَادِ لَا يَضُرُّ، فَإِنَّ الْأَرْضَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ قَطْعُ الْمَسَافَةِ الْبَعِيدَةِ فِيهَا إلَّا بِهَذَا النَّوْعِ (3)

"در مختار" میں اُس شخص کے جواب میں ہے جو کہتا ہے کہ التحیات میں کلمہ کی انگلی کے ساتھ اشارہ نہ کرنا چاہیے، اس واسطے کہ اشارہ میں رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے؟ صاحبِ درّ مختار فرماتے ہیں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت حاصل کرنے سے ایسے امور میں منع کیا گیا ہے جس کو خاص اُنہوں نے نکالا ہو اور وہ اُن کی علامت اور شعار ہو گیا ہو، نہ اُن امور میں جو فی نفسہ سنت یا مستحب یا مستحسن ہوں، ورنہ بہت سی سنت جس میں ہماری اُن کی شرکت ہے چھوڑنی پڑے گی جس کا کوئی بھی اہلِ علم سے قائل نہیں اور اسی قول کی

(1)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلاة و مایکره فیها، ص:۸۶، ۸۵)
(2)۔۔:(الدر المختار، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلاة و مایکره فیها، ص:۸۶، ۸۵)
(3)۔۔:(رد المحتار، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب: فی التشبه بأهل الکتاب، ۲/۶۶۲)

تائید کرتا ہے وہ قول جو علامہ تورپشتی سے "شرح مصابیح" میں شرح حدیث بیان اہل بدعت میں منقول ہے کہ جب صحابہ کرام نے خارجیوں کی علامت دریافت فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا: سر منڈوانا ہے۔ یہ فرمانا آپ ﷺ کا اس بنا پر ہے کہ وہ سر منڈوانے میں مبالغہ کریں گے اور ان کے زمانہ امارت میں سر منڈوانا اُن کا شعار ہو جائے گا نہ یہ کہ جو سر منڈوائے وہی خارجی قرار دیا جائے اور گمراہ کہا جائے، حالاں کہ ان کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز روزہ کا اہتمام تم سے زیادہ اور بہتر کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اچھی بات کسی بدعتی کے اختیار کر لینے سے بُری نہیں ہو جاتی۔ بُری وہ ہی باتیں ہوتی ہیں کہ جن سے وہ کجرو اور بدعتی کہلائے جائیں اور اسی کتاب کے باب "مایفسد الصلاۃ" میں ہے کہ بیشک تشبہ اہل کتاب کے ساتھ ہر بات میں مکروہ نہیں ہے، بلکہ انہیں باتوں میں مکروہ ہے جو شرعاً فی الواقع مکروہ ہیں یا جب مکروہ ہے جب مقصود ان کی صورت بنانا ہو۔ ایسے ہی "بحر الرائق" میں ہے۔

"در مختار کی شرح ردالمحتار" میں ہے کہ یہ جو "در مختار" میں ہے کہ ہر بات میں ان کے ساتھ مشابہت مکروہ نہیں ہے اس واسطے فرمایا کہ جیسے وہ کھاتے اور پیتے ہیں ہم بھی کھاتے ہیں (البتہ ان کے کھانے پینے کا طریق مکروہ ہے)۔ ایسا ہی "بحر الرائق" میں ہے "شرح جامع صغیر" قاضی خان سے۔

اور کتاب التحری سے پہلے "ذخیرہ" میں ہے: حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ جوتیں کوکوں سے سلی ہوئی پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ کے نزدیک کیا ایسی جوتیوں کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سفیان ثوری اور ثور ابن یزید رحمہا اللہ تو مکروہ سمجھتے تھے، اس واسطے کہ ایسی جوتیوں میں مشابہت لازم آتی ہے راہبوں کے ساتھ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بال دار جوتی پہنتے تھے، حالاں کہ وہ بھی راہبوں کے لباس سے ہے۔

حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمانے میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جن امور میں آدمیوں کی بہتری ہو اور بغیر ایسی جوتیوں کے سفر بعید طے کرنا مشکل ہو، صورتاً مشابہت لازم آنے میں کوئی حرج نہیں۔

پس جب کہ روایاتِ ہذا سے منصفوں پر باحسن وجوہ واضح ہو چکا کہ تشبہ ممنوع افعال مختصہ کفار اور شعارِ فرقِ ضالہ بدعتیان نابکار میں ہے اور افعال مستحسنہ اور امور مندوبہ فی نفسہ لزوم مشابہت کسی فرقہ ضالہ سے زنہار مذموم نہیں ہو سکتی، بلکہ مشابہت ممنوع اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کفار یا بدعتیوں سے مشابہت مقصود نہ ہو تو اب جان لینا چاہیے کہ محفلِ تجدید تعظیم وسرور ولادت باسعادت سیّد الانبیاء کو مشابہ فعل ناشائستہ کفار شرار بمشابہت مذموم و ممنوع خیال کرنا محض خیال خام ہے، کس واسطے کہ کسی کا اہلِ اسلام سے محفلِ ہذا میں ذرا بھی خیال نیت و قصد مشابہت فعل قبیحہ کفار نہیں ہوتا—نعوذ باللہ من ذلک—۔ علاوہ بریں لزوم مشابہت کو شرکت بعض افعال قبیحہ میں ضرور ہے، حالاں کہ یہاں ایک امر میں بھی مشارکت نہیں پائی جاتی، کس واسطے کہ فعل کفار الاعتبار سراسر مشتمل ہوتا ہے افعالِ کفر وشرک پر بخلاف فعلِ تقریرِ بزم ہذا سیّد الانبیاء کے کہ استحباب ہر ایک امر کا امورِ متعاملہ بزمِ ہذا سے ثابت ہے بموجبِ احادیث واقوالِ فقہاء و محدّثین کے اور بر تقدیرِ ثبوتِ استحباب ہر ایک امورِ مذکور اگر مشابہت بھی لازم آجاتا تو بھی ممنوع و مذموم نہیں ہو سکتا تھا، کس واسطے کہ روایاتِ مذکورہ میں گزر چکا ہے کہ امورِ مستحسنہ و مستحبہ فی نفسہٖ نفسِ مشابہت کسی کی فِرقِ ضالہ سے بلانیت مشابہت ہر گز مذموم نہیں ہو سکتی، بلکہ بعض افعال کفار کا تو بعض اوقات بجہت کسی عمدگی خاص کے خود شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے مطلوب ہونا ثابت ہے مثلِ امر روزہ یوم عاشورہ کے بجہت روزہ رکھنے یہود کے اس دن میں بسبب نجات موسیٰ علیہ السلام کے اور مانند سیدھے رکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو مثلِ اہلِ کتاب کے قبل نزولِ حکم مانگ رکھنے کے۔ ہاں! البتہ یہ فعل تعظیم وغیرہ فرحت ونشاط مشابہ فعل ملائکہ تو ہے کس واسطے کہ ملائکہ باستماعِ خبر ولادت شریف کھڑے

تھے اور بہماں صورت ہم بھی وقت ذکر خیر ولادت حضرت رحمۃ للعالمین قبل از ولادتِ باسعادت و ظہور نورِ نبوت بادشاہ انام بجہتِ اظہار تعظیم سیّد الانام وذکر ظہور نورِ رسالت ﷺ دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور دیگر لوازم محفل شریف مثل عود سوزی واہتمام فرش وغیرہ مشابہ ہیں ساتھ افعال امام مالک علیہ الرحمۃ کے۔ چنانچہ روایت شاہد بریں مدعا گزر ہی چکی بریں، تقدیر اب حدیث مذکور بدیں طور پڑھنا لازم ہوا کہ بجہت قیام ملائکہ ہم بھی کھڑے ہوتے ہیں اور حصول مشابہت امام مالک علیہ الرحمۃ کو یہ جملہ اتہام کیا جاتا ہے: «ومن تشبہ بقوم فھو منھم» فقط بااین ہمہ اگر کوئی کہے کہ بموجب روایات ہذا تجدید تعظیم وسرور کا ہر سال تو کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ مستحب ہے مگر مراد تعظیم سے قولِ مذکورہ ملاّ علی قاری متدلہ بآیۃ کریمہ میں فقط ذکرِ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کمال خشوع وخضوع معہ تقسیم شیرینی وغیرہ اسبابِ مسرت ونشاط ہے، نہ بہ قیام متعارف اہلِ اسلام تو سنئے کہ علاوہ برآنکہ مراد لفظ تعظیم مذکورہ قول ملاّ علی قاری علیہ الرحمۃ سے بھی قیام تعظیمی ہونا ثابت ہے بمقتضائے مقام ہذا بجہت تعارف قیام مذکور کے زمان قدیم سے اور پیش از زمانہ ملاّ علی قاری، نیز ثابت ہے بدیں دلیل کہ تعظیم ہر وقت اور ہر شے کی جداگانہ ہوتی ہے جیسے کہ عادت صحابہ کرام کی آپ ﷺ کی عین حیات کرامت سمات میں تھی اور بعد وفات ونیز جملہ سلف صالح کی تعظیم ہر وقت وہر شے متعلقہ بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف تھی جیسا کہ "شفائے قاضی عیاض" میں مروی وماثور ہے اور اُس کے مطالعہ کرنے والے پر اظہر الظہور ہے اور نیز دیگر کتب سیر میں۔

چنانچہ اوّلاً مختصراً بعض روایات مبالغہ فی التعظیم صحابہ مختلف بحینِ حیات کہ جس کا سابق میں وعدہ بھی کیا گیا تھا، "شفاء قاضی عیاض" سے بطورِ نمونہ بیان ہوتی ہیں۔

بیان تعظیم صحابہ کا بوقت حضوریٔ حضور اور محبت صحابہ کا آپ کے کھنکار، تھوک اور غسالہ کے ساتھ

وروى أسامة بن شريك، قال: «أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه حوله

كأنما على رؤسهم الطير.[1]

وقال عروة بن مسعود حين وجهه قريش عام القضية إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورأى من تعظيم أصحابه له ما رأى وأنه لا يتوضا إلا ابتدروا وضوئه وكادوا يقتتلون عليه ولا يبصق بصاقا ولا يتخم نخامة إلا تلقوها بأكفهم فدلكوا بها وجوههم وأجسادهم ولا تسقط منه شعرة إلا ابتدروها وإذا أمرهم بأمر ابتدروا أمره وإذا تكلم خفضوا أصواتهم عنده وما يحدون إليه النظر تعظيما له فلما رجع إلى قريش قال يا معشر قريش إني جئت كسرى في ملكه وقيصر في ملكه والنجاشي في ملكه وإني والله ما رأيت ملكا في قوم قط مثل محمد في أصحابه». وفي رواية: «إن رأيت ملكا قط يعظمه أصحابه كما يعظم محمدا صلى الله عليه وسلم أصحابه».[2]

حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کے اصحاب کو بمقتضائے ادب آپ کے گرد گردن جھکائے اس طرح بیٹھا دیکھا کہ گویا اُن کے سروں پر پرند، جانور بیٹھے ہیں (اور وہ ڈرتے ہیں کہ حرکت کرنے سے اُڑ نہ جائیں) اور فرماتے ہیں: عروۃ بن مسعود کو حدیبیہ میں جب قریش نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اُس نے آپ ﷺ کے اصحاب کو آپ کی بے حد تعظیم کرتے دیکھا اور دیکھا کہ آپ کا وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے پاتا اور نہ تھوک اور نہ سنک مگر اُس کے لینے کو اتنا جھپٹتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے پر گر پڑتا ہے اور آپ ﷺ کے کھنکار، تھوک، سنک، آبِ وضو کو ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور جسموں پر ملتے ہیں اور جب کوئی آپ ﷺ کا موئے مبارک گرتا ہے تو آپس میں لینے کو جھپٹتے ہیں اور جب آپ ﷺ کوئی امر فرماتے ہیں اس کی اطاعت میں ایک پر ایک گرتا ہے اور جب آپ ﷺ سے بات کرتے ہیں نہایت پست آواز سے بات کرتے ہیں اور بوجہِ تعظیم آپ ﷺ کی طرف تیز نگاہ

(1)۔۔: (مسند احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث أسامة بن شریك، ۴/۲۷۸، الحدیث: ۱۸۴۷۶)

(2)۔۔: (شعب الایمان، باب في تعظیم النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۱۹۹، الحدیث: ۱۵۲۵، ملخصا)

سے نہیں دیکھتے تھے۔ عروہ نے آپ ﷺ کی خدمت سے لوٹ کر قریش سے جا کر کہا کہ میں کسریٰ کے ملک میں کسریٰ کے پاس اور قیصر کے ملک میں قیصر کے پاس اور نجاشی کے ملک میں نجاشی کے پاس گیا ہوں مگر میں نے خدا کی قسم! کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اس شان وعظمت کے ساتھ نہیں دیکھا جس شان کے ساتھ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اصحاب کے درمیان میں دیکھا اور کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی جتنی آپ ﷺ کی تعظیم آپ کے اصحاب کرتے تھے۔

دیکھو اس روایت سے مبالغہ فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کا کس قدر ظاہر وباہر ہے۔

بیان تعظیم صحابہ کا وقت تشریف بری حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ کی طرف

روى أبو داؤد عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: «كان النبي صلى الله عليه وسلم يحدثنا فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه».(1)

اور "ابو داؤد" میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں نصیحت فرماتے رہتے۔ جب آپ ﷺ بارادہ تشریف بری کھڑے ہوتے تو ہم سب کھڑے ہوجاتے اور جب تک آپ ﷺ اپنے بعض ازواجِ مطہرات کے گھر میں داخل نہ ہوجاتے اور ہم کو نظر آتے رہتے اُس وقت تک ہم کھڑے رہتے۔

اور قسطلانی "شرح بخاری" کی جلد نہم میں ہے: اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بسندِ قوی کہ کھڑے ہوئے ہم واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بوسہ دیا ہم نے آپ ﷺ

(1)۔۔:(سنن أبي داؤد، كتاب الادب، بَاب فِي الْحِلْمِ وَأَخْلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ۴/۸۸، الحديث: ۴۷۷۵)

کے ہاتھ کو۔

اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ اُن کے ہاں تشریف لے جاتے تو قیام کیا کرتی تھیں اور بموجبِ آیۃ کریمہ ﴿وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾ جس کے معنی "تبالغوفی تعظیمه" ہے۔

انصار سے وقتِ خبر سننے تشریف آوری حضور ﷺ، اس قدر مبالغہ قیامِ تعظیمی میں منقول ہے کہ خبر تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی مدینہ طیبہ کی طرف سن کر محض امید آمد آمد پر بلاناغہ صبح سے دوپہر ڈھلنے تک حضور ﷺ کے انتظار میں بمقتضائے محبت و تعظیم جس طرف سے مکہ کے قافلے آیا کرتے تھے مدینہ طیبہ سے باہر کھڑے رہتے تھے جس کی تفصیل عن قریب آئے گی۔ یہ روایت "مشکوٰۃ شریف" میں موجود ہے۔

بیان بے ایمان ہو جانے کا آپ کے سامنے بلند آواز یا آپ کے احکام میں دخل دینے سے

وفی "الشفاء" فی الباب الثالث قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ﴾ [پ:۲٦، الحجرات، ۱، ۲]

قال فی تفسیر الأیة الأولی: ونهی عن التقدم بین یدیه بالقول وسوء الأدب بسبقه بالکلام علی قول ابن عباس وغیره. قال السلمی: اتقوا اللہ فی إهمال حقه وتضییع حرمته أنه سمیع لقولکم علیم بفعلکم ثم نهاهم عن رفع الصوت فوق صوته والجهر له بالقول کما یجهر بعضهم لبعض ویرفع صوته.

قال أبو محمد المکي: لا تسابقوه بالکلام وتغلظوا له بالخطاب ولا تنادوه بإسمه نداء بعضکم لبعض ولکن عظموه ووقروه ونادوه بأشرف ما ینادی به یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم.

وروی أن أبابکر لما نزلت هذه الأیة قال: واللہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم لا أکلمک بعدها أبدا إلا کأخی السرار وأن عمر رضی اللہ عنه کان إذا حدثه حدثه کأخی السرار ما کان یسمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعد هذه الأیة حتی یستفهمه. انتهی ملخصاً.(1)

باب سوم "شفا" میں ہے فرمایا جلّ شانہ نے: اے ایمان والو! مت آگے بڑھو تم اللہ ورسول سے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے اور اے ایمان والو! مت بلند کرو تم اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور نام لے کر مت پکارو آپ کو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ورنہ تمہارے عمل نیست ونابود اور حبط ہو جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ آیۃ اول میں آپ ﷺ کے آگے چلنے سے ممانعت ہے اور آپ ﷺ کے کلام میں دخل دینے سے اور یہی قول ماوردی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

علامہ سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد آیۃ ﴿لَا تُقَدِّمُوا﴾ کے جو فرمایا﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈرو اللہ سے سستی سے آپ ﷺ کے حق میں ادا کرنے میں اور آپ ﷺ کی تعظیم اور حرمت میں کوتاہی کرنے سے، بیشک اللہ سننے والا ہے تمہارے اقوال کو اور جاننے والا ہے تمہارے افعال کو۔

بعد اس کے تفصیلاً بیان فرمادیا کہ آپ کے حضور میں تمہاری آواز تک بلند نہ ہونے پائے۔ ایسا ہی علامہ ابو محمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور مروی ہے کہ اس آیت کو سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قسم ہے اللہ کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک اب میں کبھی حضور کے سامنے ذرا بھی اونچی آواز سے بات نہیں کروں گا اور حضرت عمر رضی اللہ

---

(1)۔۔:(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی: فیما یجب علی الانام من حقوقه، الباب الثالث: في تعظیم أمره ووجوب توقیره وبره، الفصل فی سیرة السلف فی تعظیم روایة حدیث رسول اللہ وسنته، ص:۲۵۶، ۲۵۷)

عنہ بھی حضور سے ایسی پوشیدہ طور پر بات کرتے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پڑتی اور جس کسی کو زیادہ توضیح منظور ہو تو چاہیے کہ رجوع کرے طرف "شفا" وغیرہ دیگر کتب سیر وحدیث کی۔

جب تعظیم صحابہ بحینِ حیات بیان ہو چکی تو اب سنئے بیانِ تعظیم صحابہ و سلف صالح اہلِ زمانہ مشہود بالخیر کا اور اقوال ان کے دربارہِ تعظیم بعدِ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتِ ذکر اسم مبارک اور وقتِ بیان کلماتِ معجزہ سمات اور وقتِ حضوریٔ مسجد شریف اور ساتھ اماکنِ قیام و تعوذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کیوں نہ ہو، حالانکہ تمام اہلسنّت وجماعت متفق ہیں اس بات پر کہ حرمت وتوقیر و تعظیم آپ ﷺ کی بعدِ وفات بعینہٖ مثل تعظیم عینِ حیات ہی ہے۔

چنانچہ "شفا" میں ہے: واعلم أن حرمة النبي صلى الله عليه وسلم بعد موته وتوقيره وتعظيمه لازم كما كان حال حياته وذلك عند ذكره صلى الله عليه وسلم وذكر حديثه وسنته وسماع اسمه وسيرته ومعاملة آله وعترته وتعظيم أهل بيته وصحابته. وفى "الشفاء" قال أبو إبراهيم التجيبي: واجب على كل مؤمن متى ذكره أو ذكر عنده أن يخضع ويخشع ويتوقر ويسكن من حركته ويأخذ في هيبته وإجلاله بما كان يأخذ به نفسه لو كان بين يديه ويتأدب بما أدبنا الله به، قال القاضي أبو الفضل وهذه كانت سيرة سلفنا الصالح وأئمتنا الماضين رضى الله عنهم.

وفيه بعد ذكر السند الطويل: حدثنا ابن حميد قال: ناظر أبو جعفر أمير المؤمنين مالكا في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له مالك يا أمير المؤمنين! لا ترفع صوتك في هذا المسجد فإن الله تعالى أدب قوماً فقال تعالى: ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ صلى الله عليه وسلم. ومدح قوماً فقال تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ صلى الله عليه وسلم. وذم قوماً فقال: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ﴾ إلى آخر، وإن حرمته ميتاً كحرمته حياً واستكان لها أبو جعفر

وقال: يا أبا عبد الله! أستقبل القبلة وأدعو أم أستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم عيه السلام إلى الله تعالى يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله.

وفيه: وقال مصعب ابن عبدالله: كان مالك إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم يتغير لونه وينحنى حتى يصعب ذلك على جلسائه فقيل له يوما في ذلك فقال لو رأيتم ما رأيت لما أنكرتم على ما ترون ولقد كنت أرى محمد بن المنكدر وكان سيد القراء لا نكاد سأله عن حديث أبدا إلا يبكى حتى نرحمه.

وقال مالك جاء رجل إلى ابن المسيب فسأله عن حديث وهو مضطجع فجلس وحدثه فقال له الرجل: وددت أنك لم تتعن فقال: إني كرهت أن أحدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا مضطجع.

وقال مصعب ابن عبدالله كان مالك بن أنس إذا حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ وتهيأ ولبس ثيابه ثم يحدث قال مصعب فسئل عن ذلك فقال إنه حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مطرف كان إذا أتى الناس مالكا خرجت إليهم الجارية فتقول لهم يقول لكم الشيخ تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا المسائل خرج إليهم وإن قالوا الحديث دخل مغتسله واغتسل وبطيب ولبس ثيابا جددا ولبس ساجه وتعمم ووضع على رأسه رداءه وتلقى له مصة فيخرج فيجلس عليها وعليه الخشوع ولا يزال يبخر بالعود حتى يفرغ من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال غيره ولم يكن يجلس على تلك المنصة إلا إذا حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (1)

---

(1) ــ: (كتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني: فيما يجب على الانام من حقوقه، الباب الثالث: في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، الفصل في سيرة السلف في تعظيم رواية حديث رسول الله وسنته، ص: ٢/٦٢)

اور جان لینا چاہیے کہ بعدِ وفات کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور توقیر و تعظیم ویسی ہی لازم ہے جیسی وقتِ ظاہری حیات کے لازم تھی، آپ ﷺ کا نام، آپ ﷺ کی حدیث، آپ ﷺ کا ذکر، آپ ﷺ کی خصلتیں، آپ ﷺ کے معاملات، آپ ﷺ کی آل واولاد کے ذکر سننے کے وقت۔

نیز "شفا" میں ہے: حضرت ابوابراہیم تجیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب آپ ﷺ کا نام یا آپ ﷺ کا ذکر سنے، بے حس وحرکت ہو کر اس قدر ہیبت اور عظمت آپ ﷺ کی ظاہر کرے جیسی آپ ﷺ کی حضوری میں ظاہر کرنا واجب تھا۔

قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی خصلت تھی ہمارے سلف صالح اور ہمارے ائمہ کرام کی اور "شفا" ہی میں بعد ذکر کرنے لمبی سند کے ہے: فرماتے ہیں کہ حضرت حمید سے روایت ہے کہ ابو جعفر امیر المومنین نے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کسی امر میں مناظرہ کیا (اور ابو جعفر بلند آواز سے بات کرنے لگے) امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز بلند کرنا روا نہیں اللہ جلّ شانہ مومنین کو ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھلاتا ہے اور فرماتا ہے: مت بلند کرو کرو تم اپنی آوازوں کو ہمارے نبی کی آواز پر اور جو لوگ آپ ﷺ کے حضور میں پست آواز سے باتیں کرتے تھے ان کی اس طرح تعریف فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ اور آپ ﷺ کے بلند آواز سے پکارنے والوں کی شان میں بطریقِ مذمت فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ﴾ اور خبردار رہو کہ آپ ﷺ کی حرمت و تعظیم ویسی ہی لازم ہے جیسی عینِ حیات میں تھی۔ یہ سن کر امیر المومنین ابو جعفر نے نہایت عجز ونیاز سے گردن جھکالی اور عرض کیا کہ اے امام مدینہ ابوعبداللہ امام مالک! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھوں یا رسول اللہ کی طرف؟ فرمایا: آپ ﷺ کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو، حالانکہ آپ ﷺ تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن، لہٰذا آپ ﷺ کی طرف منہ کر اور آپ ﷺ ہی سے

شفاعت طلب کر اللہ آپ ﷺ کی شفاعت تمہارے حق میں قبول کرتا ہے۔

مصعب ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ وقت سننے ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام مالک رحمہ اللہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور اتنا جھکتے تھے کہ اہلِ مجلس پر شاق گزرتا تھا، جب اس معاملہ میں آپ سے عرض کیا گیا۔ فرمایا: اگر تم اُن لوگوں کو دیکھتے جن کو میں نے دیکھا ہے تو تم پر میرا یہ فعل شاق نہ گزرتا۔ میں نے حضرت حمید بن منکدر کو جو عالموں اور قاریوں کے سردار تھے دیکھا ہے کہ کبھی اُن سے کوئی حدیث نہیں پوچھی گئی مگر آپ ﷺ کا نام سنتے ہی اس قدر روتے تھے کہ جو دیکھتا اُن پر رحم کرتا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابن المصعب رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، کسی نے آپ سے آکر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھی۔ آپ فوراً ادب سے بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے عرض کیا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں فرمائی کہ بیٹھ گئے؟ آپ نے فرمایا: میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے لیٹے بیان کروں۔

حضرت ابو مصعب ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے تو اول وضو کرتے، بعد سُننے احادیث کے حضرت ہشام نے عرض کیا کہ کاش آپ اس سے زیادہ چابک لگاتے اور اس سے زیادہ احادیث سنا دیتے تو بہتر ہوتا۔

اور "شفا" ہی میں ہے کہ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سو بار، بلکہ اس سے زیادہ قبر مبارک پر حاضر ہوتے تھے اور اس طرح عرض کیا کرتے تھے:

السلام علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم، السلام علی أبی بکر، السلام علی أبی

اور ایک دن آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھ

رکھ کر اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ (1)

سبحان اللہ! صحابہ کا تو یہ حال تھا مگر آج کل اگر کوئی ایسا کرے تو نزد وہابیہ تو بالکل مشرک یا بدعتی ہو جائے۔ أستغفر اللہ من ذالک

اور ابو عبد اللہ بوصیری رضی اللہ عنہ آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

یا أکرم الخلق مالی من ألوذبه
سواک عند حلول الحادث العمم (2)

کیوں نہ پکڑوں پناہ میں تم سے
وقت آنے بلا کے اے شاہا

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں بعد وفات آپ ﷺ کی کے:

ما لعینی لا تنام کأنما
کحلت مآ فی بکحل الأرمد
جزعا علی المهدی صبح تاویا
یا خیر من وطی الحصالا تبعد (3)

اُڑ گیا کیوں میری آنکھوں سے خواب راحت
کیوں ہیں بے خوابی کے سرمہ سے مکحل آنکھیں
ہے فراق شہ بطحا میں یہ میری حالت

---

(1)۔۔:(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل في حکم زیارة قبره صلی اللہ علیه وسلم، ص: ۲۶۲)

(2)۔۔:(قصیدة البردة، الفصل العاشر: فی المناجاة وعرض الحاجات،

(3)۔۔:(دیوان حسان بن ثابت الأنصاری (مع شرحه)، قافیة الدّال، من الکامل الأول، ص: ۱۵۰)

کاش ! ہر لحظہ تمہیں دیکھتی رہتی آنکھیں

اور نیز "جذب القلوب" میں قصہ بلال رضی اللہ عنہ میں ہے:

"چوں بقبر شریف رسید گریہ کرد وروئے بخاک نیاز مالید۔"(1)

پس جب روایاتِ گذشتہ سے ثابت ہوچکا کہ تعظیمِ کلام اَور ہے اَور تکریم سماعِ اسم ذوی الاکرام اَور توقیر حضوری مسجدِ ملائک قیام اَور ہے اور تعظیم اماکنِ متبرکہ متعلقہ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اَور۔

پس علیٰ ہذا القیاس جان لینا چاہیے کہ تعظیمِ وقت تشریف آوری کے قیامِ متعاملہ متعارفہ اہلِ اسلام ہے، کس واسطے کہ تعظیم سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت رونق افروزی کے اس دار فنا میں مسلمین اور موٴمنین حاضرین اُس وقت سے کہ بجز ملائکہ کرام کے اُس وقت فیض وبرکت میں اور کوئی نہ تھا۔ بہمیں نہج ثابت ہے کہ ملائکہ وطائفہ حورانِ بہشت وحضرت آسیہ ومریم قبل از ولادت تاظہورِ نور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے تھے۔ کمامر.

دلیلِ سابع:

جملہ اہلِ بصیرت پر ظاہر ہے کہ متبوع تابع سے افضل ہوتا ہے اور حقوقِ متبوع حقوقِ تابع پر مقدم اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ تعظیمِ ذکرِ احادیث اور اس مبارک ودیگر اشیاء متعلقہ بآنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعدِ وفات حضوری وغیبت میں مثلِ تعظیمِ احادیث بوقتِ حضور حین حیات میں تھے اور حدیث وغیرہ تابع ذات ہیں۔ جب ذکرِ تابع کی تعظیم وہی بلکہ زیادہ تر اُس سے جو کہ حینِ حیات میں تھی ثابت ہوچکی تو ذکرِ متبوع یعنی ظہورِ نورِ ذات اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تعظیم بدرجہ اولی ثابت ہوگئی اور وہ یہی قیام ہے جو بغرضِ اظہارِ فرحت صحابہ سے اور کھڑے رہنے ملائکہ سے پئے تعظیم ذکرِ ولادتِ سیّد الانام اُس وقت میں ثابت ہے پھر اب بھی باوصف ایں ہمہ دلائل واضح۔

---

(1)۔۔۔(جذب القلوب، باب پانزدہم دربیان حکم زیارت قبر سید المرسلین، فصل: نما اختیار سفر ا برائی زیارت قبر شریف، ص:۱۹۹)

اگر کسی صاحب کو یہ شک مشکوک وہم میں ڈالے کہ مطلق تجدید قیام میں تو بدیں مناسبت مذکورہ کچھ حرج نہیں بلکہ امورِ مستحسنہ سے ہے لیکن منع تو ہم بدیں جہت کرتے ہیں کہ فی زماننا ہذا عامۃ الناس اُس وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ناظر سمجھنا غیر خدا کو شرک ہے۔

توجواب اس کا یہ ہے کہ لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور ونظور بالذات مثل حضور ونظور باری تعالیٰ بہر وقت ولحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط اور مفضی الی الشرک ہے اِلّا اہلِ اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل اجہل کا بھی نہ ہوگا استغفر اللہ من ذالک اور اگر معنی حاضر وناظر یہ ہی ہیں کہ روح پُر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ بوقتِ ذکرِ ولادت شریف رونق افروز محفل ہوتی ہے یا اُس وقت خاص بسبب کثرت درود وسلام آپ کو اس محفل مقدس کی طرف ایک توجہ خاص کہ موجب کشف جملہ احوال قائمین ہو جاتی ہے تو عامۃ الناس نہیں، بلکہ خاصۃ الناس بعض علماء سلف سے بھی خاص یہ عقیدہ ثابت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ علماءِ اہل حرمین شریفین مندرجہ رسالہ "احسن الکلام فی جواز المولد والقیام" میں کہ إن شاء اللہ تعالیٰ آخر میں بطورِ سند نقل کیا جائے گا۔

یہ عقیدہ علما سلف کا ہوا فتویٰ محمد بن یحییٰ مفتی الحنابلکہ فی المکۃ المعظمہ سے یہی ثابت ہے مگر اولا از روئے تفاسیر وکتب عقائد معنی شرک سمجھ لینا چاہیے، تاکہ پھر ایرادِ شبہ لزوم شرک کا وہم بھی خاطر منصفین خطور نہ کرے اور وہ غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا ہے ساتھ اللہ جلّ مجدہ کے وجوب وجود یا مستحق عبادت ہونے میں۔ کما فی " شرح العقائد "للنسفی:

الإشتراک هو إثبات الشریک فی الألوهیة بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس أو بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الأصنام.(1)

وکذا فی "تفسیر المظهری" لقاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمة تحت قوله تعالی:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ﴾فی وجوب الوجود أو العبادة إذا مات وهو

(1)۔۔:(شرح العقائد النسفیة، اللہ تعالیٰ خالق لافعال العباد، ص:۲۰۳)

مشرک. انتہی[1]

چنانچہ "شرح عقائد نسفی" میں ہے: شرک اللہ کے واسطے ساجی بنانا ہے کسی غیر کو مثلِ اللہ کے واجب الوجود سمجھ کر جیسے مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ (بھلائیوں کے پیدا کرنے والے کو واجب الوجود اور یزد کہتے ہیں اور بُرائیوں کے پیدا کرنے والے کو واجب الوجود اور اہر من) یا شرک نام غیر اللہ کو مستحقِ عبادت سمجھ لینے کا نام ہے (یعنی غیر اللہ کے سامنے عجز ونیاز اور سر جھکانے کے ساتھ اس عقیدہ سے پیش آئے کہ میرے جسم وجان اور موت وزندگی کا غیر خدا ایسا ہی مالک ہے جیسا اللہ مثلِ بت پرستوں کے)۔

اور ایسا ہی "تفسیر مظہری" میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ آیۃ کریمہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں: اور یا معنی شرک یہ ہیں کہ اللہ کی صفات میں کہ جملہ صفات اُس کی قدیم ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور ہر وقت اور ہر لحظہ میں وہ متصف ہے ساتھ اُن صفاتِ مقدسہ کے اور معدوم ہونا ایک صفت کا بھی اُس ذات پاک سے یک آن میں بھی محال ہے۔ کما فی "شرح العقائد" النسفی: و له صفات أزلية قائمة بذاته.[2]

وفی "قصيدة اللامية"[3]:

صفات الذات والأفعال طرا
قديمات مصونات الزوال

چنانچہ "شرح عقائد نسفی" میں ہے: اور اللہ کی صفتیں سب ازلی ہیں جو بغیر حاصل کرنے کے ہمیشہ سے اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

اور "قصیدہ الامیہ" میں ہے: سب اُس کے فعل اور سب اُس کی صفات پاک ساری

---

(1)۔۔: (تفسیر مظھری، النساء، تحت الاية: ﴿لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ ص: ۳۵۲)

(2)۔۔: (شرح العقائد النسفية، له صفات ازلية، ص: ۱۳۹)

(3)۔۔: (قصيدة بدء الامالی/قصیدہ لامیہ، ص ۲۰ (مع ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی)

قدیم ہیں کہ زوال اُن کا ہے محال۔

غیر اللہ کو شریک کرنا اور مثل صفاتِ باری تعالیٰ غیر اللہ کے واسطے صفاتِ قدیمہ ثابت کرنا۔ کمافی "تفسیر ابوسعود" تحت قولہ تعالیٰ: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُونَ﴾ [پ:۲۸، الحشر، ۲۳] تنزیہ لہ تعالیٰ عما یشرکون بہ تعالیٰ أو عن ما أشرکھم علی أثر صفاتہ التی لا یمکن الشریک لہ تعالیٰ فی شئی منھا شئی ما أصلاً.(1)

چنانچہ "تفسیر ابوسعود" میں تحت آیۃ: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُونَ﴾ کے ہے یہ بیان پاکی اللہ جلّ شانہ کا ہے شرک سے اور غیر اللہ کے واسطے جو اُنہوں نے اللہ کی صفات ثابت کی تھیں اُن میں جن میں کوئی اُس کا شریک (یعنی ساجھی) نہیں ہو سکتا۔

اور یہ سمجھنا قائمین بوقتِ ذکرِ ولادت شریف کا کہ اُس وقتِ خاص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وصحبہٖ رونق افروز محفل شریف ہوتے ہیں یا آپ ﷺ کو اُس وقتِ خاص میں بسببِ کثرت درود وسلام کے اس محفلِ مقدس کی طرف ایک توجہ خاص کہ بموجبِ کشف جملہ احوال قائمین درود خوان ہوتی ہے، زنہار زنہار شرک نہیں ہو سکتا، کس واسطے کہ اُس وقت کوئی نہ آپ ﷺ کی ذات مقدس کو واجب الوجود سمجھتا ہے نہ مستحقِ عبادت اور نہ کوئی کسی صفتِ قدیمہ واجب تعالیٰ کو ثابت کرتا ہے ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے، اس واسطے کہ یہ قولِ قائل کہ اُس وقتِ خاص میں ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ وسلم کو بسببِ کثرتِ درود وسلام حاضر یا ناظر سمجھتے ہیں، نہ دیگر اوقات میں صراحۃً دلالت حدوث پر کرتا ہے اور صفاتِ حادثہ بندہ کو ثابت کرنا کسی کے نزدیک شرک نہیں، بلکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تو "شرح شفا" میں تحریر فرماتے ہیں کہ روح پُر فتوح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت مومنوں کے گھروں میں مثلِ آفتاب کے جلوہ گر رہتی ہے خدا کی دی ہوئی قوت کے ساتھ، نہ کہ بالذات۔ عاشقوں کا یہی عقیدہ ہے۔

---

(1)۔۔۔:(إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم، الحشر، تحت الآیۃ: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُونَ﴾، ۳۱۱/۶)

پس دریں صورت بلا تحقیق، لفظِ شرک زبان پر لا کر اکثر مسلمین و مؤمنین خاصہ علماء حرمین مکرمین کو کہ ان کا یہ عقیدہ ہونا ثابت ہے بموجبِ فتویٰ محمد بن یحییٰ مفتی الحنابلہ فی المکۃ المعظمہ کے کہ عنقریب إن شاء اللہ نقل کیا جائے گا مشرک وکافر ٹھہرا کر مورد اس حدیث صحیح مرویہ صحیح مسلم کا بننا ہے: «من قال لأخيه المسلم يا كافر! فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال وإلا رجعت عليه».(1)

جس نے کہا اپنے بھائی مسلمان کو اے کافر! تو دونوں میں سے اُس کفر کے ساتھ ایک ضرور ٹھکانا پکڑے گا اگر فی الواقع جس کو کافر کہا ہے وہ کافر ہے جب تو وہ، ورنہ کہنے والا۔

باآنکہ بوقتِ قیامِ ہذا توجہ خاص فرمانا آپ کا بجانبِ قائمین مصلین محفلِ ہذا ایسی توجہ موجبِ کشفِ احوال مصلین قائمین ہو بسببِ کثرت درود وسلام کے ثابت ہے بموجبِ احادیثِ صحیحہ اور اخبارِ قویہ کے مثلِ توجہ خاص دیگر اوقاتِ درود خوانی اور سلام رسانی کے۔ کمافی "الشفاء" لقاضی عیاض: «عن ابن شهاب قال: بلغنا أن رسول الله صلى الله عليه وعلىٰ اله وسلم قال: أكثروا علي من الصلوٰة وما من مسلم يصلي علي إلا حملها ملك حتى يؤديها إلي ويسميه حتى أنه يقول: إن فلاناً يقول كذا و كذا».(2) وفي "الدر المنثور" للسيوطي عليه الرحمة تحت قوله تعالىٰ: ﴿صَلُّوا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِيمًا﴾ [پ:۲۲، الاحزاب، ۵۶].(3)

"شفاء" میں ہے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، کوئی مسلمان

---

(1)۔۔:(صحيح مسلم، كتاب الايمان ،باب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ ، ۷۹/۱، الحديث: ۱۱۱)

(2)۔۔:(كتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثاني: فيما يجب على الانام من حقوقه، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم وفرض ذلك وفضيلته، فصل في تخصيصه صلى الله عليه وسلم بتبليغ صلاة من صلى عليه أو سلم من الأنام، ص: ۲۸۵)

(3)۔۔:(الدر المنثور، الاحزاب، تحت الاية: ﴿صَلُّوا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِيمًا﴾ ۲۰۲/۸)

ایسا نہیں ہے جو میرے اوپر درود بھیجے مگر اُس کے درود کو فرشتہ میرے سامنے لاکر پیش کرتا ہے اورنام لے کر کہتا ہے کہ فلاں فلاں کا بیٹا آپ ﷺ پر اِس طرح درود بھیج رہا ہے۔

اور تفسیر آیۃ کریمہ ﴿صَلُّوا عَلَیۡهِ وَسَلِّمُوا تَسۡلِیمًا﴾ "درّمنثور" میں ہے بسندِ صحیح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے اوپر درود بہترین صیغوں کے ساتھ بھیجا کرو، اس واسطے کہ تمہارے درود میرے اوپر مع تمہارے ناموں اور جسم اور صورتوں کے پیش کئے جاتے ہیں۔

اور نیز بدیں عنوان کہ فلان ابن فلان مثلِ کمترین بندگان ابو محمد، سیّد احمد المعروف بہ دیدار علی بن سیّد نجف علی یسلم علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک پہنچانا ملائکہ کا درود کو حضور اقدس ﷺ میں ثابت ہے بموجبِ روایت ہذا۔

"جذب القلوب" مذکورہ باب فضائل و آداب صلوٰۃ بر سرورِ کائنات ﷺ کے کہ:

"از اتم واعظم رغائب صلوٰۃ عرض اسم مصلی است در حضور فائض النور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(شعر:)

لک البشارۃ فاخلع ماعلیک لقد
ذکرت ثم علی ما فیک من عوج
مژدہ باد اے دل! کہ تیرا ذکر اور وہ جنابِ پاک
کجروی سے پاک ہو جا اور خودی سے صاف پاک

بیت:

جاں میدہم درآرزوے اقاصد آخر باز گو
درمجلس آں نازنین حرفے کہ ازما میردد

وتبلیغ ملائکہ سیّاحین صلوۃ او بحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بایں عنوان کہ فلان بن فلان مثل کمترین بندگان عبدالحق بن

سیف الدین یسلم علیک یارسول اللہ. انتهى مختصر أبقدر الحاجة[1]

اور نیز بموجب ان احادیث کے: أخرج الديلمي و القاضي عياض رحمهما الله عن ابن مسعود رضى الله عنه مرفوعاً أنه كان يقول «إذا صليتم على النبي صلى الله عليه وسلم فأحسنوا الصلاة عليه فإنكم لا تدرون لعل ذلك يعرض عليه اجعل وقولوا اللهم صلواتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وإمام المتقين وخاتم النبيين».[2]

وفی "سيرة المحمدية": روى ابن ماجة بإسناد جيد «عن أبى الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكثروا من الصلوٰة على يوم الجمعة فإنه يوم مشهود وتشهد الملٰئكة وإن أحدا لن يصلى عليّ إلا عرضت على صلوته حتى يفرغ منها قال: قلت وبعد الموت؟ قال: إن الله حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء». قال ابن ماجة: فنبى الله حى يرزق فى قبره. ورواه الطبرانى بلفظٍ: «ليس من عبد يصلى على إلا بلغنى صوته حيث كان». ورجالهما ثقات لكنه منقطع.

وفى "مقدمة الشيخ للمشكوٰة": المرسل والمنقطع بمعنى. وعند أبى حنيفة ومالك: المرسل مقبول مطلقاً. انتهى مختصراً.[3]

وفى "دلائل الخيرات": وقيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أرأيت صلاة المصلين عليک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالهما عندک؟ فقال: «أسمع صلوة أهل محبتى وأعرفهم وتعرض على صلاة غيرهم عرضاً».[4]

چنانچہ "دیلمی" اور "شفاء" قاضی عیاض میں ہے بسند مرفوع حضرت عبد اللہ بن مسعود

---

(1)۔۔:(جذب القلوب الى ديار المحبوب، باب هفدهم در ذكر فضائل وآداب صلوة بر سيد كائنات، فصل: بدانكه فوائد ونتائج صلوة، ص: ۲۳۰)

(2)۔۔:(كتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثانى، الباب الرابع، فصل في كيف الصلوة عليه والتسليم، ص: ۲۸۵)

(3)۔۔:(مقدمة فى بيان بعض مصطلحات علم الحديث، ص: ۴)

(4)۔۔:(دلائل الخيرات، فضائل الصلوة، ص: ۶۳)

رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب درود بھیجو تم اوپر میرے، پس اچھے لفظوں سے درود بھیجو، اس واسطے کہ تم نہیں جانتے کہ میرے اوپر پیش کئے جات ہیں، لہٰذا اس طرح کہا کرو "اللھم اجعل صلواتک وبرکاتک علیٰ سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین".

اور "سیرۃ احمدیہ طریقہ محمدیہ" میں ہے ابن ماجہ سے ساتھ سند جید کے: حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جمعہ کے دن بہت کثرت سے میرے اوپر درود بھیجا کرو، اس واسطے کہ جمعہ وہ دن ہے کہ جس میں خاص ملائکہ مقربین حاضر ہوتے ہیں اور بیشک کوئی میرے اوپر درود نہیں بھیجتا مگر جب تک وہ درود سے فارغ ہو مجھ پر اُس کا درود پیش ہوتا رہتا ہے۔

حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! بعد وفات کے درود پیش ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا: بیشک اللہ نے حرام کردیا ہے زمین پر یہ کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔

بعد نقلِ حدیث، ابن ماجہ رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر میں رزق دیئے جاتے ہیں اور طبرانی کے لفظوں کے یہ معنی ہیں کہ کوئی بندہ میرے اوپر درود نہیں بھیجتا مگر اُس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہیں بھی ہو۔ راوی ان دونوں حدیثوں کے ثقہ ہیں مگر منقطع ہے اور "مقدمہ شیخ" میں ہے کہ منقطع جس کو مرسل بھی کہتے ہیں نزدیک امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہا اللہ کے مطلقاً مقبول ہے۔

اور دیباچہ "دلائل الخیرات" میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ خبر دیجئے اُن درود پڑھنے والوں کے درود سے جو آپ ﷺ سے غائب ہیں اور اُن کے درود سے جو آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوں گے، ان کے درود کا آپ ﷺ کے حضور میں کیا حال ہے اور ہوگا؟ فرمایا: میں اہلِ محبت کے درود خود سنتا ہوں اور سنتا رہوں گا اور اُن کو پہچانتا ہوں، اُن کے علاوہ دوسروں کے درود میرے اوپر پیش کئے جاتے ہیں اور پیش

ہوتے رہیں گے۔

[اعتراض:]

اگر کوئی کہے کہ اِن احادیثِ مذکورہ سے اثباتِ توجہ خاص محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیچ جمیع اوقات درود خوانی کے ہے، پھر قیام بجہتِ توجہ احمدی علیہ الصلاۃ والسلام وقتِ درود خوانی ذکرِ ولادت شریف ہی مخصوص رکھنا تحکم ہے؟

[جواب:]

توجواب اس کا یہ ہے کہ مقصود ہمارا نقلِ روایات ہذا سے تو فقط اتنا ہی تھا کہ اُس وقتِ خاص میں بھی آپ ﷺ کو بوجہِ کثرت صلوٰۃ و سلام بجانبِ حاضرین بزم شریف چونکہ ایک نہج کی توجہ خاص ہوتی ہے اگر معہ دیگر وجوہات مذکورہ مؤیدہ تخصیصِ قیام بوقتِ خاص درود خوانی ذکرِ ولادت سیّد الانام بوجہ توجہ فرمائی سیّد الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام بجانبِ محفل ہذا بھی قیام کیا جائے تو بھی کچھ حرج نہیں، بلکہ بجہتِ استحباب سلف بدیں نیت نیز مستحب ہے، نہ یہ کہ فقط بوجہِ نفسِ توجہ شریف ہی کے قیام کیا جاتا ہے، بلکہ وجوہاتِ قیام تو علاوہ بریں سابق ازیں بتفصیلِ تمام مذکور ہو چکی ہیں، حالاں کہ فقط بوجہِ نفس توجہ شریف ہی اگر قیامِ ہذا بدیں نیت کیا جائے کہ بعد حصولِ توجہ خاص چونکہ بموجبِ کشف آپ ﷺ کا تشریف لانا بزمِ ہذا میں ثابت ہے، لہٰذا تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں جب بھی کیا حرج ہے۔ دیکھو فتوے محمد بن یحییٰ مفتی حنابلہ میں ہے:

نعم! یستحب القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه وسلم لما استحسنه العلماء الأعلام وقدوة الدین والإسلام فذکروا عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه واله وسلم یحضر روحانیة صلی اللہ علیه وسلم واله وسلم. انتهی

ہاں! مستحب ہے قیامِ وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس واسطے کہ مستحسن رکھا ہے اس کو بہت سے علماء دین اور پیشوایانِ اسلام نے۔ وہ فرماتے ہیں وقت ذکر ولادت آپ ﷺ کی روح مبارک رونق افروز مجلس ہوتی رہتی ہے۔

اور نیز بموجب بیان کرامت ترجمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رویائے صادقہ مومنین ہیں۔ کمافی رسالة المسمی بہ "ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان" لمولانا عبدالحی صاحب نقلاً عن صاحب النصيحة حكى: أن رجلاً كان مداحاً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وآله وكان يشرب الدخان فرأى فيما يرى النائم كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول له: إنک إذا قرأت المولد أحضر المجلس وإذا جاء الدخان فيه أترکه وأذهب. انتهى[1]

رسالہ "ترویح الجنان" مولانا عبدالحی مرحوم میں ہے کتاب النصیحۃ سے کہ ایک آدمی نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا، اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم مولد شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افزائے مجلس ہوتے ہیں مگر جب حقہ آجاتا ہے تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

دلیل ثامن:

رونق افروز ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقتِ ذکرِ ولادت شریف ہر اُس محفل ذکرِ ولادت شریف میں کہ بموجبِ کثرت محبت حبینا صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ نشانی ہے ایمان کی منعقد کی جائے مظنون ہے۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: «فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ». رواه البخاری[2]

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے کبھی تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کو مجھ سے محبت ماں باپ اور اولاد سے زیادہ نہ ہو۔ یہ حدیث بخاری کی ہے۔

لہٰذا برائے استقبال بانتظاری تشریف آوری حضور صلی علیہ ربّ الغفور بحسبِ امکان

---

(1)۔۔: مجموعۃ الرسائل اللکھنوی، زجر أرباب الريان عن حكم شرب الدخان، الرسالۃ السادسۃ، ص: ۲، ۷۱/۲۲۴، (مذکورہ عبارت "زجر أرباب الريان عن حكم شرب الدخان" کی ہے؛ لہٰذا تصحیح کر دی گئی ہے)

(2)۔۔: (صحیح بخاری، کتاب الایمان، بَاب حب الرسول مِنَ الْإِيمَانِ، ۱/۱۱، الحدیث: ۱۴)

معہ اشتمال نیت تعظیم قدوم میمنت لزوم قیام ہذا کرتے ہیں تو بھی زنہار خالی استحباب سے نہ ہوگا بجہتِ صحت ظن مذکور اور اباحتِ نیت مسطور کے، اس واسطے کہ اس قسم کا قیام برائے استقبال و تعظیم سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام جب آپ ﷺ جہاد سے تشریف لائے تھے اور نیز برائے تعظیم قدوم بانتظارِ تشریف آوری سیّد الانبیاء باوصف مظنون ہونے تشریف آوری حضور ﷺ کے صحابہ کرام اُٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ چند روز تک صحابہ کا بانتظار رسول اکرم ﷺ بیرونِ حد مدینہ منورہ جاجا کر واپس پھر پھر آنا صاف دال بریں مدعا ہے اور ثابت ہے صحابہ کرام سے معہ تقریر رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے بحسبِ اشارۃ النص کہ وہ قطعی الدلالت ہے ایجاب حکم میں مثل عبارۃ النص کی۔ کمافی "نور الأنوار": أن كلاًمن العبارة والإشارة قطعي الدلالة على المراد. انتهى [1] لما أخرج البخاری رحمه الله فی باب استقبال الغزاة عن الزهری قال: قال سائب ابن يزيد: «ذهبنا نتلقى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الصبيان إلى ثنية الوداع». [2] وأخرج البخاری فی حديث طويل: «وَسَمِعَ الْمُسْلِمُونَ بِالْمَدِينَةِ مَخْرَجَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوا يَغْدُونَ كُلَّ غَدَاةٍ إِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُونَهُ حَتَّى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيرَةِ فَانْقَلَبُوا يَوْمًا بَعْدَ مَا أَطَالُوا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا أَوَوْا إِلَى بُيُوتِهِمْ أَوْفَى رَجُلٌ مِنْ يَهُودَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِهِمْ لِأَمْرٍ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مُبَيَّضِينَ يَزُولُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُودِيُّ أَنْ قَالَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هَذَا جَدُّكُمُ الَّذِي تَنْتَظِرُونَ فَثَارَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ حَتَّى نَزَلَ بِهِمْ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذَلِكَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ». انتهى [3]

---

(1)۔۔:(نور الانوار، بحث الاستدلال باشارۃ النص:۱۵۷)

(2)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب استقبال الغزاة، ۲/۲۹۵، الحدیث:۳۸۳)

(3)۔۔:(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، بَاب هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ، ۲/۵۱۸، الحدیث:۳۹۰۶)

"نور الانوار" میں ہے کہ بلاشک عبارت اور اشارہ ثباتِ مدعا میں قطعی الدلالت ہوتی ہے، اس واسطے کہ باب استقبال الغزاۃ" بخاری شریف" میں ہے: زہری فرماتے ہیں کہ حضرت سائب ابن یزید فرماتے تھے کہ وقتِ تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر سے ہم تمام لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے استقبال کو جایا کرتے تھے۔

اور ایک حدیث طویل "بخاری شریف" میں ہے کہ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کی خبر پہنچی اور انہوں نے سنا کہ آپ ﷺ مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے، روز علی الصباح تمام مسلمان مقامِ حرہ تک پہنچ کر آپ ﷺ کے انتظار کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ وقت غالب آنے دوپہر کی گرمی کے واپس لوٹتے۔ چنانچہ ایک دن واپس لوٹ کر اپنے گھروں میں پہنچ گئے تھے کہ ناگاہ ایک یہودی اپنے ٹیلوں سے ایک ٹیلہ پر آکر آپ ﷺ کو دیکھنے لگا کہ اُس کی نگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی کہ آپ ﷺ نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں، پھر بلند آواز سے بے اختیار پکارا کہ اے اہلِ عرب! یہ تمہارے مقصود ہیں جن کا تم کو انتظار تھا۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمان مسلح ہو کر مقام ظہر الحرّہ میں آپ ﷺ سے جا ملے۔ حضور ﷺ سب سے داہنی طرف ہو کر بنی عمر ابن عوف میں ماہ ربیع الاول کے پیر کے دن جا رونق افروز ہوئے۔

اور محض گمان آمد آمد پر جب استقبال کو نکلنا بعبارۃ النص سے ثابت ہے تو محض گمان آمد پر قیام کرنا بغرض تعظیم بموجب کشف ورؤیاء صالحین دلالۃ النص سے ثابت ہے یا باقتضاء نص۔

[ازالہ شکوک و شبہات:]

اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ یہ تقریر تمہاری مَوردِ چند شکوک ہے کہ ارتفاع اُن کا ضرور ہے۔

شک اول:

اول یہ کہ قیام صحابہ کرام برائے تعظیم واستقبال بظن تشریف آوری حضور علیہ الصلاۃ والسلام بسبب سننے خبر رونق افروزی آپ کی کے زبانی مردمان آئندہ مدینہ منورہ کے تھے اور رونق افروزی حضور علیہ الصلاۃ والسلام محفل ہذا میں مظنون ہے باستماع رویائے مومنین اور الہام علماء ربانی وقدوۂ فضلاء حقانی کے کہ وہ شرع شریف میں قابلِ اعتماد نہیں۔ کما قال ملاً علی رحمہ اللہ فی رسالۃ المسمی بـ"مقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ" "لا اعتماد علیٰ رؤیۃ المنان فی حق غیر الأنبیاء، فلو فرض أن أحدا رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأمرہ بفعل شئی أو ترکہ علی خلاف قواعد الإسلام فلیس لہ القیام بذلک الأمر بإجماع علماء الأعلام.[1]

وفی "حرز الثمین": أن الأحکام المنامیۃ والأحکام الکشفیۃ لا اعتبار لھا فی الأمور الشرعیۃ. انتھی[2]

چنانچہ ملا علی قاری رسالہ "مقدمۃ السالمہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سوائے پیغمبروں کے خواب کے کسی کے خواب پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً: اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو کسی امر کے کرنے کو یا نہ کرنے کو مخالفِ قواعد اسلام فرماتے ہیں تو باجماعِ علماء اس کو اُس پر عمل کرنا جائز نہیں اور "حرز الثمین" میں ہے کہ خواب کے حکم اور کشفی باتوں پر شرعی احکام میں اعتبار نہیں کیا جاتا۔

شک دوم:

یہ کہ قیام ہذا بحسبِ احادیثِ مذکورہ ثابت ہے بدلالۃ النص یا اقتضاء النص اور خروج برائے استقبال ثابت ہے بعبارۃ النص۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ امر ثابت بدلالۃ یا اقتضا النص کو عمل میں لاتے ہو اور امر ثابت بعبارۃ النص پر کہ وہ خروج برائے استقبال ہے، عمل نہیں کرتے۔

---

(1)۔۔: المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ، ص: ۲۲

(2)۔۔: الحرز الثمین للحصن الحصین: باب اذا سلم للانصراف عن الصلاۃ، 2/804

شک سوم:

یہ کہ قیامِ تعظیمی صحابہ بعزمِ استقبال حینِ حیات آں سرور علیہ افضل الصلاۃ میں تھا کہ آنکھوں سے دیکھ کر تعظیم آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام قرینِ قیاس تھے اور بغیر آنکھوں سے دیکھنے کے کسی شخص معظم کی تعظیم شرع میں نہیں آئی اور نہ قرینِ قیاس۔

شک چہارم:

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو باوصف آنکھوں سے دیکھنے کے بھی کھڑے ہونے کو برائے تعظیم کہ جو قرینِ قیاس ہے، منع فرمادیا تھا اور بسببِ مکروہ جاننے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامِ تعظیمی کو کوئی برائے تعظیم نہیں کھڑا ہوتا تھا۔ کما أخرج أبو داؤد: «عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا». انتھی[1]

وأخرج الترمذی: «عن أنس قال: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذَلِكَ». انتھی[2]

چنانچہ "ابوداؤد" میں ہے حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار عصائے مبارک پر تکیہ لگائے ہوئے باہر تشریف لائے ہم آپ ﷺ کے واسطے کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے مت کھڑے رہو جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں اور اُن کا بعض بعض کی تعظیم کرتا ہے۔

اور ترمذی شریف میں ہے: حضرت انس فرماتے ہیں: کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صحابہ کرام کو پیارا نہ تھا مگر باوجود اس کے جب آپ ﷺ کو دیکھتے کھڑے نہ ہوتے، اس واسطے کہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو اس طرح کھڑے ہونے سے کراہیت ہے۔

---

(1)۔۔:(سنن أبي داؤد، كتاب الادب، باب في قيام الرجل للرجل، ۲۵۰/۵، الحديث: ۵۲۳۰)

(2)۔۔:(سنن ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء في کراهية قيام الرجل للرجل، ۵۱۶/۳، الحديث: ۲۷۵۴)

شک پنجم:

یہ کہ چونکہ قیامِ ہذا بدوں دیکھنے شخص معظم کے دست بستہ وقوع میں آتا ہے، لاریب مشابہ ہے ساتھ قیام مخصوصہ نماز کے کہ وہ مخصوص عبادۃ ہے، لہٰذا بدیں جہت بیشک موہم شرک ہے۔

شک ششم:

یہ کہ قیامِ ہذا بظن رونق افروزی حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر یک بزمِ ذکرِ ولادت شریف میں ہوتا ہے اور رونق افروزی حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر یک بزمِ ذکر ولادت شریف میں ممنوع ہے بجہت منعقد ہونے لاکھوں محافل متبرکہ ذکرِ ولادت شریف کے یک وقت خاص میں کہ یک ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وقتِ خاص میں درمیان جملہ محافل ہذا کے رونق افروز ہونا ہی محال ہے عند العقل والنقل باآنکہ اطرافِ زمین سے یک جگہ بھی سیر کرنا افعال مخصوصہ حیات ہیں چہ جائیکہ لاکھوں جگہ لہٰذا بلاشبہ قیامِ ہذا بھی ممنوع۔

[شک] ہفتم:

یہ کہ اتنے یوں بعید سے آپ ﷺ کو ہر ایک محفل کی خبر ہونا محال ہے کہ لا یعلم الغیب إلا اللہ (نہیں جانتا غیب کی باتوں کو سوا اللہ کے کوئی)، پھر بغیرِ حصول خبر آپ ﷺ رونق افروز ہر یک محفل کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

تو امید کہ اجوبہ جملہ شکوک بنظرِ انصاف بغور تمام ملاحظہ فرما کر ہرگز انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں، تعصب کو کام نہ فرمائیں کہ «الدین نصیحة لکل مومن ومؤمنة» (دین خیر خواہی کرنا ہے ہر ایک مرد اور عورت مومن کی)

اور وہ یہ ہیں:

جوابِ شک اوّل:

بیشک الہام اولیاء اللہ اور امر آنحضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم درمیان رویائے صالحہ مؤمنین اثبات کسی حکم میں احکامِ حلّت وحرمت سے اگر وہ حکم مخالف ہو ساتھ قواعد

اسلام کے زنہار زنہار قابلِ اعتبار نہیں۔ چنانچہ قولِ مذکورہ ملاّ علی قاری رحمہ اللہ جو اثباتِ شک اوّل میں ذکر کیا گیا ہے صاف دال بریں مدعا ہے لیکن الہامِ اولیاء اللہ اور امر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم درمیان رویائے علماوَ صلحا اگر موافقِ شرع شریف ہو تو بیشک سزاوار ہے ہم کو عمل کرنا اُس پر اور جائز ہے اخذ کرنا ساتھ اُس کے۔ کما فی " نور الأنوار شرح المنار ": وإلهام الأولیآء حجة فی حق أنفسهم إن وافق الشریعة ولم یتعد إلی غیرهم إلا إذا أخذنا بقولهم بطریق الأدب.(1)

وقال العارف ابن جمرة الأندلسی فی " بهجة النفوس شرح مختصر البخاری ":

من راه صلی اللہ علیه واله وسلم فی صورة الحسنة فذالک حسن فی دین الرأی وإن کان فی جوارحه شیئ أو نقص فذالک خلل فی الرأی من جهة الدین وکذلک یقال فی کلامه فی النوم أنه یعرض علی سنته فما وافقها فهو حق وما خالفها فالخلل فی سمع الرأی فرؤیا الذات الکریمة حق والخلل إنما هو فی سمع الرأی وبصره وهذا خیر ماسمعته فی ذلک. انتهی. بتغیرٍ.(2)

وفی " نسیم الریاض شرح الشفاء " لقاضی عیاض للشهاب أحمد الخفاجی الحنفی: سئل النووی عمن راه فی منامه یأمره هل یجب علیه أم لا؟ فأجاب بأنه إن لم یخالف الشرع وکان خاصة فی نفسه ینبغی العمل به وإنما لم یجب لأن النائم لا یضبط ماقیل له وربما الهم لم یفهمه أو یکون إشارة تحتاج إلی التاویل. انتهی(3)

چنانچہ "نور الانوار" میں ہے: الہام اولیاء اللہ کا اگر شریعت کے موافق ہو اُس کے حق میں حجت ہے اور دوسروں کو اُس پر عمل کرنا واجب نہیں ہوتا لیکن بطریقِ ادب دوسرے اس پر عمل کریں تو کوئی حرج نہیں اور عارف ابن جمرہ اندلسی "بہجۃ النفوس شرح مختصر بخاری" میں

---

(1)۔۔:(نور الانوار، بحث: الفرق بین الهام النبي، ص:۲۲۷)

(2)۔۔:بهجة النفوس شرح مختصر البخاری، ۴/۱۸۳، الحدیث: ۲۵۱

(3)۔۔: یہ عبارت نہیں مل سکی۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت شکل میں زیارت کرے وہ دلیل اُس کے دین کی خوبی کی ہے اور اگر آپ ﷺ کے کسی اعضاء میں عیب یا نقصان پائے تو وہ دلیل ہے اس کے دین کے نقصان کی۔ ایسے ہی اگر خواب میں آپ ﷺ کچھ فرمائیں اُس کو، آپ ﷺ کی سنت پر پیش کر کے دیکھنا چاہیے، پھر اگر وہ موافقِ سنت ہے تو حق ہے اور اگر مخالفِ سنت ہے دیکھنے والے کی سماعت کا قصور ہے اور حضور ﷺ کی زیارت بلاشبہ حق ہے۔ بعدہ حضرت عارف فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے آپ ﷺ کی زیارت کے متعلق سنا اُن سب قولوں میں بہتر یہی قول ہے۔

اور "نسیم الریاض شرح شفاء" میں ہے کہ حضرت امام نووی سے جب سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ حکم فرمائیں اس کی اطاعت واجب ہے کہ نہیں؟ جواب دیا کہ اگر مخالف شریعت کے نہ ہو اور اپنے دل میں اس کا اثر پائے تو ضرور اس پر عمل کرے اور واجب العمل اس واسطے نہیں کہا جاتا کہ سونے والے کو پوری بات نہیں رہتی اور کبھی خواب میں اشارہ قابلِ تاویل ہوتا ہے اور بعض اوقات مضمون خواب یاد نہیں رہتا۔

خاصۃ الہام اولیاء اللہ اور امر شریف سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلی آلہ المہتدی درمیان رویائے صلحا درباره کسی ایسی چیز کے کہ وہ بھی مطابق ہو ساتھ روایاتِ معتبرہ علماء دین اور مضامین احادیث رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ المہدیین کے اور عمل کرنا موافق اُس کے کوئی عمل مستحب کہ وہ نہ مستلزم حلت حرام ہو نہ مستوجب حرمت حلال، بیشک قابل الاعتماد اور واجب الیقین ہو گا اور عمل کرنا موافق اُس کے کوئی عمل مستحب لاریب موجبِ اجر عظیم اور رضائے رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم، اس واسطے کہ واجب الیقین اور حق ہونا زیارتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ متمثل ہونا شیطان کا ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے، تاکہ نہ جھوٹ بول سکے مشابہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہو کر کہ موجبِ غوایت اہلِ اسلام ہو ثابت ہے ساتھ روایاتِ قویہ اور احادیث صحیحہ کے، تا آں کہ غیر معتمد ہونا امور رویائے زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثبات احکامِ حلت اور حرمت میں بھی

بہجت احتمال بھول چوک خواب دیکھنے والے کے ہے، اس واسطے کہ احادیث خواب اکثر کم یاد رہتے ہیں اور کبھی امورات خواب اشارات محتاجہ الی التاویل ہوتے ہیں، نہ کہ بجہتِ عدمِ حقیقت زیارت کے خواب میں۔ چنانچہ روایات "بہجۃ النفوس" و"نسیم الریاض" مصرح مدعا ہذا گزر ہی چکیں اور احادیث صحیحہ اور روایات قویہ دالہ حقیت خواب زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عدمِ تکذیبِ شیطان کے زبانِ حق ترجمان صلی علیہ الرحمن پر یہ ہیں:

أخرج مسلم عن أبی قتادة رضی الله عنه، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقّ» و كذا أخرجه البخاری. وأخرج المسلم عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي». (1)

وأخرج البخاری عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ». (2)

وفی النووی شرح المسلم: اختلف العلماء في معنى قوله صلى الله عليه وسلم فقد رآني فقال بن الباقلاني معناه أن رؤياه صحيحة ليست بأضغاث ولا من تشبيهات الشيطان ويؤيد قوله رواية فقد رأى الحق أي الروية الصحيحة قال وقد يراه الرائي على خلاف صفته المعروفة كمن رآه أبيض اللحية وقد يراه شخصان في زمن واحد أحدهما في المشرق والآخر في المغرب ويراه كل منهما في مكانه وحكى المازرى هذا عن بن الباقلاني ثم قال وقال آخرون بل الحديث على ظاهره والمراد أن من رآه فقد أدركه ولا مانع يمنع من ذلك والعقل لا يحيله حتى يضطر إلى صرفه عن ظاهره فأما

---

(1)۔۔:(صحيح مسلم، كتاب الرؤيا، باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، ۴/۱۷۷۶، ۱۷۷۵، الحديث: ۲۲۶۷، ۲۲۶۶)

(2)۔۔:(صحيح بخارى، كتاب التعبير، باب من راى النبى فى المنام، ۴/۳۳۷، الحديث: ۶۹۹۴)

قوله بأنه قد يرى على خلاف صفته أو في مكانين معافان ذلك غلط في صفاته وتخيل لها على خلاف ماهي عليه وقد يظن الظان بعض الخيالات مرئيا لكون مايتخيل مرتبطا بما يرى في العادة فيكون ذاته صلى الله عليه و سلم مرئية وصفاته متخيلة غير مرئية والادراك لا يشترط فيه تحديق الأبصار ولا قرب المسافة ولا كون المرئي مدفونا في الأرض ولا ظاهرا عليها وإنما يشترط كونه موجودا ولم يقم دليل على فناء جسمه صلى الله عليه و سلم بل جاء في الأحاديث ما يقتضي بقاءه قال ولو رآه يأمر بقتل من يحرم قتله كان هذا من الصفات المتخيلة لا المرئية هذا كلام المازري.

قال القاضي: ويحتمل أن يكون قوله صلى الله عليه و سلم فقد رآني أو فقد رأى الحق فان الشيطان لا يتمثل في صورتي المراد به اذا رآه على صفته المعروفة له في حياته فان رأى على خلافها كانت رؤيا تأويل لا رؤيا حقيقة وهذا الذي قاله القاضي ضعيف بل الصحيح أنه يراه حقيقة سواء كان على صفته المعروفة أو غيرها لما ذكره المازري. (1)

"بخاری و مسلم شریف" میں ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا بلاشبہہ سچ ہی دیکھا اور فقط "مسلم" میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا بلاشبہ مجھ ہی کو دیکھا، اس واسطے کہ شیطان خواب میں بھی میری شکل بنا کر نہیں دکھا سکتا اور "بخاری شریف" میں ہے حضرت انس فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا بلاشبہ مجھ کو ہی دیکھا (اس واسطے کہ شیطان میری شکل میں وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتا اور مومن کا خواب ایک جزو ہے چھیالیس جزوں نبوت کے سے)۔

---

(1)۔۔:(شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الرؤیا، باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، تحت الحديث: مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى، ٨/٢٠)

اور "نووی شرح مسلم" میں ہے کہ "فقد رانی" کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ علامہ باقلانی فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ مجھ کو خواب میں دیکھنا صحیح ہوتا ہے نہ کہ شیطان خیال۔

اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیثِ مذکور جس میں "فقد رای الحق" کا لفظ ہے اور کبھی دیکھنے والا آپ ﷺ کی زیارت مختلف حلیہ میں کرتا ہے اور کبھی دو شخص ایک آن میں مختلف جگہ مشرق اور مغرب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ باوجود یہ کہ ہر شخص اپنے مکان ہی پر موجود ہوتا ہے۔

اور مازری رحمہ اللہ باقلانی سے قولِ مذکور نقل کر کے، بعد میں فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ حدیث ظاہر معنی حدیث پر عمل کر کے فرماتے ہیں کہ مراد آپ ﷺ کو صحیح طور پر دیکھنے کی یہ ہے کہ فی الواقع ذات مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ملاقات ہوتی ہے نہ کہ صورتِ مثالی سے اور یہ امر مخالفِ عقل نہیں، تاکہ ظاہر معنی سے پھیر کر اور صورتِ مثالی مراد لیں اور بعض اوقات ذاتِ مقدس ﷺ کی زیارت فی الواقع ہوتی ہے اور صفات میں تغیر دیکھنے والے کے خیالات منتشرہ سے ہو جاتا ہے اور خواب میں نہ ان آنکھوں کے سامنے ہونا ضروری ہوتا ہے نہ باعتبارِ مسافت کے نزدیک ہونا اور نہ اس امر کی ضرورت ہے کہ جس کی زیارت ہو وہ مدفون زمین ہو یا نہ ہو، بلکہ جس کو خواب میں دیکھے اُس کا موجود فی الواقع ہونا ضروری ہے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک فنا ہونے پر تو کوئی دلیل پائی ہی نہیں جاتی، البتہ باقی رہنے جسم مطہر پر بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھا ہے کہ اگر زیارت حلیہ کے مطابق ہو تو بعینہٖ آپ ﷺ ہی کی زیارت ہے، ورنہ وہ خواب قابلِ تاویل ہوتا ہے یہ قول نہایت ضعیف ہے۔

قول صحیح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں بموجبِ تحقیق مذکورہ مازری رحمہ اللہ حقیقتاً حضور ﷺ ہی کی زیارت ہوتی ہے، صفتِ معروفہ مشہورہ پر ہوں یا کسی اور صورت پر۔

اور "مدارجِ النبوۃ" میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:

تنبیہ: اگرچہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخواب حق

وثابت است بیشک وشبہہ ولیکن گفتہ اند کہ آنچہ رای بشنو داز احکام عمل بآں نکنند نہ از برائ شک در رویت بلکہ از برائے آنکہ از رائے ضبط مفقود است درحالت نوم کذا قالوا ۔ ومراد آں احکام شرعیہ است کہ خالف قرار داد دین است والا بعضے علوم کہ نہ ازیں قبیل باشددر قبولِ آں وعمل بداں خلافی نخواہد بود بسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودہ وعرض کردہ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک فلان این حدیث از حضرتِ توروایت کردہ است پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعم ۔ والا دررویت کہ در یقظہ است بعض مشائخ نیز ہمچنیں استفادۂ علوم نمودہ اند۔واللہ اعلم[1]

اور علیٰ ہذا حقیقت الہام اولیاء اللہ اور نیز خواب صالح پر ناطق ہے قرآن اور روایاتِ علماءِ حق تبیان۔کما قال البیضاوی فی قولہ تعالی:﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾[پ:۱۱،یونس،۶۴] وهو ما يريهم فی الرؤيا الصالحة ويسنح لهم من المكاشفات.انتهى مختصراً.[2]

وفی "قمر الاقمار": وقديستدل عليه بن الألهام ليس إلا إلقاء فی القلب وهذا من الخيالات فلا اعتداد وهذا الإستدلال واه فإن إلهام الولی ليس كخطر اتنا، بل إلهامه أن يقع فی قلبه أمر من الله تعالیٰ مع علمه الضروری القطعی بأنه حجة بلاريب كذا قيل.انتهى.[3]

چنانچہ "بیضاوی" میں ہے کہ آیۂ کریمہ ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ میں

(1)۔۔:(مدارج النبوۃ،باب پنجم:درذکر فضائل کہ مشترک ازمیان وانبیاء،وصل:درخصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم،۱/۱۳۲)

(2)۔۔:(أنوار التنزيل وأسرار التأويل، سورة يونس، تحت الاية:﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ۱۱۸/۳)

(3)۔۔:(قمر الاقمار حاشية نور الانوار، بحث: الفرق بين الهام النبي وغيره، تحت قوله: فالهامه قسم من الوحی، ص:۲۲۷)

بشارت سے مراد نیک خواب ہیں جن کو مومن دیکھتے رہتے ہیں اور مکاشفات اولیاء۔

اور "قمر الاقمار" میں ہے: یہ جو بعض نے کہا ہے کہ الہام دل کے خیالات کا نام ہے جو قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ قول بالکل لغو ہے، اس واسطے کہ الہام ولی کو مثل ہمارے خطروں اور خیالوں کے نہیں ہوتا، بلکہ ان کے قلب پر من جانبِ اللہ ایسی بات ڈالی جاتی ہے جس کی حقانیت کا ان کو بالبداہت یقین ہوتا ہے اور جب کہ حقیقت خبر سیّد البشر کی میان رویائے صلحاء اور نیز حقیقت الہام اولیاء ثابت ہو چکی تو بیشک عمل کرنا موافق اُس کے کوئی عمل خاصۃ وہ عمل کہ جو مستحب ہو فی نفسہٖ بیشک موجبِ اجر عظیم ہو گا اور چوں کہ الہام اور خواب مذکور بھی کہ جو دلالت کرنے والا ہے رونق افروزی سیّد المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام پر محفل ذکر ولادت شریف میں خبر ہے اور حق جاننا اس کا نہ موجبِ حلت حرام ہے اور نہ مستوجبِ حرمت حلال بیشک قابل الیقین اور واجب التصدیق ہو گا، اس واسطے کہ الہام اور خواب مذکورہ موافق ہیں ساتھ روایاتِ قویہ علماء معتبرہ کے بدیں جہت کہ خواب اور الہام مذکورہ دال ہے سیر کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطراف زمین میں اور وہ ثابت ہے ساتھ اقوال علماء معتبرین دین متین کے۔

چنانچہ شیخ الامام جلال الدین سیوطی مصنف "تفسیر جلالین" رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء" میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ نظر کرنا اعمالِ اُمت میں اور اُمت کی برائیوں کے واسطے استغفار کرنا اور بلائیں دور ہونے کی دعا کرنا اور اطرافِ زمین میں آمدورفت کرنا برکت کے ساتھ اور جو کوئی نیک بندہ امتی مر جائے اُس کے جنازہ پر آنا یہ حضرت کے بعض شغل ہیں عالمِ برزخ میں من جملہ اور اشغال کے چنانچہ اس میں حدیثیں اور آثار وارد ہوئے ہیں۔

اور اُسی میں ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور خوش ہوتے ہیں اُمت کی عبادات سے اور غمگین ہوتے ہیں ان کی نافرمانیوں سے اور انبیا کا مر جانا صرف اتنا ہی ہے کہ وہ ہمارے نظر سے چھپ گئے اور واقع میں زندہ موجود ہیں مثل فرشتوں کے مگر جس

ولی اللہ کو بطور کرامت خداوند کریم دکھلا دے وہ دیکھ لیتے ہیں۔ انتہی [1]

چنانچہ "مدارج النبوۃ" مصنفہ شیخ الشیوخ، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ والغفران میں ہے:"وعلما را دررؤیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در یقظہ بعد از موت خلاف است وصاحبِ مواہب لدنیہ از شیخ خود نقل کردہ است کہ گفت نرسیدہ است بما ازیں از ہیچ یکے از صحابہ و من بعد ہم وتحقیق سخت شداندوہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا برقوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تامرووے رضی اللہ عنہا باند وہ نہانی بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ شش ماہ بقول صحیح و خانہ و ہمسایۂ قبر شریف بود ونقل کردہ نشد ہ ازوے رؤیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں مدت فراق لیکن از بعضے صالحین حکایات از نفس خو دمنقولست چنانچہ در ثوثیق عبری الایمان مازری وبہجۃ النفوس ابن ابی حمیرہ وروض الریاحین عفیف یافعی ودیگر تصنیفات ویست وشیخ صفی الدین بن منصور در رسالہ خود وہم در مواہب از جماعہ کہ تصدیق کردہ اند بایں حدیث یعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "من رانی فی المنان فیسرانی فی الیقظۃ " کہ دید ند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را درمنام پس ازاں دید نددر یقظہ وپرسید نداز حضرت وے صلی اللہ علیہ وسلم از اشیا کہ مشوش بودند پس خبر داد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشا نرا بکشاو نیمود طریقہ ہارا کہ ازاں کشاد حاصل شد ہمچنیں آمد بے زیادۃ ونقصان وگفت کہ منکرا ما تصدیق داردبکرامات اولیا یا نہ اگر ندارد باوے بحث نتواند کرد بہرچہ اثبات کنند و تکذیب خواہد کرد واگر تصدیق دارد باید گفت ایں از انجملہ است زیرا کہ کشف کردہ میشود مر اولیا را بخرق عادت از اشیاء

---

(1)۔۔:(الرسائل العشر، أنباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء، ص:۲۰۲/۲۰۱)

عدید وغریب برعالم علوی وسلفی که سائر ناس را بآں راه نیست وہم صاحب مواہب گفته که شیخ ابومنصور دررسالۂ خود گفته که میگویند که شیخ ابوالعباس قسطلانی در آمد یکبارے بر حضرت رسول صلی اللہ علیه وسلم پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم مراد را "اخذاللہ بیدک یا احمد"دستگیری فرمائی اللہ نے تیری اے احمد ، وازشیخ ابی السعود آورده که گفت زیارت میکردم شیخ مرا که ابوالعباس است ومشائخ دیگر را از صلحاء عصر پس مشغول شدم ومنقطع گشتم ا زہمه و فتح کرده شد برسن پس نبود ومرا شیخ مگر حضرت پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام ومصافحه میکرد مر اآنحضرت بعداز ہر کار۔ واما م حجة الاسلام درکتاب خود المنقذ من الضلال میگوید که اربابِ قلوب مشاہده میکنند دربیداری ملائکه راوارواح انبیاء وے شنوند از ایشاں آوازہا واقتباس میکنند از ایشاں انوار واستفاده میکنند فوائد وبدانکه صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ دررؤیت شریف آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم دریقظه برقاعدۂ علم و اقوال علماء رفته از شیخ بدر الدین حسن بن الاہدل نقل کرده که وقوع رؤیت شریف دریقظه مرا درا متواتر شده بداں اخبار وحاصل بآں علم قوی است ومنتفی است ازاں شک وشبہه۔انتهی مختصراً(1)

اور "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" مولاناشاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ میں ہے:

أخبرنی سیّدی الوالد قال أخبرنی شیخی السیّد عبداللہ القاری: حفظت القران علی قاری الزاہد کان یسکن فی البریة فبینا نحن نتدارس القران إذ جاء قوم من العرب یقدمہم سیّدہم فاستمع قراءة القاری وقال: بارک اللہ أدیت حق القران ثم رجع وجاء

---

(1)۔۔۔:(مدارج النبوة، باب پنجم: درذکر فضائل که مشترک ازمیان وانبیاء، وصل: درخصائص آنحضرت ﷺ، ۱/۱۲۹، ۱۳۰)

رجل آخر بذالک الزی فأخبر: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أخبرھم البارحة أنه سیذھب إلی البریة الفلانیة لاستماع قراءة القاری ھناک فعلمنا أن السید الذی کان یقدمھم ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال: قد رأیتہ بعینی ھاتین. واللہ اعلم. انتھی (1)

خبر دی مجھ کو میرے والد ماجد نے فرماتے تھے کہ میرے شیخ سیّد عبد اللہ قاری فرماتے تھے کہ میں نے قاری زاہد سے جو جنگل میں رہا کرتے تھے قرآن حفظ کیا۔ ایک دن ہم اُستاد شاگرد قرآن مجید کا دور کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک جماعت عرب کی آئی جن کے آگے آگے اُن کے سردار تھے اُنہوں نے ہمارا قرآن سن کر فرمایا: اللہ تم کو قرآن میں برکت دے تم نے قرآن کا حق ادا کر دیا۔ یہ فرما کر وہ روانہ ہوگئے۔ اُن کے بعد ایک اور شخص (جو ہر شب عالمِ مکاشفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے تھے) نمودار ہوئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ آج رات کو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کل فلاں جنگل میں فلاں قاری کا قرآن سننے ہم جائیں گے۔ جب ہم کو معلوم ہوا کہ پہلے جماعت عرب کی جو آئی تھی اُن کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ یہ واقعہ بیان کر کے سیّد عبد اللہ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے زیارت کی۔

اور نیز قول اور خواب مذکور مطابق ہے ساتھ مضمون احادیثِ صحیحہ کے بدیں جہت کہ چلنا پھرنا آپ کا اطراف زمین میں کہ مقتضی ہے اُس کو خوابِ مذکور، بداہۃً خواص زندگی اور عادات زندوں سے ہے اور آپ ﷺ کا زندہ رہنا مثلِ زندگی دنیا کے، بلکہ بافضلِ حیات حیاتِ دنیوی سے معہ ترتیب بعض احکامِ حیات مثلِ عدمِ جوازِ نکاح بہ ازواجِ مطہرات اور عدم تقسیم ورثہ ثابت ہے ساتھ احادیث قویہ اور روایات واضحہ کے۔

چنانچہ "جذب القلوب" میں ہے: وابویعلی بنقلِ ثقات از أنس بن مالک رضی اللہ عنہما مے آرد، قال: «قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الأنبیآء أحیاء فی

---

(1)۔۔: رسائل شاہ ولی اللہ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، عالم بیداری میں آنحضور صلی اللہ وسلم کی تشریف آوری، ص197-198

قبورهم يصلون». (1)

اور ابو یعلی ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پیغمبر زندہ ہیں اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

اور نیز "جذب القلوب" میں ہے:وفرموده است صلى الله عليه وسلم: «علمى بعد وفاتى كعلمى فى حياتى». رواه الحافظ المنذرى وابن عدى فى الكامل. (2)

اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے میرے علم کی حالت زندگی میں ہے ویسی ہی بعد وفات باقی رہے گی۔روایت کیا اس کو حافظ منذری نے اور ابن عدی نے کامل میں۔

اور بھی اُسی میں ہے: "وبیهقی درکتاب الاعتقاد ومیگوید که ارواح انبیاء علیهم السلام بعد از قبض باز فرستاده میشود وبرایشان وایشان زده اند پیش خدا مثلِ شهدا زیرا که پیغمبر خدا صلى الله عليه وعلىٰ آله المرتضىٰ باجماعتے از ایشاں درشب معراج اجتماع نمود وملاقات کرد صاحب تلخیص از شافعیه گفته است حاله که ازآں حضرت صلى الله عليه وسلم مانده است ہم برملک وے صلى الله عليه وسلم باقی است چنانکه در حالتِ حیات بود انتقال نمیکند بملک ورثه چنانکه اموات را باشد وسبیل او آنست که براہل وعیال او انفاق نہوده شود بے اعتبار قسمتے که میرا ث را کنند واین را از خصائص آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم شمرده وامام الحرمین این قول را تصحیح نمودو فرموده که موافق سیرت صدیق است رضی الله تعالىٰ عنه درآنچه آنحضرت صلى الله عليه وسلم از سوال

(1)۔۔:(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب چهاردهم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین، فصل:از جمله احادیث که ثابت حیات انبیائ است، ص:۱۸۳)
(2)۔۔:(ایضاً)

گذاشته بود انتہی۔

وکلام این ائمۂ اعلام اقتضائے اثبات دراحکام دینا نیز میکند پس حیاتِ ایشاں علیہم السلام اخص واکمل واتم از حیاتِ شہدا باشد چنانچه مذہب مختار ومنصور است وظاہر کلام بیہقی دربعضی مواضع ناظر دران است که آں حیات مثل حیات شہدا است بلکه مراد و تشبیه است دراصل حیات ورفع استبعاد نه درجمیع خصوصیات پس وارد نشود آنچه بعضے علماء درینجا نزاع کرده وگفته اند که اگر مراد باین حیات آنحالت است که حق سبحانه تعالیٰ شہدا را اثبات نموده است "**بل احیاء عند ربهم یرزقون**" صحیح است ولیکن خلافِ نیست درآنکه برشہدا احکامِ موت از انقطاع ملک وغیره جاریست وگفته که عجب است از امام که خودمیگوید "**مات رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کذا نسوة ومات وهو راض من العشرة** "نسبت موت بآنحضرت صلی الله علیه وسلم میکند باز اثبات حیات چگونه باشد وزرکشی میگوید که ہیچ محل تعجب نیست "**ما ت فاحیاه الله تعالیٰ جل جلاله وعم نواله**"۔[1]

چنانچہ سابق ازیں کتاب ہذا میں اس باب میں حدیث بھی گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے:

وابویعلی بنقل ثقات از انس بن مالک می آرد، **قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الأ نبیآء أحیاء فی قبورهم یصلون**.وبیہقی از روایت انس می آردوتصحیح میکند که«**الآنبیاء لا یتر کون فی قبورهم بعد أربعین لیلة ولکنهم یصلو ن بین یدی الله حتی ینفخ فی الصور**».[2]

---

(1)۔۔:(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب چهار دهم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین، ص:۱۸۵،۱۸۴)

(2)۔۔:(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب چهار دهم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین، ص:۱۸۳)

اور ابو یعلی ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تمام پیغمبر زندہ ہیں اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ تمام انبیاء چالیس روز کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے مگر وہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اللہ کے حضور میں، یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔

بہقی گوید کہ اگر بصحت رسد کہ لفظ حدیث ہمیں است مراد آں بود کہ حیاتِ ایشاں در قبر دائم ومستمر است ولیکن در مدت اربعین مجال نماز و عبادت ظاہر نبود۔(1)

وفی "سیرۃ المحمدیۃ": وقال الشیخ عفیف الدین الیافعی: الأنبیاء أحیآء غیر أموات ترد علیهم أحوال یشاهدون فیها أحوال ملکوت السموات والأرض وینظرون کما ینظر النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قبره، قال: وقد تقرر أن ما جاز للأنبیاء معجزة جاز للأولیآء کرامة بشرط عدم التحدی ولا یتکر ذلک الا جاهل ونصوص العلمآء فی حیوة الأنبیآء کثیرة.

وأیضا فی "سیرۃ المحمدیۃ": قال القرطبی فی التذکرة نقلا عن شیخه الموت لیس بعدم محض وإنما هو انتقال من حال ویدل علیه أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحیآء عند ربهم یرزقون فرحین مستبشرین وهذه صفة الأحیاء فی الدنیا وإذا کان هذا فی الشهداء فالأنبیآء أحق بذلک وأولی وقد صح أن الأرض لا تاکل أجساد الأنبیاء وأنه صلی اللہ علیه وسلم اجتمع بالأنبیآء لیلة أسری به فی بیت المقدس وفی السمآء ورأی موسیٰ علیه السلام قائما یصلی فی قبره وأخبر صلی اللہ علیه وسلم بأنه یرد السلام علی کل من یسلم علیه إلی غیر ذلک فما یحصل من جملة الروایات القطع بأن موت الأنبیآء إنما هو راجع إلی أن غیبوا عنا بحیث لا یدرکهم وإن کانوا موجودین

---

(1)۔۔:(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب چهاردهم در فضائل زیارت حضرت سید المرسلین، ص:۱۸۳)

أحیآء و ذلک کالحال فی الملائکة فإنهم موجودون أحیاء و لا یراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بکرامة من أولیائه.

اور "سیرۃ محمدیہ" میں ہے: علامہ شیخ عفیف الدین یافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام پیغمبر اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسی حالت میں کہ تمام حالات آسمانوں اور زمینوں کے دیکھتے رہتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کو اپنی قبر مبارک سے دیکھتے رہتے ہیں اور یہ ثابت ہو چکا کہ جو امور بطریق معجزہ کے پیغمبروں سے ممکن ہیں بطریقِ کرامت اولیاء اللہ سے ان کا ظہور ممکن بغیر دعویٰ نبوت کے اور اس کا انکار بجز جاہل کے کوئی نہیں کر سکتا اور زندگی انبیاء علیہم السلام میں بہت علماء کے اقوال صریح موجود ہیں۔

اور "سیرۃ محمدیہ" میں ہے قرطبی "تذکرہ" میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں کہ موت عدم محض کو نہیں کہتے، بلکہ وہ حالت کے بدلنے کا نام ہے اور دلیل اس امر کی یہ ہے کہ شہید بعد قتل اور موت کے نزدیک اللہ کے زندہ رہتے ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہوتے ہیں خوشخبریاں سنتے ہیں اور یہ صفتیں زندگی دنیا کی ہیں۔ جب شہیدوں کی یہ حالت ہو تو انبیاء علیہم السلام تو اُن سے بہت کچھ اعلیٰ وبالا ہیں اور یہ حدیث صحت کو پہنچ چکی ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور معراج کی رات بیت المقدس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پیغمبروں سے ملاقات کی اور ان کی امامت کی اور پھر آسمانوں پر اکثر پیغمبروں سے کلام اور سلام ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کو تو آپ ﷺ نے اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتا بھی دیکھا اور آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ جو کوئی موسیٰ علیہ السلام پر سلام کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

ان ساری روایتوں سے یہ امر یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ موت پیغمبروں کی فقط اتنی ہے کہ ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر فی الواقعہ وہ زندہ موجود ہیں جیسے فرشتہ فی الواقعہ زندہ موجود ہیں اور بنی نوع انسان سے ان کو کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر جس کو اللہ اپنے کرم کے ساتھ ان کے دیکھنے کی خصوصیت عطا فرمائے۔

اور تفسیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ میں بھی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ: ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [پ:۲، البقرۃ، ۱۵۴] میں بعد تھوڑی عبارت کے ہے: فذهب جماعة من العلماء إلى أن هذه الحيوة مختص بالشهدآء والحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حياة الأنبيآء أقوى منهم و أشد ظهورا آثارها فى الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبى صلى الله عليه واله وصحبه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهداء والصديقون. أيضا أعلىٰ درجة من الشهداء والصالحين يعنى الأولياء ملحقون بهم كما يدل عليه الترتيب فى قوله تعالى: ﴿مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ [پ:۵، النساء، ۶۹].

ولذالك قالت الصوفية العلية أرواحنا أجسادنا و أجسادنا أرواحنا وقد تواتر عن كثير من الأولياء أنهم ينصرون أوليآئهم ويدمرون أعدآئهم ويهدون إلى الله تعالىٰ من يشاء الله تعالىٰ. وقد ذكر المجدد رحمه الله: أن أرباب كمالات النبوة بالوراثة وقلت: وهم الصديقون المقربون فى لسان الشرع فيعطى لهم الله وجودا موهوبا ويدل على هذا أن أجساد الأنبيآء والشهدآء وبعض الصلحاء رحمهم الله لا يأكلها الأرض ما أخرجه الحاكم وأبو داؤد عن أوس بن أوس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن الله حرم على الأرض أجساد الأنبيآء» و أخرج ابن ماجة عن أبى الدرداء نحوه. انتهى (1)

ایک جماعت علماء کی اس طرف گئی ہے کہ ایسی زندگی جس میں رزق بھی دیئے جائیں اور خوش بھی ہوں اور خوشخبری اور بشارت بھی سنتے رہیں فقط شہیدوں کے ساتھ خاص ہے مگر میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ان کی زندگی سے پیغمبروں کی زندگی زیادہ قوی ہے، یہاں تک کہ پیغمبروں کی زندگی کے آثار دنیا میں بھی ظاہر ہیں چنانچہ ان کی بیویوں سے بعد وفات پیغمبروں کے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور صدیق بھی درجے میں شہیدوں سے افضل ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ ان کے ہم پایہ۔ چنانچہ اس آیت کی ترتیب سے یہ امر نہایت ظاہر ہے۔

---

(1)۔۔: (تفسیر مظهری، البقرة، الاية: ۱۵۴، تحت الاية: ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ ص: ۱۷۰)

پارہ پنجم میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ’’اور جو لوگ تابعداری کریں اللہ اور اللہ کے رسول کی وہ ہوں گے ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق اور شہید اور نیکوکار۔

اس واسطے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسم کا کام دیتی ہیں اور جسم ہمارے روح کا اور بہت سے اولیاء اللہ سے یہ خبر تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک اور جس کو اللہ چاہے اس کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ انہی کی شان میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک یہ لوگ بواسطے پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ کمالات نبوت ہوتے ہیں انہی کو اصطلاح شریعت میں صدیق اور مقرب کہتے ہیں اور اللہ ان کو وجودِ خاص بخشش فرماتا ہے اور دلیل اس امر پر یہ ہے کہ انبیاء اللہ اور شہداء اور بعض صالحین کے جسم کو زمین نہیں کھاتی۔ چنانچہ ’’صحیح حاکم‘‘ اور ’’سنن ابوداؤد‘‘ میں ہے: حضرت اوس بن اوس فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بیشک اللہ نے حرام کردیا زمین پر پیغمبروں کے جسموں کو اور ’’ابن ماجہ‘‘ میں حضرت ابوالدرداء سے مثل، اسی کے مروی ہے۔

اور نیز من جملہ احادیثِ دالہ سے حیاتِ صلحا پر یہ حدیث ہے: أخرج الترمذی فی أبواب فضائل القران عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ضرب بعض أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم خباءہ علی قبر وھو لا یحسب أنه قبر فإذا فیه إنسان یقرأ سورة تبارك الذي بیدہ الملك حتی ختمها فأتی النبي صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: یا رسول اللہ! إني ضربت خبائي علی قبر وأنا لا أحسب أنه قبر فإذا فیه إنسان یقرأ سورة تبارك الملك حتی ختمها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «ھي المانعة ھي المنجیة تنجیه من عذاب القبر».(1)

اور ابواب فضائل قرآن ’’ترمذی شریف‘‘ میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی

---

(1)۔۔: (سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، ماجاء فی فضل سورۃ الملک، ۱۱/۴، الحدیث: ۲۸۹۰)

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناواقفی سے ایک مقام پر جنگل میں اپنا خیمہ قائم کرلیا، حالاں کہ فی الواقعہ وہاں زمین دوز ایک قبر تھی ناگاہ اس قبر سے سورۃ تبارک الذی پڑھنے کی آواز آنے لگی صحابہ کرام نے واپس آکر جب یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سورۃ عذابِ قبر سے محفوظ رکھنے والی ہے اور جو مبتلائے عذاب ہو اُس کو نجات دلوانے والی ہے عذابِ قبر سے۔

جواب شک ثانی:

دلالۃ النص یا اقتضاء النص احادیثِ مذکورہ پر عمل کرنے سے اعتراض جب واقع ہوتا جب دلالت یا اقتضاء پر عمل کرنے سے مخالفتِ عبارت النص لازم آتی۔ ما نحن فیہ میں تو بصورتِ استقبال عبارۃ النص احادیثِ مذکورہ پر جو تعظیماً استقبال کو بیرونِ شہر تک جانا ہے عمل ہی جب ہو سکتا ہے جب اوّل تعظیماً قیام کیا جائے جو دلالۃ النص حدیث سے ثابت ہے، اس واسطے کہ علت استقبال کی اظہارِ تعظیم ہے تمام افرادِ تعظیم کے ساتھ جن افراد سے ایک فرد قیام تعظیمی بھی ہے اور اسی کو دلالۃ النص کہتے ہیں یا یوں کہو کہ استقبال بغیر قیام کے ہو نہیں سکتا، لہٰذا احادیثِ مذکورہ سے قیامِ تعظیمی باقتضاء النص ثابت ہوتا ہے۔

اور استقبال جو بعبارۃ النص ثابت ہے اُس پر عمل اس وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ مجلس میلاد میں تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مظنون ہے بعدِ وفات اُس عالم کے زندوں کے واسطے آمد و رفت کی کوئی جہت معین نہیں ہوتی جیسے انصار کے لئے جہت تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانب حرہ اور ثنیتہ الوداع سے معین تھی۔

جواب شک ثالث:

اگرچہ کلام ہمارا مورد اس شک کا مطلقاً نہیں ہے، اس واسطے کہ قیامِ مذکورہ مثبتہ باحادیثِ مسطورہ وہ قیام نہیں ہے کہ اس کو اہلِ فضل و کمال سے دیکھ کر تعظیماً قیام کیا کرتے ہیں اور غالباً وجہِ ایرادِ شک شاک کو شاید یہ ہی ہوئی ہو، بلکہ قیامِ مذکورہ مثبتہ باحادیثِ مسطورہ وہ قیام ہے کہ بمجرد استماع خبر آمد آمد کسی کے اہلِ فضل و کمال سے بارادۂ استقبال اور اظہارِ

تعظیم آنے والے معظم کے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں اور بعدہ واسطے لینے کے بیرونِ شہر تک جایا کرتے ہیں اور یہ قیام لاریب بدون آنکھوں سے دیکھنے کے شخص معظم کے ہوتا ہے مگر تاہم دفع کرنا شک، شک کنندہ کا چونکہ وہ مخالف ہے ساتھ شرع شریف کے، ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ دعویٰ شک کنندہ کا عدمِ ثبوت تعظیم شخص معظم میں بدون آنکھوں سے دیکھنے کے گو وہ سامنے ہی آموجود ہو، لاریب ممنوع۔ اس واسطے کہ بدون آنکھوں سے دیکھنے کے تعظیم شخص معظم کی اگر وہ وہاں موجود ہو ثابت ہے عقلاً جیسے نابینا اہلِ بصارت کے ساتھ تعظیماً بغیر آنکھوں سے دیکھنے کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اور نیز باحادیثِ صحیحہ :أخرج الترمذی وأبو داؤد وابن ماجة«عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم في جنازة فرأی ناساً رکباناً فقال:«ألا تستحیون؟إن ملائكة الله على أقدامهم وأنتم على ظهور الدواب». وفی الباب عن المغيرة بن شعبة وجابر بن سمرة. (1)

وفی "اللمعات" فقال:ألا تستحيون؟يفهم منه كراهة الركوب وهذا الحديث يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة. قال أنس :مرت جنازة برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام فقيل: إنها جنازة يهودی فقال صلی اللہ علیہ وسلم: «إنا قمنا للملائكة».رواه النسائی انتهى (2) وفيه إيماء إلى ندب القيام لتعظيم الفضلاء والكبراء. انتهى عبارة المرقاة (3)

---

(1)۔۔:(سنن ترمذی، کتاب الجنائز،بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الرکوب خلف الجنازة، ۲/۱۲۷، الحديث:۱۰۱۲ ۔سنن ابن ماجه ،كِتَاب مَا جَاءَ فِي الْجَنَائِزِ،ماجاءَ فی الشهود الجنائز، ۴/۲۱۸، الحديث:۱۴۶۹)

(2)۔۔:(لمعات التنقيح، كتاب الجنائز،باب المشی بالجنازة والصلاة عليها،فصل الثانی،تحت الحديث:ألا تستحيون؟ ۴/۱۳۹)

(3)۔۔:(مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز،باب المشی بالجنازة والصلاة عليها،فصل الثانی،تحت الحديث:ألا تستحيون؟ ۴/۱۴۰)

أقول وفی "مشکوٰۃ المصابیح": «عن أبی موسیٰ أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: إذا مرت بک جنازۃ یهودی أو نصرانی فقوموا لها فلستم لها تقومون إنما تقومون لمن معها من الملائکة». رواہ احمد[1]

"ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ" میں ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ لے جارہے تھے آپ ﷺ نے جنازے کے ہمراہ چند آدمیوں کو سوار دیکھ کر فرمایا: کیاتم نہیں شرماتے اس امر سے کہ تم سوار ہو اور اللہ کے فرشتے پیدل چل رہے ہیں۔ ایسا ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ اور جابر بن سمرہ سے منقول ہے۔

"لمعات" میں ہے: اس حدیث سے جنازے کے ساتھ تعظیم فرشتوں کے لحاظ سے سوار ہو کر چلنا مکروہ معلوم ہوتا ہے اور "مرقاۃ" میں ہے: اسی حدیث کی شرح میں "ازہار" کے حوالہ سے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ فرشتے جنازے کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں مسلمانوں کے جنازے میں شانِ رحمت کے ساتھ اور کافروں کے جنازے کے ہمراہ ساتھ لعنت کے۔

چنانچہ "نسائی" میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک جنازے کو دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تو ان فرشتوں کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں جو اس جنازے کے ہمراہ ہیں۔

اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کھڑے ہو جانا واسطے تعظیم اہلِ فضل وکمال کے مستحب ہے۔ انتھی عبارۃ المرقاۃ۔

میں کہتا ہوں کہ تعظیم ملائکہ کی نسبت جو جنازے کے ساتھ ہوتے ہیں امر بھی وارد ہوا

---

(1)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیها، فصل الثالث، ۲/۳۲۳)

ہے۔ چنانچہ "مشکوٰۃ شریف" میں ہے: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب تمہارے قریب سے جنازہ یہودی یا نصرانی کا نکلے تو تم اس کے واسطے کھڑے ہو جایا کرو، اس واسطے کہ تم اس جنازے کے واسطے نہیں کھڑے ہوتے، بلکہ ان فرشتوں کے واسطے کھڑے ہوتے ہو جو جنازے کے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کو احمد بن حنبل اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں۔ (اگرچہ عند الحنفیہ میں یہ حدیث منسوخ ہے۔)

جوابِ شک چہارم:

چوں کہ بجوابِ شک سوم دفعِ شک کر دیا گیا کہ مراد قیامِ مذکورہ سے وہ قیام نہیں ہے کہ کسی کو اہلِ فضل وکمال سے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے ہیں، لہٰذا کلامِ مذکور موردِ شک ہذا بھی مطلقاً نہیں رہا مگر چوں کہ یہ شک بھی مخالف تھا ساتھ احادیثِ صحیحہ اور روایاتِ قویہ فقہیہ کے اور دونوں حدیثیں مذکورہ شک قابلِ حجت نہیں ہیں، اس واسطے کہ اوّل تو ان میں سے حدیث مرویہ "ابوداوٗد": **عن أبی بکر ابن أبی شیبة قال: حدثنا عبدالله ابن نمیر عن مسعر عن أبی الأنبس عن أبی العدَبَس عن أبی مرزوق عن أبی غالب عن أبی أمامة رضی الله عنهم قال: «خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم متکئاً علی عصا». إلخ.**[1] ضعیف ہے اور مضطرب السند اور بعض رجال مجہول الحال ہیں۔

روایت ہے ابی بکر بن ابی شیبہ سے، کہا حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے مسعر سے، اُنہوں نے ابی الانبس سے، اُنہوں نے ابی العدبس سے، اُنہوں نے ابی مرزوق سے، اُنہوں نے ابی غالب سے، اُنہوں نے ابی امامہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ نکلے ہمارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درآں حال یہ کہ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے عصا پر۔ **کما فی "مرقاة الصعود": قال الطبرانی: هذا الحدیث ضعیف مضطرب السند فیه ممن لا**

---

(1)۔۔:(سنن أبي داؤد، کتاب الادب، باب فی قیام الرجل للرجل، ۲۵۰/۵، الحدیث: ۵۲۳۰)

یعرف. انتہی [1]

چنانچہ "مرقاۃ الصعود" میں ہے: کہا طبرانی نے کہ یہ حدیث ضعیف، مضطرب السند ہے، اس کی سند میں غیر معروف راوی ہیں۔

اور نیز بعض رجال اس کے لین الحدیث اور مخطی۔ کما فی "تقریب التهذیب": أبو العدبس کوفی مجهول من السادسة [2] وأبو مزروق عن أبی غالب عن أبی امامة رضی الله عنهم لین من السادسة ولا يعرف إسمه [3] وأبو غالب رضی الله عنه صاحب أبی أمامة بصری نزل أصبهان. قيل: إسمه خرورو قیل: سعید بن الخرور وقيل: نافع صدوق يخطى من الخامسة. انتهى [4]

چنانچہ "تقریب التہذیب" میں ہے کہ ابو العدبس کوفی مجہول الحال ہے اور ابو مرزوق جو ابی غالب سے روایت کرتا ہے اور وہ ابی امامہ سے لین الحدیث ہے اور اس کا نام تک معلوم نہیں اور ابو غالب صاحب ابی امامہ کسی نے کہا کہ وہ بصرہ میں رہا اس کا نام خرور ہے اور کسی نے سعید بن الخرور بتایا اور کسی نے کہا: نافع اگرچہ سچے ہیں مگر بیانِ حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں۔

علاوہ بریں معنی اُس کے اور ہیں نہ وہ معنی جو معترض نے سمجھے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ قیام منہی عنہ مذکورہ حدیث ہذا وہ قیام نہیں ہے کہ اِس کو اہلِ فضل وکمال سے دیکھ کر تعظیماً ومحبتاً کھڑے ہو جایا کرتے ہیں، اس واسطے کہ یہ قیام تو مخصوص اہلِ عجم نہ تھا، بلکہ اہلِ عرب میں بھی مروج ومعمول تھا۔

چنانچہ احادیثِ مثبتہ قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بعض صحابہ کرام کے

---

(1)۔۔:(مرقاة الصعود الى سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فی قيام الرجل للرجل، تحت الحديث: ومن أحب أن يتمثل، ۱۳۲۱/۳، الحديث: ۵۲۳۰)

(2)۔۔:(تقريب التهذيب، حرف العين، ابو العدبس: الرقم الراوی: ۸۲۴۸، ۲۳۶/۴)

(3)۔۔:(تقريب التهذيب، حرف الميم، ابو مزروق: الرقم الرواى: ۸۳۵۳، ۲۶۹/۴)

(4)۔۔:(تقريب التهذيب، حرف الغين، ابو غالب، الرقم الراوی: ۸۲۹۸، ۲۴۹/۴)

اور قیامِ صحابہ کرام کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نیز احادیثِ متضمنہ امر کرامت اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے اس قسم کے قیام کے جو إن شاء اللہ عنقریب نقل کی جائے گی صاف دال بریں مدعا، بلکہ قیام منہی عنہ بحدیث ہذا بدلالت «لا تقوموا كما تقوم الأعاجم»(1) کے وہ قیام ہے کہ شخص معظم آکر بیٹھ جائے اور تعظیم کنندگان دست بستہ کھڑے رہیں، اس واسطے کہ قیامِ مخصوصہ اہلِ عجم یہ ہی قیام تھا کہ بعض ان کا تعظیم کرتا تھا بعض کی بہمیں نہج یعنی بعض لوگ جو مرتبہ میں چھوٹے ہوتے تھے تعظیم کرتے تھے اُن لوگوں کی جو مرتبہ میں بڑے ہوتے تھے اور چھوٹے بڑوں کے سامنے ہرگز نہیں بیٹھتے تھے، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بقرینہ حال قصد صحابہ کا بمقتضائے کثرت شوق اُن کے مبالغہ تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ وہ ظاہر وباہر ہے حدیثِ مذکورہ عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بعد قیامِ تعظیم کے اس قسم کے کھڑے رہنے کی طرف دیکھا، فرمادیا کہ نہ کھڑے ہو تم جیسے کہ عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔ کما فی "المرقاة" ولعل الأوجه أن يقال: إنهم قاموا امتثلين فنهاهم عن ذلك وعبر عنه بمطلق القيام للمبالغة في المرام والمراد بالقيام الوقوف. انتهى(2)

وقال الشيخ ولي الله المحدّث الدهلوي في "حجة الله البالغة": وعندي لا إختلاف فيها في الحقيقة، فإن المعاني التي يدور عليها الأمر والنهي مختلفة، فإن العجم كان من أمرهم أن تقوم الخدم بين أيدي سادتهم والرعية بين أيدي ملوكهم وهو من إفراطهم في التعظيم حتى كاد يتأخم الشرك فنهوا عنه وإلى هذا وقعت الإشارة في قوله عليه الصلاة والسلام: «كما يقوم الأعاجم». انتهى(3)

چنانچہ اس حدیث مذکورہ "ابوداؤد" کی شرح میں صاحب مرقاۃ تحریر فرماتے ہیں کہ

(1)۔۔:(سنن أبي داود، كتاب الادب، باب في قيام الرجل للرجل، ۵/۲۵۰، الحديث: ۵۲۳۰)

(2)۔۔:(مرقاة المفاتيح، كتاب الادب، باب القيام، الفصل الثاني، تحت الحديث: لاتقوموا الاعاجم، ۵۱۲/۸)

(3)۔۔: حجة الله البالغة، آداب الصحبة، ۳۰۶/۲

غالباً اس حدیث کی عمدہ توجیہ یہ ہے کہ وہ لوگ کھڑے ہو کر کھڑے رہ گئے ہوں گے، لہٰذا حضور ﷺ نے فرمایا کہ عجمیوں کی طرح سے مت کھڑے رہو، نہ یہ معنی کہ مطلقاً تعظیم کو نہ کھڑے ہو۔

ایسا ہی مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ "حجۃ اللہ البالغہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ جن معانی سے کام لیا جاتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب جدا ہے، اس لئے کہ عجمیوں کا دستور تھا کہ خدمت گزار اپنے سرداروں کے سامنے کھڑے رہتے تھے اور یہ بدرجہ غایت تعظیم میں اُن کی زیادتی تھی۔

پس ہدایت فرمائی اس سے اور اسی کی طرف اشارہ ہے فرمانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں: «کمایقوم الأعاجم». انتهى. کما فی حدیث المرویة الترمذی وابو داؤد عن أبی مجلز قال: خرج معاویة رضی اللہ عنه فقال عبداللہ ابن الزبیر وابن صفوان رضی اللہ عنهما حین راوہ فقال: إجلسا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: «من سرہ أن یتمثل له الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعده من النار». (1)

چنانچہ "ترمذی اور ابوداؤد" میں ہے کہ ابومجلز رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے (اور غالباً بعد بیٹھ جانے حضرت معاویہ کے کھڑے ہی رہے)، لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جس شخص کو یہ بات خوش آئے کہ لوگ اُس کے سامنے تعظیماً کھڑے رہیں اس کو چاہیے کہ اپنی جگہ جہنم سے ڈھونڈ لے۔

مضمون اس کا بھی متفق ہے ساتھ مضمون حدیثِ مذکور کے؛ اس واسطے کہ جس طرح حدیثِ سابق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو کھڑا دیکھ کر منع کرنا قیام سے

---

(1)۔۔: (سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل، ۵۱۶/۳، الحدیث: ۲۷۵۵۔ سنن أبي داؤد، کتاب الادب، باب فی قیام الرجل للرجل، ۲۴۹/۵، الحدیث: ۵۲۲۹)

ثابت ہے اسی طرح منع کرنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیام سے حضرت عبد اللہ بن زبیر اور ابن صفوان رضی اللہ عنہما کو بمتابعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثِ ہذا سے ثابت ہے اور قیام منہی عنہ یہی قیامِ مخصوصہ اہلِ عجم معلوم ہوتا ہے یا حرمتِ محبت قیام بتصریح شارحین معتبرین نہ وہ قیام کہ جو کسی کو اہلِ فضل وکمال سے آتے ہوئے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کمافی "فتح الودود شرح أبو داؤد" قوله: ومن أحب أن يتمثل. إلخ. أی من أحب أن يقوم بين يديه أو علىٰ رأسه أحد للتعظيم وقيل: إن يقوموا بين يديه أو عن جانبيه كما يفعل بالأمراء فی مجالسهم وهو زی الأعاجم تكبراً أو أذِلاً لا للناس. وعلىٰ هذا فلعل معاوية كره القيام له خوفاً من التنويه بهذا القيام لمنهی عنه.(1)

وكذا فی "المرقاة الصعود شرح أبو داؤد": قال الطبری: هذا الخبر إنما فيه نهی عن أن يقام له من السرور بذلك لا من أن يقوموا له إكراما. وقال ابن قتيبة: معناه من أراد أن يقوم الرجال على رأسه كما يقوم بين أيدی الملوك الأعاجم وليس المراد به نهی الرجل عن القيام لأخيه إذا سلم عليه ورجح النووی مقال الطبری فقال الأصح والأولىٰ بل الذی لا حاجة الی ماسواه أن معناه زجر وكف عن محبته قيام الناس إليه. قال: وليس فيه تعريض للقيام بنهی بغيره. وهذا متفق عليه. والمنهی عنه محبة القيام فلو لم يخطر بباله فقاموا له فلا لوم عليه وإن احب ارتكب التحريم سواء قاموا او لم يقوموا. انتهی.(2)

چنانچہ "فتح الودود شرح ابو داؤد" میں ہے: فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم «ومن أحب أن يتمثل الخ» سے یہ مراد ہے کہ جو شخص دوست رکھے اس بات کو کوئی اُس کے سامنے یا اُس کے پیچھے تعظیماً کھڑا رہے اور بعض فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ جو دوست رکھے اُس کے دونوں طرف یا اُس کے سامنے لوگ کھڑے رہیں جیسا کہ امراء عجم کے ہاں مروج

---

(1)۔۔:(فتح الودود شرح أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فی قيام الرجل للرجل، ۴/۴۳۰، تحت الحديث: ۵۲۲۹)

(2)۔۔:(مرقاة الصعود الی سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب فی قيام الرجل للرجل، ۳/۱۳۲۱، تحت الحديث: ۵۲۲۹)

ہے بطریقِ تکبر کے دوسرے لوگوں کو ذلیل سمجھ کر اور غالباً یہی معنی سمجھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیامِ حضرت زبیر و صفوان سے کراہت ظاہر فرمائی ڈر کر عزت حاصل کرنے سے اُس قیام کے ساتھ جو شرعاً ممنوع ہے۔

اور ایسا ہی "مرقاۃ الصعود شرح ابوداؤد" میں ہے: علامہ طبری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نہی اس امر سے ہے کہ لوگوں کے قیام سے شخص معظم اظہارِ مسرت کرے نہ اس سے کہ لوگ تعظیماً اُس کے واسطے کھڑے ہوں اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں: معنی حدیث کے یہ ہیں کہ مستحقِ وعید وہ شخص ہے جو اس امر کا خواہش مند ہو کہ میرے حضور میں لوگ کھڑے رہیں جیسے شاہانِ عجم کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، اُس قیام کی نہی نہیں ہے جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی تعظیم کو کھڑا ہو جائے جب وہ السلام علیک کہے اور علامہ طبری ہی کے قول کو علامہ نووی نے ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے سوا اور معنی کرنے کے حاجت نہیں، بیشک اس کے معنی یہی ہیں کہ لوگوں کو تعظیمی قیام سے بطریقِ تکبر جھڑکا گیا ہے اور روکا ہے اور حدیث میں قیامِ تعظیمی سے مطلقاً نہی نہیں ہے اور یہ متفق علیہ ہے۔

البتہ نہی اس امر کی ہے کہ دوسروں سے قیامِ تعظیمی کی خواہش کی جائے اور بلا خواہش اگر لوگ کھڑے ہوں کوئی محلِ ملامت نہیں ہے اور اگر خواہش مند قیام ہے بلاشبہ مرتکبِ فعل حرام ہے خواہ کوئی کھڑا ہو یا نہ ہو۔

اور حدیث مذکورہ شک مرویہ ترمذی: عن عبد اللہ ابن عبد الرحمن نا عفان نا حماد بن سلمة عن أنس قال: «لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وکانوا إذا رواہ لم یقوموا من کراهته لذلک». (1)

حضرت عبد اللہ، عفان سے عفان حماد سے اور حماد حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صحابہ کرام کو کوئی پیارا نہ تھا مگر جب آپ کو دیکھتے تو

---

(1)۔۔: (سنن ترمذی، کتاب الادب عن رسول اللہ، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، ۵۱۶/۳، الحدیث: ۲۷۵۴)

کھڑے نہ ہوتے جانتے تھے کہ ایسے کھڑے رہنے سے آپ کراہت کرتے ہیں۔

علاوہ برآنکہ بعض رواۃ اس کے بھی فی الجملہ متکلم فیہ ہیں۔ کما فی "تقریب التھذیب": عفان ابن مسلم بن عبداللہ الباھلی أبو عثمان الصفار البصری ثقة، ثبت وربما وھم وقال ابن معین: أنکرناہ فی صفر سنة تسع عشرۃ ومات بعدھا بیسیر من کبار العاشرۃ[1] وحماد بن سلمة دینار البصری أبو سلمة ثقة عابد أثبت الناس ولکنه قد تغیر حفظه بأخرہ من کبار الثامنة. انتھی[2]

چنانچہ "تقریب" میں ہے: عفان بن مسلم اگرچہ ثقہ ہیں مگر وہمی ہیں اور ابن معین فرماتے ہیں کہ ماہ صفر ۱۹ سنہ میں بوجہِ وہم ہم نے اس سے حدیث سننا چھوڑ دیا، ایسے ہی حماد بن سلمہ ثقہ اور عابد ہیں مگر اخیر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔

یہ مخصوص ہے ساتھ اُن اصحاب کے کہ جو ہر وقت حاضر خدمت والا رہتے تھے مثلِ انس رضی اللہ عنہ روائے حدیث ہذا کے بموجبِ قواعد اُصول، اس واسطے کہ ضمیر جمع غائب لفظ "إلیھم" مذکورۂ حدیث ہذا الفاظِ کنایہ سے ہے اور معنی مراد بہا الفاظِ کنایہ سے نہیں مفہوم ہوتا مگر بقرینہ۔ کما فی "المنار متن نور الأنوار": أما الکنایة فما استتر المراد به ولا یفھم إلا بقرینة حقیقة کان أو مجازا مثل ألفاظ الضمیر خاصة.[3]

چنانچہ "منار" میں ہے کہ کنایہ اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر قرینہ کے مراد متکلم کو نہ سمجھا سکے۔ مثلِ الفاظ ضمیر کے خاص کر۔

جس وقت کہ مرجع بھی ضمیر کا نہ مذکور ہو جیسا کہ یہاں ہے لہٰذا بقرینہ حال راوی حدیث ہذا اعنی انس رضی اللہ عنہ تھے مثلِ راوی حدیث ہذا کی کہ دس برس تک یہاں تک ملازم خدمت والا رہے کہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہو گئے۔ کما فی "تقریب

---

(1)۔۔:(تقریب التھذیب، حرف العین، عفان بن مسلم: الرقم الراوی: ۴۶۲۵، ۲۱/۳)
(2)۔۔:(تقریب التھذیب، حرف الحاء، حماد بن سلمة: الرقم الراوی: ۱۴۹۹، ۳۱۸/۱)
(3)۔۔:(المنار متن نور الانوار، بحث: تعریف الکنایة وحکمھا، ص: ۱۵۲)

التهذیب": أنس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم خدمہ عشر سنین صحابی مشہور. (1)

چنانچہ "تقریب التہذیب" میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جو دس برس تک حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں رہے۔

جملہ صحابہ اور عامۂ مومنین نہیں ہوسکتے بدلالتِ دیگر احادیث آئندہ مثبتہ قیام اور یا مخصوص ہے ساتھ اُن اوقات کے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم رونق افروز محفل صحابہ ہوکر حدیث فرماتے۔ اگر کسی حاجت ضروری کے واسطے اُٹھتے تو صحابہ ہر بار نہیں کھڑے ہوتے تھے چنانچہ مشیر ہے طرف اُس معنی کے مضمون حدیث دیگر مرویہ "مشکوٰۃ": عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: «کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم إذا جلس و جلسنا حولہ فقام فأراد الرجوع نزع نعلہ أو بعض مایکون علیہ فیعرف ذلک أصحابہ فیثبتون». انتھی. (2)

"مشکوٰۃ" میں ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لاتے اور بیٹھ جاتے تو ہم سب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے گرد بیٹھ جاتے پھر جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لوٹنے کے ارادہ سے (تھوکنے یا کسی اور کام کو) اُٹھتے اور اپنی نعلین مبارک یا اور کوئی چیز چھوڑ دیتے جس سے اصحاب کرام جان لیتے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم واپس تشریف لائیں گے اپنی حالت پر بدستور بیٹھے رہتے اور کھڑے نہ ہوتے۔

ورنہ بوقتِ قدوم تو ثابت ہے قیام صحابہ کا واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم تعظیماً و محبۃً اور نیز قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا واسطے بعض صحابہ کے محبۃً و اجلالاً بموجبِ احادیثِ صحیحہ صحاح کے۔ کما أخرج أبو داؤد عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: «مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَقَالَ الْحَسَنُ حَدِيثًا وَ كَلَامًا وَلَمْ يَذْكُرْ

---

(1)۔۔:(تقریب التہذیب، حرف الالف، انس بن ماک: الرقم الراوی: ۵۶۵، ۱/۱۵۳)

(2)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب القیام الفصل الثانی، ۲/۱۷۳، الحدیث: ۴۷۰۲)

الْحَسَنُ السَّمْتَ وَالْهَدْيَ وَالدَّلَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا». (1)

وأخرج الترمذی عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ». (2)

وفی "المشكوٰة": عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: «كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يجلس معنا فی المسجد يحدثنا فإذا قام قمنا قياما حتی نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه». (3)

"ابو داوٗد" میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بات چیت اور طرزِ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ ترمشابہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔ جب آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے اور حضرت خاتونِ جنت کا ہاتھ پکڑ کر پیشانی پر بوسہ دے کر بمقتضائے محبت اپنی جگہ بٹھا لیتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خاتونِ جنت کے ہاں تشریف لاتے تو بغرضِ تعظیم حضرت خاتونِ جنت کھڑی ہو جاتیں اور آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر حضور کی پیشانی کو بوسہ دے کر آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھا دیتیں۔

اور "ترمذی شریف" میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت میرے گھر میں تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب دروازہ کھٹکھٹایا آپ

---

(1)۔۔:(سنن أبي داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی القیام، ۵/۲۴۵، الحدیث: ۵۲۱۷)
(2)۔۔:(سنن ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المعانقة والقبلة، ۳/۵۵۴، الحدیث: ۲۷۳۲)
(3)۔۔:(مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب القیام الفصل الثالث، ۲/۱۷۳، الحدیث: ۴۷۰۵)

ﷺ بمقتضائے محبت چادر کھینچتے ہوئے برہنہ کھڑے ہو گئے قسم ہے اللہ کی اس سے پہلے میں نے آپ کو ایسا برہنہ کبھی نہیں دیکھا تھا اور حضور ﷺ حضرت زید سے بغل گیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

اور ''مشکوۃ شریف''میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر نصیحت آمیز باتیں فرماتے رہتے جب آپ ﷺ تشریف بری کے ارادے سے کھڑے ہوتے تو ہم سب کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب آپ ﷺ کو دیکھ لیتے کہ بعض ازواجِ مطہرات کے گھر میں داخل ہو گئے۔

[اعتراض:]

اگر کوئی کہے کہ حدیثِ ہذا اس تو قیامِ صحابہ برائے تعظیم نہیں پایا جاتا، بلکہ حدیثِ ہذا بیان حال واقعی ہے کہ جب آپ ﷺ بارادۂ تشریف بری کھڑے ہوتے کہ وہ پہچان لیا جاتا تھا وقت نہ رکھنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی چیز بمقامِ جلوس بوقتِ قیام چنانچہ مضمون ہذا احادیث گذشتہ مرویہ مشکوٰۃ سے واضح ولائح ہے ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے؟

[جواب:]

تو جواب اس کا یہ ہے کہ عبارت "حتی نراہ قد دخل بعض بیوت أزواجہ" صراحۃً دال ہے قیامِ صحابہ پر برائے تعظیم، اس واسطے کہ اگر قیامِ صحابہ بلا ارادۂ تعظیم ہوتا تو صحابہ کو کھڑے رہنے کی، یہاں تک کہ آپ ﷺ داخلِ بیوت ازواجِ مطہرات ہو جائیں اور نظر نہ آئیں کچھ حاجت نہ تھی۔ پس بدیں جہت کھڑا رہنا صحابہ کا مدت مذکور تک صراحۃً دال ہے قیام ہذا پر برائے تعظیم۔

اور نیز اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بسندِ قوی کہ کھڑے ہوئے ہم واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بوسہ دیا ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو۔ چنانچہ روایت ہذا ''قسطلانی شرح بخاری'' کی جلد تاسع مطبوعہ مصر میں موجود ہے۔

وفی "الشفاء": عن عمر بن السائب: «أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان جالسا یوما فأقبل أبوه من الرضاعة فوضع له بعض ثوبه فقعد علیه ثم أقبلت امه فوضع لها ثوبه من جانبه الآخر ثم أقبل أخوه من الرضاعة فقام رسول الله صلي الله علیه وسلم فأجلسه بین یدیه». (1)

قال علامة الخفاجی فی "شرح الشفاء": وفیه دلیل علی أنه یجوز القیام تعظیماً لمن یستحق التعظیم. انتهی (2)

اور "شفاء" میں ہے: حضرت عمر بن سائب سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رضاعی باپ تشریف لے آئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا کپڑا ان کے واسطے بچھا دیا، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رضاعی والدہ تشریف لائیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا، پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رضاعی بھائی آئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

علامہ خفاجی شارح شفا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس امر پر کہ جو مستحق تعظیم ہو اُس کے واسطے تعظیماً کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

اور نیز ثابت ہے حکم فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برائے قیام واسطے تعظیم قدوم اہلِ فضل وکمال کے بوقتِ قدوم باحادیث صحیحہ صحیحین۔ کماأخرج البخاری عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه قال: نزل بنو قریظة علی حکم سعد بن معاذ فأرسل النبی صلی الله علیه وسلم إلیه فجآء فقال: «قوموا إلی سیدکم أو خیرکم». (3)

وفی "مسلم": فأتاه علی حمار فلما دنی قریباً من المسجد، قال رسول الله صلی

(1)۔۔۔:(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الاول، الباب الثاني، الفصل الثامن عشر: اما خلقه، ص: ۹۱)

(2)۔۔۔:(نسیم الریاض، القسم الاول، الباب الثاني، الفصل الثامن عشر: اما خلقه، ص: ۳۵۵/۲)

(3)۔۔۔:(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ، ۴۸۸/۲، الحدیث: ۳۸۰۴)

اللہ علیہ وسلم للأنصار: قوموا إلی سیّد کم أو خیر کم۔[1]

''بخاری شریف'' میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر راضی ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آکر حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا جب حضرت سعد تشریف لائے آپ ﷺ نے بنو قریظہ کو فرمایا کہ اپنے سردار کی طرف تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔

اور ''مسلم شریف'' میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار جب مسجد سے قریب ہوئے آپ ﷺ نے انصار کو فرمایا کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ بموجب انہی احادیثِ مذکورہ کے مستحب رکھا ہے جمہور علماء سلف وخلف نے قیامِ ہذا کو۔ کما قال النووی فی شرحہ للمسلم تحت ھذا الحدیث : قولہ: «قوموا إلی سیّد کم»: فیہ إکرام أھل الفضل وتلقیھم بالقیام لھم إذا أقبلوا ھکذا احتج بہ جماھیر العلماء لاستحباب القیام، قال القاضي: ولیس ھذا من القیام المنھي عنہ وإنما ذلک فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاماً طول جلوسہ قلت: القیام للقادم من أھل الفضل مستحب وقد جاء فیہ أحادیث ولم یصح في النھي عنہ شيء صریح وقد جمعت کل ذلک مع کلام العلماء علیہ في جزء وأجبت فیہ عما توھم النھي عنہ واللہ أعلم. انتھی کلام النووی[2]

وفی "در المختار": وفي "الوھبانیة": یجوز، بل یندب القیام تعظیماً للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری ء بین یدي العالم۔[3]

وفی "ردالمحتار": قولہ: یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم أي إن کان ممن

---

(1)۔۔:(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب جَوَازِ قِتَالِ مَنْ نَقَضَ الْعَهْدَ، ۱۳۸۸/۳، الحدیث:۱۷۶۸)
(2)۔۔:(شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الجھاد والسیر، باب جَوَازِ قِتَالِ مَنْ نَقَضَ الْعُهْدَ، ۸۰/۳)
(3)۔۔:(الدر المختار، کتاب الحضر والاباحة، باب الاستبراء، ص: ۶۵۹)

يستحق التعظيم. قال في القنية: قيام الجالس في المسجد لمن دخل عليه تعظيماً، وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيماً لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم. وفي "مشكل الآثار": القيام لغيره ليس بمكروه لعينه إنما المكروه محبة القيام لمن يقام له، فإن قام لمن لا يقام له لا يكره. قال ابن وهبان أقول: وفي عصرنا ينبغي أن يستحب ذلك أي القيام لما يورث تركه من الحقد والبغضاء والعداوة لا سيما إذا كان في مكان أعتيد فيه القيام، وما ورد من التوعد عليه في حق من يحب القيام بين يديه كما يفعله الترك والأعاجم. قلت: يؤيده ما في "العناية" وغيرها عن الشيخ الحكيم أبي القاسم كان إذا دخل عليه غني يقوم له ويعظمه، ولا يقوم للفقراء وطلبة العلم فقيل له في ذلك، فقال الغني يتوقع مني التعظيم، فلو تركته لتضرر والفقراء والطلبة إنما يطمعون في جواب السلام والكلام معهم في العلم، وتمام ذلك في رسالة الشرنبلالي. انتهى عبارة "ردالمحتار المشهور بالشامی" وھکذافی الجزء الثانی من "احیاء العلوم" للغزالی علیہ الرحمة۔ (1)

"شرح مسلم" میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سند ہے اہلِ فضل اور کمال کی تعظیم کرنے پر اور جب وہ آئیں کھڑے ہو کر اُن کی تعظیم کرنے اور ملاقات کرنے پر، اسی طرح حجت پکڑی ہے ساتھ اس حدیث کے جمہور علماء نے اوپر مستحب ہونے قیامِ تعظیم کے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: وہ قیام جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ یہ قیامِ تعظیمی نہیں ہے بلکہ جس سے منع فرمایا ہے وہ وہ قیام ہے کہ صاحبِ فضل بادشاہ وغیرہ آکر بیٹھ جائے اور جب تک وہ بیٹھا رہے کوئی بیٹھنے نہ پائے بلکہ سب کھڑے رہیں۔

میں کہتا ہوں کہ قیامِ تعظیمی علماء اور فضلاء کے واسطے مستحب ہے اور اُس کے استحباب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اور ممانعت میں اس قیام سے کوئی حدیث صریح صحت کو نہیں

(1)۔۔:(ردالمحتار، کتاب الحضر والاباحۃ، باب الاستبراء، ۹/ ۶۳۳)

پہنچی اور میں نے اس بحث میں ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس میں مانعین کے وہم کا پورا جواب دیا ہے اور علماء مثبتین کے اقوال جمع کئے ہیں۔ انتھی کلام نووی

اور "دُرِّ مختار" میں ہے "وہبانیہ" سے: جائز ہے، بلکہ مستحب ہے قیامِ تعظیمی آنے والے اہلِ فضل وکمال کے لئے جیسے جائز ہے علماء کے سامنے وقت پڑھنے کے کھڑا رہنا۔

"ردالمحتار" میں ہے کہ بیشک مستحب ہے اگر آنے والا مستحق تعظیم کا ہو۔ "قنیہ" میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہے یا قرآن شریف کی تلاوت کررہا ہے اور کوئی عالم صاحبِ فضل وکمال آجائے اور وہ اس کے واسطے کھڑا ہوجائے تو مکروہ نہیں۔ اور "مشکل الآثار" میں ہے کہ کھڑا ہونا کسی کے واسطے بالذات مکروہ نہیں، مکروہ اس امر کی محبت ہے کہ دوسروں سے دوست رکھے کہ وہ میرے واسطے قیام کریں، پھر اگر غیر مستحق کے واسطے بھی کھڑا ہوجائے تو مکروہ نہیں۔

ابن وہبان فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں آنے والے کے واسطے مطلقاً قیام کرنا مستحب ہے خصوصاً جہاں عادت ہو، اس واسطے کہ اس کے ترک کرنے میں بغض اور عداوت باہمی پیدا ہوتا ہے جو حرام ہے اور جو قیام ناجائز ہے وہ وہ ہے کہ شخص معظم اس امر کو دوست رکھے کہ لوگ اس کے آگے کھڑے رہیں بیٹھنے نہ پائیں جیسے ترک اور عجمی کرتے ہیں اور اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت جو "عنایہ" وغیرہ میں ہے شیخ ابوالقاسم رحمہ اللہ سے کہ آپ کی خدمت میں جب دولت مند حاضر ہوتے اُن کے واسطے کھڑے ہوجاتے اور اُن کی تعظیم و تکریم کرتے اور فقراء اور طالب علموں کے واسطے بطریقِ تعظیم قیام نہ فرماتے جب اُن سے اس امر کی وجہ دریافت کی گئی۔ فرمایا: دولت مند امیدوار تعظیم کے رہتے ہیں اور اگر ان کی تعظیم نہ کی جائے تو ان سے ایذا رسانی کا خوف ہوتا ہے اور فقراء اور طالب علم، علم کی باتوں کے خواہش مند اور فقط جواب سلام کے حاجت مند رہتے ہیں اور اس امر کی پوری بحث "رسالہ شرنبلانی" میں ہے۔ یہاں تک عبارت شامی کی ختم ہوئی اور اسی قسم کا مضمون جلد ثانی احیاء العلوم میں ہے۔

اور جلد خامس "فتاویٰ عالم گیری" میں ہے: وَعَنْ عَلَاءِ الْأَئِمَّةِ الْحَمَّامِيِّ قال مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى: الْأَبُ يُقَدَّمُ على الْأُمِّ في الِاحْتِرَامِ وَالْأُمُّ في الْخِدْمَةِ حتى لو دَخَلَا عليه في الْبَيْتِ يَقُومُ لِلْأَبِ[1]

اور علامہ اُمت حضامی فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ باعتبارِ تعظیم کے باپ کا مرتبہ ماں سے مقدم ہے اور باعتبارِ خدمت کے ماں کا مرتبہ مقدم ہے، یہاں تک کہ اگر ماں باپ دونوں گھر میں آئیں باپ کی تعظیم کی نیت سے کھڑا ہونا چاہیے۔

اور اُسی کے اٹھائیسویں باب میں ہے: تَجُوزُ الْخِدْمَةُ لِغَيْرِ اللهِ تَعَالَى بِالْقِيَامِ وَأَخْذِ الْيَدَيْنِ وَالِانْحِنَاءِ وَلَا يَجُوزُ السُّجُودُ إلَّا لِلهِ تَعَالَى كَذَا في الْغَرَائِبِ. انتهى[2]

وفيه: قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ من الْمَصَاحِفِ أو يَقْرَأُ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَدَخَلَ عليه وَاحِدٌ من الْأَجِلَّةِ أو الْأَشْرَافِ فَقَامَ الْقَارِئُ لِأَجْلِهِ قالوا إنْ دخل عَالِمٌ أو أَبُوهُ أو أُسْتَاذُهُ الذي عَلَّمَهُ الْعِلْمَ جَازَ له أَنْ يَقُومَ لِأَجْلِهِ. انتهى[3]

وقال البغوی والخطابی: أن قيام المرؤس للرئيس الفاضل والوالی العادل وقيام المتعلم للعالم مستحب غير مكروه عملاً بهذا الحديث. انتهى.[4]

وقال الكرمانی فی "شرح البخاری المسمی بالكواكب الدراری": وفيه أی فی قوله صلى الله عليه وسلم: "قوموا إلى سيدكم"، استحباب القيام عند دخول الأفضل وهو غير القيام المنهي؛ لأن ذلك بمعنى الوقوف وهذا بمعنى النهوض. انتهى[5]

---

(1)۔۔:(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الْبَابُ السَّادِسُ وَالْعِشْرُونَ في الرَّجُلِ يَخْرُجُ إلَى السَّفَرِ وَيَمْنَعُهُ أَبَوَاهُ، ۵/۳۶۵)

(2)۔۔:(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الْبَابُ الثامن وَالْعِشْرُونَ في مُلَاقَاةِ الْمُلُوكِ وَالتَّوَاضُعِ لهم، ۵/۳۶۵)

(3)۔۔:(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الْبَابُ الرَّابِعُ في الصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيحِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، ۵/۳۱۵)

(4)۔۔:(شرح السنة، كتاب العدت، باب العتق على الخدمة، تحت الحديث: " قوموا إلى سيدكم "، ۹۲/۱۱)

(5)۔۔:(مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار: حرف القاف، تحت [قوم]، 343/4)

غیر اللہ کی خدمت قیام اور دست بوسی اور جھکنے کے ساتھ جائز ہے نہ سجدہ کے ساتھ جو مخصوص ذاتِ باری ہے ایسا ہی "فتاویٰ غرائب" میں ہے اور اسی میں ہے: ایک جماعت قرآن مجید دیکھ کر پڑھ رہی تھی یا تنہا کوئی پڑھ رہا تھا، اس حالت میں اگر کوئی بزرگ مثلاً اس کا باپ یا ماں یا استادِ علوم دینی آجائے تو ان کو ان کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا جائز ہے۔

علامہ بغوی اور علامہ خطابی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ قیامِ تعظیمی رعیت کو اور شاگردوں کو بادشاہ عالم اور حاکم عادل یا اُستاد علومِ دینی کے واسطے تعظیما و تکریماً مستحب ہے، نہ کہ مکروہ بموجبِ حدیث سعد رضی اللہ عنہ کے۔

علامہ کرمانی "شرح بخاری شریف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث "قوموا إلی سیّد کم" سے بزرگوں اور اہلِ فضل و کمال کے واسطے تعظیما کھڑا ہونا مستحب ثابت ہوتا ہے اور یہ قیامِ تعظیمی وہ قیام نہیں ہے جس کی ممانعت احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ وہ قیام بمعنی وقوف ہے جس کے معنی کھڑے رہنے کے ہیں جب تک کوئی صاحبِ فضل و کمال یا بادشاہ وغیرہ بیٹھا رہے۔

اور قولِ تورپشتی- کہ معنی "قوموا إلی سیّد کم" کے یہ ہیں کہ کھڑے ہو تم مدد کرنے کو اور اتارنے کو اپنے سردار کے نہ کرو واسطے تعظیم- مردود ہے بقول طیبی: کما قال أبو محمد بن أحمد فی شرحه للبخاری المسمی بـ"عمدة القاری المعروف بعینی" قال التورپشتی فی" شرح المصابیح "معناه قوموا إلی إعانته وإنزاله من دابة ولو کان المراد التعظیم لقال: قوموا لسید کم وأعتراض علیه الطیبی بأنه لا یلزم من کونه للإنزال أن لا یکون للإکرام وما إعتل به من الفرق بین إلی واللام ضعیف لأن إلی فی هذا المقام أفخم من اللام کأنه قیل قوموا ومشوا إلیه تلقیا وإکراما وهذا ماخوذ من ترتب الحکم علی الوصف المناسب المشعر بالعلیة فإن قوله: سیّد کم علة للقیام له وذلک لکونه ذوی القدر والمراتب. انتهی (1)

---

(1)ـــ:(عمدة القاری، کتاب الاستئذان، باب قول النبي صلی الله علیه وسلم "قوموا إلی سید کم"، رقم۲۲، ۶۲۶۲/۳۹۱)

علامہ ”عینی شرح بخاری شریف“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تورپشتی کا یہ قول ”شرح مصابیح“ میں کہ حدیث "قوموا إلی سیّد کم" میں حکم قیامِ تعظیمی کے واسطے نہ تھا، بلکہ اُن کو بوجہ زخمی ہونے کے سواری سے اُتارنے کے واسطے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کھڑے ہو جاؤ، اگر تعظیماً کھڑے ہونے کو ارشاد ہوتا تو یوں فرماتے: "قوموا لسید کم" علامہ طیبی جوابِ قول مذکورہ تورپشتی میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اُتارنے ہی کو فرمایا تھا تو اس سے نفی تعظیماً کھڑے ہونے کی لازم نہیں آتی، اس واسطے کہ جو لام اور الیٰ کا تورپشتی نے فرق بیان کیا ہے وہ ضعیف ہے، بلکہ بہ نسبت لام کے اس مقام پر الیٰ سے زیادہ ظہور تعظیم کا ہے، اس واسطے کہ اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ کھڑے ہو جاؤ اور نہایت تعظیم کے ساتھ ان کو جا کر اُتارو، اس واسطے کہ وہ تمہارے سردار ہیں اور سردار کا واجب التعظیم ہونا ظاہر ہے۔

چنانچہ صاحبِ قدر عظیم المرتبہ ہونا حضرت سعد کا ان احادیثِ صحیحہ صحاح سے ظاہر ہے۔ کما أخرج البخاری رضی اللہ عنہ عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: «اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ».(1)

چنانچہ ”بخاری شریف“ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے حضرت سعد کی موت سے اللہ کا عرش ہل گیا۔

اور نیز ”مجمع البحار“ میں بھی شرح حدیثِ ہذا میں یہی مضمون مرقوم ہے: حیث قال: واحتج به الجماهير لإكرام أهل الفضل بالقيام إذا أقبلوا، وأما القيام المنهي عنه إنما هو فيمن يقومون عليه وهو جالس ويمثلون قيامًا طول جلوسه. انتهى مختصراً(2)

چنانچہ ”مجمع البحار“ میں ہے کہ جمہور علماء نے اس حدیث کے ساتھ قیامِ تعظیمی کو مستحب سمجھا ہے، البتہ وہ قیام جس کی ممانعت ہے وہ وہ قیام ہے کہ مخدوم آکر بیٹھ جائے اور خادم

---

(1)۔۔: (صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ، ۲/۳۸۸، الحدیث: ۳۸۵۲)

(2)۔۔: (مجمع بحار الأنوار: حرف القاف، تحت [قوم]، 4/343-344)

کھڑے ہی رہیں اور بیٹھنے نہ پائیں۔

جواب شک پنجم:

قول قائل ہذا کہ قیامِ ہذا بجہتِ مشابہت اس کے ساتھ قیامِ نماز موہبِ شرک ہے محض غلط ہے اور ناسزا، اس واسطے کہ قیام برائے تعظیم بدوں رویت شخص معظم کے بوجہ احسن ثابت ہے بموجبِ شرع شریف کے۔ چنانچہ علماء دین نے آدابِ زیارت سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ رب العلمین میں لکھا ہے۔ کما فی "جذب القلوب الٰی دیار المحبوب" للشیخ عبدالحق محدث الدھلوی:

"ودر وقت سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ووقوف در انجناب باعظمت دست راست را بردست چپ بنہد چنانچہ در حالتِ نماز کنند۔"[1]

وھکذا ذکر الکرمانی: أنہ یضع یمینہ علیٰ شمالہ کالصلاۃ. و کذالک قال ملا علی القاری فی "در المضیۃ"[2]

وفی "فتاوی الھندیۃ": وَیَقِفُ کمایَقِفُ فِي الصَّلَاۃِ.[3]

اور ایسا ہی کرمانی میں ہے کہ وقت کھڑے ہونے کے حضور ﷺ کے مواجہہ میں دہنے ہاتھ کو بائیں پر مثلِ حالت نماز کی رکھ کر درود پڑھے۔ ایسا ہی ملا علی قاری نے "در المضیہ" میں لکھا ہے اور ایسا ہی "فتاویٰ عالمگیریہ" میں ہے۔

اور نیز نہ ہونا اس قیام کا عبادات سے بموجبِ روایات فقہیہ ثابت ہے۔ کما فی "الکبیری شرح منیۃ المصلی" فی باب تحقیق فرض القیام للصلوٰۃ: أن القیام وسیلۃ

---

(1)۔۔:(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب پانزدھم در بیان حکم زیارت قبر مکرم سید المرسلین، فصل: بعداز آنکہ تحیۃ المسجد ص: ۲۱۸)

(2)۔۔:الجوھر المنظم، الفصل السابع: فیماینبغی لزائر من حین دخولہ النبوی، المسئلۃ التاسعۃ، ص: ۸۹)

(3)۔۔:الفتاوی الھندیۃ: کتاب المناسک، خاتمۃ في زیارۃ قبر النبي صلی اللہ علیہ وسلم، 265/1

إلى السجود والخرور والسجود أصل بدليل أن السجود شرعاً عبادة بدون القيام كما في سجدة التلاوة والقيام لم يشرع عبادة وحده وذلک لأن السجود غاية الخضوع حتی لو سجد لغير الله يكفر بخلاف القيام. انتهى (1)

باب تحقیق فرضیتِ قیام "کبیری" میں ہے کہ بلاشبہ قیام وسیلہ ہے سجدہ میں جانے کا اور اصل مقصود سجدہ ہے، اس واسطے کہ شرعاً سجدہ عبادت ہے نہ کہ قیام جیسا کہ سجدہ تلاوت میں مقصود سجدہ ہوتا ہے اگرچہ کھڑے ہو کر کرے اور تنہا قیام کسی کے نزدیک شرعاً عبادت نہیں؛ اس واسطے کہ سجدہ عبادت میں بے حد عجز و نیاز کا ظہور ہوتا ہے اسی واسطے اللہ کے سوا غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے بخلاف قیام۔

جواب شک ششم:

جملہ اہلِ بصیرت پر واضح ہو گا کہ کلامِ مذکور فقیر حقیر سراپا تقصیر موردِ شکِ شاک کہ ایک وقت میں ہزار جگہ محفلِ مولد شریف منعقد ہوتی ہے، پھر ایک ذاتِ مقدس سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت التسلیمات کا ہزار جگہ موجود محال ہے ہرگز نہیں ہو سکتا، اس واسطے کہ کلام مذکور متضمن اثبات اس امر کا ہے کہ رونق افروزی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعدِ حصول توجہ خاص بجہتِ کثرت صلوٰۃ وسلام حاضرین محبت اساس کے ہر یک محفل مولد شریف میں مظنون ہے، لہٰذا جملہ حاضرین محفل ہر یک بزم سعادت نظم میں بمناسبت قیام ملائکہ بامید حصول اسی سعادتِ عظمیٰ اور کرامتِ کبریٰ کے بصورت عشاق شیدا بہ نیتِ استقبال کھڑے ہو جاتے ہیں مگر نہیں معلوم کہ اس سعادتِ عظمیٰ سے کون سے سعیدانِ ازل کون سی محفل میں مشرف ہوں اور دریں صورت لازم نہیں ہے کہ آپ ہر ایک محفل میں بلاریب رونق افروز ہوتے ہی ہیں، بلکہ ہر بزم میں رونق افزا ہونا مظنون ہے۔ ہاں! البتہ اگر یوں کہا جاتا کہ رونق افروز ہونا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ہر ایک محفل میں متیقن ہے تو بلاریب دریں صورت یہ بات لازم آتی کہ ایک ذاتِ مقدس کا ہزار جگہ موجود ہونا محال ہے مگر بعض معترضین معتقدین

---

(1)۔۔: (الکبیری شرح منیۃ المصلی، کتاب الصلوۃ، باب فرائض الصلوۃ، ص: ۲۳۲)

مولوی اسماعیل صاحب سے یہ اعتراض بہت بعید معلوم ہوتا ہے، بلکہ اُن سے تو اولیاء اُمت مرحومہ کا بھی ایک آن میں ہزار جگہ حاضر ہو کر افعالِ غریبہ ظہور میں لانے کو بھی محال جاننا محال معلوم ہوتا ہے، چہ جائیکہ رونقِ افروزی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امکنہ متعددہ اور مکاناتِ معدودہ میں محال جاننا، اس واسطے کہ حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ جن کو ساتویں طبقہ میں مولوی اسماعیل صاحب اپنا پیر طریقت تسلیم کرتے ہیں اپنے ''مکتوبات'' کی جلد ثانی میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

ہرگاہ کہ جنیا نرا بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ مشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواحِ کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمائیند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل میکنند کہ دریک آن درامکنۂ متعدد حاضر میگردند وافعال متبائنہ بوقوع مے آرند اینجا نیز لطائفِ ایشاں متجسد باجسادِ مختلفہ متشکل باشکال متبائنہ میشوند وہمچنیں عزیز یکہ مثلاً در ہندوستان توطن داردوازاں دیار نہ برآمدہ است جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے آئیند ومیگوئند کہ آں عزیز رادر حرمِ کعبہ دیدہ ایم وچنیں درمیانِ ما وعزیز گذشتہ است ۔ وجمعے دیگر نقل میکنند کہ ماوراددروم دیدہ ایم وجمعے دیگر دربغداد دیدہ اند ایں ہمہ تشکل لطائف آنعزیز است باشکالِ مختلفہ وگاہِ ہست کہ آں عزیز را از تشکلات اطلاع نبود لہٰذادرجوابِ آں جماعت گاہ میگوید کہ من از خانہ نہ برآمدہ ام وحرمِ کعبہ راندیدہ ام۔وروم وبغداد رانمے شناسم ونمیدانم کہ شماچہ کسانید وہمچنیں اربابِ حاجات از اعزہ احیا واموات دراں مخاوف ومہالک مددہاطلب مینما یندومے بینند کہ آں صور اعزّہ حاضر شدہ دفع بلّیہ اینہا نمودہ اند ماگاہ ہست کہ آں اعزّہ را از دفعِ آں بلیہ اطلاع بود وگاہِ نبود۔

از ماوشما بہانہ بر ساختہ اند ۔ این نیز تشکل لطائف آن اعزہ ہست واین تشکل گاہ درعالم شہادت بود وگاہ درعالم مثال۔ چنانچہ دریک شب ہزار کس آن سرور را علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیم را بصور مختلفہ درخواب مے بینند واستفاد ہام نمائند این ہمہ تشکل صفات ولطائفِ اوست علیہ اوعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیم بصورتہائے مثالی وہمچنین مریدان از صورِ مثالی پیران استفادہ ہا مینما یندوحل مشکلاف میفرمایند۔ انتہی[1]

وبھمیں نہج تحریر فرماتے ہیں جناب مولانا عبد الحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں:

"وبالجملہ دیدنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از موت مثال است چنانچہ درنوم مرئی میشود ودر یقظہ نیز مینما یدوآں شخص شریف کہ در مدینہ منورہ در قبر شریف آسودہ است ہماں متمثل میگردد دریک آن بصور متعددہ عوام را در منام مینما ید وخواص را دریقظہ۔" انتہی (مدارج النبوۃ)[2]

جواب شک ہفتم:

اگرچہ بحسبِ احادیثِ صحیحہ مطلع ہونا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محفل ہذا سے خاصۃ بوقتِ ذکر ولادت بجہت کثرتِ صلوٰۃ وسلام حاضرین محفل شریف سابق ازیں بوجہ احسن اُس قدر کہ دفع شکِ شاک کو کافی ہو بیان ہو چکا، لیکن اب بموجبِ اقوال بعض علماء بھی دفع شکِ شاک کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی بھی جو وہابیہ کے بڑے مقتدا ہیں اپنی کتاب "صراطِ مستقیم" میں لکھتے ہیں کہ:

---

(1)۔۔: مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر سوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر (۵۸)، ص: ۲۴-۲۵)
(2)۔۔: (مدارج النبوۃ، باب پنجم: در ذکر فضائل کہ مشترک از میان وانبیاء، وصل: در خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۳۲)

"ارواح مقدّس حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤالدین قدس اللہ سرہما کی سیّد احمد صاحب پر ظاہر ہوئی اور ایک پہر تک سیّد احمد صاحب کو دونوں اماموں نے توجہ قوی دی "انتھی۔[1]

محلِ انصاف ہے کہ سیّد احمد صاحب دہلی میں تھے اور کس قدر راستہ دور دراز سے یعنی بخارا و بغداد سے پاک روحیں آئیں اور توجہ قوی دی اُن کو کس طرح خبر ہوگئی کہ دہلی میں فلاں شخص سیّد احمد نام مرد صالح ہے۔ آؤ! وہاں چل کر اُن کو اپنے فیض سے مشرف کریں۔ جب بقولِ مولانا مذکور اُن کو باوجود اس قدر دوری کے خبر ہونا ثابت ہے تو پھر معتقدین مولانا مذکور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلع ہوجانے میں محفلِ مولد شریف سے تامل کرنا نہایت تعجب ہے اور مولانا و مقتدانا واقفِ رموزِ شریعت و طریقت مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ "تفسیر عزیزی" میں ماتحت آیۃ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾[2] یوں تحریر فرماتے ہیں اور نیکوں کی ارواح وہاں (مقامِ علیین میں) پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی اولیاء اللہ کی وہیں رہتی ہیں اور عوام صلحاء کو بعد اسم نویسی کے اور اعمال ناموں کے پہنچنے کے موافق مرتبے کے کسی کو آسمانِ دنیا میں اور کسی کو زمین اور آسمان کے درمیان اور کسی کو چاہِ زم زم میں رکھتے ہیں اور اِن ارواحوں کو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہے اس سبب سے زیارت کرنے والوں اور اقربا اور دوستوں کے احوال سے مطلع ہوتی ہیں کیونکہ روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہیں ہوتا، مثال اس کی انسان کے وجود میں روح بصر ہے کہ ساتوں آسمان کے ستاروں کو کوئیں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔[3]

اوراسی تفسیر میں ماتحت آیۃ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ﴾[4] بدیں طور ارقام فرماتے ہیں: اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ نے محض بندوں کی ہدایت وارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے

(1)۔۔:(صراط مستقیم فارسی، باب چہارم: دربیان طریق سلوک، خاتمہ، ص:۱۶۵،)
(2)۔۔:[پ:۳۰، الانفطار، ۱۳]
(3)۔۔:(تفسیر عزیزی، سورۃ المطففین، آیت إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ، 102/3)
(4)۔۔:[پ:۳۰، الانشقاق، ۱۸]

اُن کو اُس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے اُن کے استغراق میں خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور اُن کی وسعت کے سبب سے وہ استغراق اس طرف کے متوجہ ہونے کو منع بھی نہیں کرتا اور اُویسی لوگ باطنی کمالوں کو انہی سے حاصل کرتے ہیں اور حاجت مند اور غرض والے اپنے آڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اور اُن کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں اور اُن کا حال اُس وقت اِس مصرعہ کے مضمون پر گواہی دیتا ہے۔"من آیم بجاں گرتوآئی بتن"۔(1)

اور بعینہٖ یہی مضمون قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی "تفسیر مظہری" میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے مطلع ہونا عوام مؤمنین کا احوال زوار اور خویش واقربا سے اور نہ مانع ہونا روح کو اطلاع امور سے قرب وبعد مکانی کا اظہر من الشمس اور اَبین من الامس ہے پھر نہیں معلوم کہ شک کنندگان کو مطلع ہونے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں احوام بزمِ میلاد سے خاصۃً بجہت کثرت صلوٰۃ وسلام کے کیا تامّل ہے اور کون سا امر موجب ردوکد اور اس قدر تشویش کا ہے۔

تمت

(1)۔۔:(تفسیر عزیزی، سورۃ انشقت، آیت وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ، 3/112)

تقاریظ وتصدیقات

مواہیر علمائے ہندوستان

(رامپور، بدایوں، الور، گلشنِ آباد (عرف ناسک) دہلی، پاک پتن، بمبئی وغیرہ بلادِ ہند)

(۱)

استحسان مجلس شریف ذکر ولادت باسعادت اور جمیع حالات شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بشرط الخلوعن المنکرات الشرعیہ کے کوئی تردّد نہیں۔ پس بلاشبہ مقصود موکف رسالہ صحیح اور ادلّہ اور روایات مذکورہ رسالہ مطابق کتاب وآراء صائبۂ اہل حق ہیں۔ فللہ سبحانہ درہ۔ فقط

العبد محمد ارشاد حسین رامپوری

(۲)

ھذاھو الحق الصراح والصدق القراح

العبد محمد گوہر علی عفی عنہ۔

(۳)

المجیب مصیب وللہ درہ۔

بندۂ عاصم الٰہی بخش

(۴)

تحقیقات مؤلف ہمہ بجا ودرست است۔ شکر اللہ سعیہ۔

العبد محمد ولی النبی رامپوری

(۵)

من قال سواء ذالک قد قال محالا

کتبہ ابوالخلیل محمد صدیق حسن پاکپتنی

(۶)

للہ درالموکف کہ مستحسن ہونا مجلسِ ذکر ولادت ودیگر حالات مبارک آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا بشرط خالی ہونے منکرات شرعیہ سے ازروئے شرع شریف ثابت کیا ہے اور مسئلہ قیام اگرچہ مختلف فیہ علمائے ہر زمانہ رہا ہے مگر اہل محبت کو تعظیم مستحسن اور مناسب تر ہے اور لازم۔

کتبہ محمد عبدالکریم عفی عنہ، مفتی ریاست الور

(۷)

بیشک ذکر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بمقتضائے حدیث شریف "من احب شیئا فاکثر ذکرہ الخ" وحدیث "المرء من احب الخ" وحدیث "لایکون العبد مؤمنا حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ" ودیگر احادیث وآیات علامت نشانی ایمان کی ہے اور بناء ایمان کی اوپر محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور علیٰ ہذا القیاس قیام ودیگر امور کہ جن میں تعظیم اور محبت پائی جاتی ہے اور منکر ان امور کا عناداً اور تعصباً محبت سے بے بہرہ اور مومنین مخلصین سے خارج۔ جیسا کہ تفصیل اس اجمال کی مولف رسالہ ہذا نے باحسن وجوہ کی ہے۔

وللہ در مؤلفہ حیث اتی ببیانات موثقة بالآیات و الاحادیث واقوال العلماء والصلحاء والحمدللہ رب العالمین۔

العبد محمد عبدالغفار عفی عنہ رامپوری

(۸)

رأیت ھذہ الرسالة فوجدت فیھا ما علیہ اھل السنة والجماعة من علماء المحققین والفضلاء المدققین والحق احق ان یتبع وان کرہ المعاندین۔

حررہ ابوسعید محمد علیم اللہ خان

(۹)

لقد قرء المؤلف العلام علی من اکثر ھذا الکتاب فوجدتہ مطابقا للکبراء القدماء والراسخین

عبدہ ابو بکر علی احمد محمود اللہ شاہ الحنفی البدایونی کان اللہ تعالیٰ لہ۔

(۱۰)

رأیت و سمعت ھذہ الرسالۃ فوجدتھا موافقۃ لمذھب السنۃ و الجماعۃ فاتباعہ جدید و حقیق۔

محمد احمد عفی عنہ۔

(۱۱)

ھذا بالاتباع حقیق فلنعم التحقیق۔

مہر مہتمم مدرسہ نعمانیہ دہلی

(۱۲)

ھذا ھو الحق الصراح و باتباعہ النجاح و الفلاح۔ علم شد از فیض قاسم قسمت عبدالحکیم آنچہ در دست اتفاق اہل حق بروست۔

کلہ حق و بالاتباع احق۔

محمد عمر دہلوی

(۱۳)

المجیب علی الحق۔

خادم شرع شریف وزیر الدین واعظ مسجد جامع دہلی۔

(۱۴)

مجلس مولود شریف جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہیئت متعارفہ مع القیام علماء نے علی ممر الاعصاء مستحسن جانا ہے اور استحسان علماء حجت شرعیہ ہے بدلیل حدیث "ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن" پس مستحسن ہونا مجلس شریف کا ثابت ہے اور عادت اہلِ حرمین کو صاحبِ ہدایہ نے دلیل استحباب گردانا ہے اور اہلِ حرمین شریفین اور دیگر بلاد کے علماء بھی عادت مجلس موصوف کی رکھتے ہیں پس استحباب مجلس موصوف میں

تردّد نہیں ہے۔

محمد نذیر

(۱۵)

تحقیقات مولف کی صحیح ہے۔

محمد عمر

(۱۶)

جملہ تحقیقا مولف صحیح ہے۔

محمد نذیر احمد خان ولایتی مدرس مدرسہ احمد آباد۔

(۱۷)

هذا سیف الله المسلول علی اعناق المعاندین الوهابیین المنکرین لاحادیث الرسول۔

فقط الفقیر محمد حسین شاہ، ولایتی عفی عنہ۔ ساکن فیروز پور جهرکا۔

(۱۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن جعل الانسان اشرف المخلوقات والصلاة والسلام علی سید الخلق المبعوث الی کافة المخلوقات من الانس والجنات وعلی آله وصحبه الذین هم نجوم الاهتداء وتعلیم المرضیات۔

امابعد فلما کان وجود النبی صلی الله علیه وسلم من اعظم النعم واجل الآلاء فی العالم فذکره ایضا مستحسن شرعاً واطیب عقلا کیف لا وقد قال الله سبحانه: "واما بنعمة ربک فحدث" کما صرح المؤلف الحبر القمقام والبحر الفخام واجل علماء العلام فی هذه الرسالة من الادلّة الباهرة الراشدة علی الحق والصواب والحجج الساطعة الظاهرة من عقائد اهل السنة السنیة والشریعة البهیة عیناً معنیاً علی الثواب

الموھنة لمکائد النجدیة واباطیلھم الرذیلة الردیة التی کلھا فی تباب جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وأخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

العبد محمدن المدعو بمعوان حسین المجددی ناظم لمدرسة ارشاد العلوم واقع ریاست رامپور محلہ چاہ شور۔

(۱۹)

نحمد اللہ العلی العظیم ونصلی ونسلم علی رسالہ الرؤف الرحیم وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین ھم بدور الدجی من اللہ العظیم.

اما بعد رأیت ھذہ الرسالة فوجدتھا قرینا بالحق وعین الصواب فللہ در المؤلف المصیب حیث اتی بادلة باھرة علی استحسان المولد والقیام قامعةً لاباطیل النجدیة واقاویلھم بما اجتمعت علیہ عصابة اھل السنة والجماعة کثرھم اللہ تعالیٰ وجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء بحرمة سیّد الوریٰ

العبد محمد شجاعت علی الھاشمی المدرس فی المدرسة ارشاد العلوم۔

(۲۰)

حامدا ومصلیا ومسلما

میں نے مختلف جگہوں سے رسالہ مذکور کو دیکھا قرین صواب پایا نزدیک اہل السنة والجماعة یہ ہی حق ہے۔ ذکر میلاد وقیام مولد ایک امر مستحسن ہے بشرطیکہ خالی ہو منکراتِ شرعیہ سے جیسے کہ مولف علام نے جابجا تصریح فرمائی ہے۔ فقط

محمد ریحان حسین مجددی مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

(۲۱)

نعم التحقیق وحبذ التدقیق ولقد ظفرت بالمطالعة علی نحو مأتہ ونیف وعشرین رسالة معمولة فی المولد والقیام فلم ارا احدا فی التخریج مھتدیا الی ھذا الطریق فقد خاتم القول الدائر والمثل السائر کم ترک الاول للاخر مقدما للحق الحقیق ومحققا

للصدق بالتصدیق کیف وانما الهدایۃ من اللہ المفضل المفعام والتوفیق۔

کتبہ بالراجی الی رحمۃ اللہ الصمد سید امام الدین احمد گلشن آبادی عرف ناسک عفی اللہ عنہ وعن سائر المسلمین۔

کیا اچھی تحقیق ہے اور کیا عمدہ تدقیق۔ بفضلہٖ تعالیٰ ایک سو بیس اور چند رسالے اس بحث میں میری نظر سے گزرے مگر ایسے نفیس دلائل میں نے کسی رسالے میں نہیں دیکھے اور نہ ایسا طرز استنباط۔ یہ مثال انہیں دلائل پر صادق آتی ہے کہ پہلے لوگ بہت کچھ پچھلوں کے واسطے حصہ چھوڑ گئے اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمادے۔

سیّد امام الدین گلشن آبادی (المعروف ناسک) خدا اُس سے اور تمام مسلمانوں سے در گزر فرمائے۔

(۲۲)

ذالک کذالک۔

محمد حبیب الرحمن برہانپوری

(۲۳)

حامدا و مصلیا و مسلما۔

محفلِ میلاد آنحضرت سرورِ کائنا علیہ الرؤف والصلوٰۃ والتسلیمات جو متضمن انواع خیرات وحسنات ہے بشرط عدم حضور منکرات بیشک مستحسن و مستحب اور باعثِ حصول فیوض و برکات ہے اور یہ استحسان نزدیک علماء منصفین کے از قبیل اوضح واضحات ہیں اور انکار منکرین معاندین قابلِ توجہ والتفات نہیں اور اس باب میں استدلال مولف بدلائل قویہ صیحہ مستنبطہٗ احادیث وآیات صحیح اور واجب التسلیم ہے اور یہ تالیف منیف واسطے رفع خدشاتِ منکرین اور قلع و قمع اصول معاندین کے ایک اصل عظیم ہے۔ جعل اللہ سعی مولانا المؤلف مشکورا وجزاہ عنا وعن سائر المسلمین جزاءً موفوراً۔

حررہ واملاہ العبد المفتقر الی مولاہ عبید اللہ جعل اللہ آخرتہ خیراً مِن اُولاہ۔ تاسع عشر محرم

الحرام ۱۳۰۶ ؁ بجزیرہ بمبئی–صانہا اللہ عن شر کل غبی غوی–،لدہیانوی، مقیم بمبئی صدر مدرس جامع مسجد بمبئی۔

(۲۴)

محمد خلیل الرحمان لدھیانوی ثم البمباوی۔

(۲۵)

سید مرتضیٰ مشہدی احمد آبادی۔

(۲۶)

سیّد عماد الدین کوکنی شافعی۔

(۲۷)

هذه الدلائل کلها مثبتة للمدعا بالکتاب و السنة لاشک فیهن فمن انکر فقد ضل وغوی۔

کتبہ القاضی محمد عثمان المدراسی وطنا والحنفی مذہبا کان اللہ لہ ولاسلافہ واخلافہ۔

(۲۸)

ذالک الدلائل کلها کافیة لاثبات المدعا لاریب فیهن۔

کتبہ الفقیر الراجی الی رحمۃ اللہ خادم العلماء السید اکرام اللہ عفی اللہ عنہ۔ متوطن بلدۂ برہانپور۔

(۲۹)

قداتی الفاضل المتبحر الموفق من اللہ الوهاب بما هو عین الحق و الصواب و اقام البرهان بالکتاب و السنة تاما علی وفق سلک المیزان کما هو ظاهر لمن له ادنی حدس فی ذالک و الامعان۔

کتبہ خویدم العلماسید محمد سعادت میر برہانپوری عفی عنہ۔

(۳۰)

المجیب مصیب قد صح دلیلاہ۔

محمد جی

(۳۱)

قد صح الدلائل کلھا۔

العبد محمد احسن عفی عنہ رسوی

(۳۲)

للہ در المجیب حیث اثبت امور المستعملۃ فی مجلس المیلاد مع القیام عند ذکر رضعہ صلی اللہ علیہ وسلم تعظیما واجلا لا بالدلائل القویۃ باالکتاب والسنۃ واجماع اھل السنۃ والجماعۃ اصولہ من اصول الدین وجمیع الدلائل صحیحۃ لاریب فیھا ومثبت للمدعی بثبوت لامر دلھا۔

کتبہ محمد عبد الحی ابن مولانا عبد الرب۔ مفتی جاورہ۔

(۳۳)

این جملہ دلائل کہ فاضلِ جلیل برائے اثبات قیام در محفلِ میلاد خیر الانام علیہ افضل التحیۃ والسلام از کتاب اللہ وسنت رسول اللہ آوردہ بے ریب وشک صحیح است۔ و کفی بھذا البیت لہ مثلاً

آنکس کہ بقرآں وخبر زونرہی
آنست جوابش کہ جوابش ندہی

کتبہ عبد الاثیم غلام یحی پشاوری

(۳۴)

الحمدللہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلاۃ والسلام علی رسولہ الذی بعث ھادبا الانس والجان وعلی آلہ واصحابہ الھادین الی طریق الحق والایقان۔

امابعد!

میں نے اس کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا، ہر مسئلہ نہایت تحقیق سے لکھا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ احقاق حق اور ابطالِ باطل کماحقہ کیا ہے۔ گروہ ناحق پژدہ وہابیہ نجدیہ کے عقائد فاسدہ کے خرمن پر بجلیاں ہیں اور اہل حق کے چمنستان قلوب کی شادابی کے لئے ابر کرم وبارانِ رحمت ہے۔ حق تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

کتبہ خویدم الطلبہ ابوالاصفیا محمد عبدالواحد مجددی رامپوری عفا اللہ عنہ ذنبہ المعنوی والصوری۔

(۳۵)

الحمدللہ سبحانہ وتعالیٰ والصلاۃ والسلام علی من لم یزل شرعہ یتلا لا صلاۃ وسلاما یعمان اصحابا وآلا۔

امابعد!

فقد اطلعت علی ھذہ الرسالۃ فوجدتھا مشحونۃ بحجج ظاھرۃ زاھرۃ ومحتویۃ علی ادلۃ باھرۃ قاھرۃ۔ قامعۃ لاباطیل کل ضال نجدی جاحد۔ قاصمۃ لظھر کل مبطل ملحد ومعاند۔ فجراء اللہ سبحانہ وتعالیٰ مولانا المؤلف خیر الجزاء وخصہ من فضلہ العمیم بادنی الاجزاء حیث اتی بما اجتمعت علیہ ائمۃ امۃ خیر الوری واتفقت بہ عصابۃ اھل السنۃ والسنیۃ والشریعۃ الھنیئۃ البیضاء۔ وأخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی ھادی الثقلین ورحمۃ العالمین وألہ وصحبہ اجمعین۔

قالہ بفمہ بقلمہ محمد ن المدعو بنور الحسین کان اللہ لہ وجعلہ قریر العینین فی الدارین وھو مالک الکونین ابن العلامۃ المرحوم شمس العلماء مولانا محمد ظھور الحسین وقدس اللہ سرہ وافاض علینا من برکاتہ فی الدارین۔

(۳۶)

الحمدللہ الذی اوجب علینا تعظیم حبیبہ سیّد المرسلین حیاۃ ومماتا وجعل ذکرہ للمحبین قریر العینین وراحۃ وسباتا والھمنا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقصا واثباتا۔ والصلاۃ والسلام علی اولہ طٰہ ویٰسٓ وعلی الہ وصحبہ المکرمین عند اللہ

جمیعا واشتاتا۔

امابعد! فقدوقفت علی ھذہ الرسالۃ السنیۃ والصحیفۃ والبھیئۃ ماذاھی الدلائل الحقیق جامعۃ ولمقالات المبتدعین رادعۃ وامعۃ فللہ سبحانہ درمولانا المؤلف ثم للہ درہ وتقبل جھدہ وشکر سعیہ واحسن فی الدارین رعینہ بجاہ حبیبہ الامین والہ المیامین وصحبہ المسامین۔

نمقہ محمد احمد ن المدعو بسراج الحسین بن العلامۃ المرحوم شمس العلماء مولانا محمد ظھور الحسین النقشبندی المجددی الرامفوری قدس سرہ وافاض علینامن برکاتہ فی الدارین۔آمین

[کلامِ مصنفِ رسالہ ہذا]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ ۱۳۰۰ سنہ ہجری میں جب میں اس رسالہ کو مرتّب کر رہا تھا، علاوہ اُن بشارتوں کے جن کے ساتھ خاکسار جناب سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا جن کا ذکر موجبِ طوالت ہے ایک اُس بشارت کو جو معرفت میرے ایک شاگرد کے جو کچھ گلابی سے وہابی تھے مجھ کو ملی اور اللہ نے ان کو ہدایت فرمائی اُس کا درج کرنا بہت مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حاجی رحیم بخش صاحب سنی حنفی اور مزار مبارک بیگ صاحب گلابی وہابی بمقام ریاست الور (وطن اصلی خاکسار) مجھ سے "اخلاق جلالی" پڑھتے تھے۔ ان دونوں میں باہم قیامِ میلاد شریف کے متعلق ہمیشہ گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن خلافِ عادت جب میں گھر سے نماز صبح کو نکلا۔ میں نے دیکھا کہ مرزا صاحب دروازہ پر بحالتِ پریشانی کھڑے ہیں۔ میں نے کہا: کیا خبر ہے؟ آج اس وقت خلافِ عادت کیسے آئے؟ کہنے لگے: میں نے آج ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس کے بیان کرنے سے ڈر لگتا ہے، اس واسطے کہ خالقِ اکبر کو جو شکل وصورت سے پاک ہے میں نے بصورت رسول اللہ دیکھا۔ اس طرح کہ ایک میدان بہت صاف وشفاف ہے جس پر بہت نفیس فرش بچھا ہوا ہے اور اُس پر ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری جانب۔ مجھ کو یقین ہے کہ اللہ جل شانہ ہو بہو بشکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم جلوہ افروز ہیں مگر اُس طرف دیکھا نہیں جاتا لہٰذا میں دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چونکہ آپ سے وعظ میں بارہا سنا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کا پیشاب جو کسی عذر سے پیالے میں رکھا ہوا تھا خوشبودار پانی سمجھ کر پی لیا تھا اُس کی برکت سے اُن کی سات پشت تک وہ خوشبو اُن کی اولاد کے سینوں سے مہکتی رہی۔ اُس خیال سے میں نے عرض کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو پیشاب عطا ہوا تھا مجھ کو حضور کا کچھ پاخانہ ہی عطا ہو جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حاضرینِ مجلس سے ارشاد فرمایا کہ سائل کو کچھ دے دو۔ اُنہوں نے کچھ گڑ کے پکے ہوئے میٹھے چاول مجھ کو ڈھاک کے نیم خشک پتے پر رکھ کر دے دیئے۔ میں نے اُسی جگہ کھڑے کھڑے کھالیا اور پھر حضور میں عرض کیا کہ اس پتے کو میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا جو قائل قیام ہو اس پتے کی تعظیم کرے تو کہیں بھی پھینک دے۔ یہ سن کر میں نہایت شرمندہ ہوا اور ایک بہت اونچی دیوار مجھ کو سامنے سے نمودار ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ اتنا لمبا ہو گیا کہ میں نے وہاں ہی کھڑے کھڑے اُس پتے کو اُس دیوار پر رکھ دیا اور اُسی وقت آنکھ کھل گئی۔ لہٰذا میں اس واسطے پریشان ہوں کہ یہ خواب یا اضغاث احلام یعنی پریشان خیال۔ اس وجہ سے کہ اول تو اللہ جل شانہ کا دنیا میں دیکھنا محال اور پھر وہ بھی بشکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے کہا: بھائی! تم بڑے قسمت والے ہو، شکر خدا بجالاؤ کہ اللہ نے تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمایا اور قیامِ تعظیمی کے استحباب اور محبوبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر خدا رسول دونوں کی شہادت مل گئی۔ حدیثِ صحیح میں وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من رانی فقد رانی فانه لا یتمثل بی الشیطان" یعنی جس نے مجھ کو دیکھا بیشک مجھ کو ہی دیکھا اس واسطے کہ شیطان میری ساتھ متمثل نہیں ہو سکتا۔

دوسری حدیث میں ہے: "من رانی فقد رای الحق" یعنی جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے بلاشبہ حق ہی کو دیکھا۔ بناءً علیہ علماء محققین فرماتے ہیں کہ حیلہ کے مطابق زیارت ہو خواہ مخالف حلیہ کے، وہ زیارت حضور ہی کی ہے مگر بصورت مخالفت حلیہ یہ سمجھنا چاہیے کہ حضور کے آئینہ صورت میں مجھ کو اپنے اعمال کی شکل دکھائی گئی ہے، اس واسطے کہ جب

حضور اس عالمِ دنیا میں ظاہر موجود تھے جب بھی آپ کو ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق دیکھتا تھا یعنی آپ کی آئینہ صورت میں اپنی عملی صورت کے موافق، نہ کہ حضور کی صورتِ محبوبی۔ چنانچہ دفتر اول صفحہ ۶۱ مثنوی شریف مطبوعہ ۱۲۸۲ھ مطبع نولکشور "بیاں جنبیدن ہر کس از انجاست کہ ویست "الخ میں ہے۔

اشعار:

دید احمد را ابوجہل وبگفت
زشت نقش کزبنی ہاشم شگفت
گفت احمد مرورا کہ راستی
راست گفتی گرچہ کار افزاستی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب
نے زشرقی نے زغربی خوش بتاب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز
کہ رہیدہ توز دنیاء پخیز
حاضراں گفتند کے صدر الوری
راست گفتی تود وضد ہارا چرا
گفت من آئینہ ام مصقول دوست
ترک وہندو در من آں بیند کہ اوست
ہرکرا آئینہ باشد پیشِ او
زشت وخوبِ خویش را بیند درو

دیکھ کر بوجہل نے شہ کو کہا

کیا بنی ہاشم سے ہیں یہ بدنما
شہ نے فرمایا کہ تونے سچ کہا
تو ہے سچا گو ہے تو بے حد بُرا
دیکھ کر صدیق نے شہ کو کہا
شرقی وغربی نہیں نور آپ کا
ماہ و خور سے نور ہے شہ کا سوا
شہ نے فرمایا کہ یہ بھی ہے بجا
عرض کی سب نے کہ اے خیرالوری
دونو ضد ہو سکتی ہیں کیسے بجا
شہ نے فرمایا کہ میں ہوں آئینہ
جیسا جو ہے مجھ میں ہے وہ دیکھتا
آئینہ جس شخص کے ہو رُوبرو
نیک و بد اپنا وہ دیکھے دوبدو

اور زیادہ تحقیق اس امر کی میرے اس رسالہ "رسول الکلام" میں ہے۔ رہا اللہ جل شانہ کا بشکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنا، اس امر کی تسلی آپ کو رسالہ موضوعات ملا علی قاری رحمہ اللہ سے بوجہ احسن ہوسکتی ہے مگر اب بھی صحبتِ وہابیہ اگر نہ چھوڑی تو دین ودنیا میں پریشان ہی رہوگے۔ دیکھو رسالہ المصنوع ملا علی قاری رحمہ اللہ میں ہے۔ حدیث "رایت ربی یوم النفر علی جمل اورق علیہ جبۃ صوف "موضوع ہے اور بے اصل، مگر کتاب اللآلی میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ رفعہ: رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ، وروی: فی صورۃ شاب امرد۔

قال ابن صدقۃ عن ابی زرعۃ حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہ الا معتزلی۔

والحدیث ان حمل علیٰ رؤیۃ المنام فلا اشکال وان حمل علی الیقظۃ فاجابت المحقق ابن ھمام بان ھذا حجاب الصورۃ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: دیکھا میں نے اپنے آپ کو بیچ صورت جوان امرد کے کہ جس کے بال کانوں کی لَو تک تھے۔ حضرت ابن صدقہ حضرت ابوزرعہ نقاد حدیث سے راوی ہیں وہ فرماتے تھے: یہ حدیث صحیح ہے بجز معتزلی کے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اگر یوں کہا جائے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے تو کوئی اشکال نہیں (چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے سو دفعہ اللہ جل شانہ کو خواب میں دیکھا، اس واسطے کہ خواب میں قابلِ تاویل باتیں ہوتی ہیں اور اُس رؤیتِ تجلی صفات کہتے ہیں) اور اگر حضور نے بیداری میں دیکھا تھا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ حجاب صورت میں تجلی ذات تھی، نہ کہ نفس ذات بے مثل و بے جہات۔)

یہ سن کر مرزا صاحب نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ اب سے آپ کے جلسہ ذکر میلاد میں ضرور حاضر ہوا کروں گا۔ اُس کے چند روز بعد مخدوم و مکرم مولانا سلامت اللہ صاحب مرحوم رامپوری میرے اُستاد بھائی شاگرد حضرت قطب الارشاد مولانا واستاذنا مولوی ارشاد حسین صاحب مجددی نقشبندی قدّس سرّہ بطریق سیاحت منگلور، برہانپور و بمبئی وغیرہ جاتے ہوئے مع مولانا عبد الحق صاحب ولایتی و مولانا عبد الرشید صاحب مرحوم دہلوی آلور تشریف لے آئے اور میرے اس رسالہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اول و دوئم دلیل قیام رسالہ ہذا سے بہت پسند فرما کر نقل فرما کر ہمراہ لے گئے اور وقت واپسی جن جن مشاہیر علماء کے مواہیر اور تقاریظ دلائل مذکورہ پر لائے تھے اُن کی نقل خاکسار کو دے گئے، لہٰذا بلفظہ بہ نسبت دلیل اول و دوم تقاریظ و مواہیر بعینہ درج رسالہ ہذا کی جاتی ہیں۔

[کلامِ مصنفِ رسالہ ہذا ختم ہوا]

ھذان الدلیلان صحیحان صحۃ لاریب فیھا ولا شک یعتریھا والمدعاء ثابت بھما بثبوت لامرد لھا۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ الباری، مفتی سیّد عبد الفتاح الحسینی القادری

(۳۷)

قدصحت المسئلة وصح الدليلان وعليه الادلة الآخر سوى هذين الدليلين۔

عبد الرب، سکنہ ریاست جاورہ۔

(۳۸)

هذان الدليلان منطبقان على المدعاء انطباقاتاماً۔

کتبہ خادم العلماعبد الرحیم بن میاں ظاہر محمد ساکن بلدہ منگلور غفر اللہ لہ۔

(۳۹)

قد صح الدليلان بجميع مقدماتهما و نتائجهما بحيث لا غبار عليها ولا ارتياب فيها۔

کتبہ محمد یعقوب ابن اسماعیل عفی اللہ عنہ۔

(۴۰-۴۲)

ولله در المحقق العلامة المولوى ديدار على حيث اقام الحجة القاطعة بالسنة والكتاب وما اتى به عين الصدق والصواب والبرهانان تامان على المدعاء والمثبتان للدعوى من غير شك وارتياب وقد ذكر استحبابه الحلبى فى السيرة باقوال شتّٰى۔

محمد صدیق، مدرس مدرسہ ہاشمیہ بمبئی

حسن بن نور محمد عفی اللہ عنہ

قاضی سیّد عبد اللطیف خادم شرع شریف خطیب بمبئی۔

(۴۳)

هذان الدليلان صحيحان۔

محمد حبيب الرحمن برهانپورى، محمد برهان الدين مدرس مدرسه هاشميه بمبئی۔

فتویٰ عظیم فی استحباب مولد الکریم

منقول از

رسالہ احسن الکلام فی جواز المولد والقیام

(یہ فتویٰ ۱۲۹۸؁ھ عرب سے منگایا گیا تھا)

نقل فتاوے علمائے مدینہ منورہ ومکہ معظمہ وجدہ وحُدیدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السوال:

ماقولکم رحمکم اللہ فی ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر الولادۃ خاصۃ مع تعیین الیوم وتزیین المکان واستعمال الطیب وقرأۃ سورۃ من القرآن واطعام الطعام للمسلمین ھل یجوز ویثاب فاعلہ ام لا؟بینوا جزاکم اللہ تعالی خیر الجزاء.

الجواب:

الحمد للہ الذی رفع السماء بلاعمد، اسئلہ العون والتوفیق والمدد.

اعلم ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع مناقبہ والحضور لسماعہ سنۃ لماروی ان حسانا یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحضرتہ والناس یجتمعون لسماعہ، بل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو الحسان ویوضع لہ منبرہ فیفاخر عنہ قائما علیہ لکن عمل المولد الشریف علی ھذہ الھیئۃ المجموعیۃ بتعیین الیوم والقیام واطعام الطعام وغیر ذالک مماذکر فی السوال بدعۃ حسنۃ مستحبۃ لامانع من حصول الثواب بھا بواسطتہ القصد الحسن ولا بسیما اذا اقترن بالتبجیل والتعظیم والفرح والسرور بیوم مولد النبی العظیم یرجی ان یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم ولم یزل اھل الاسلام یعتنون ویحتفلون بصنع مولد النبی علیہ الصلاۃ والسلام ویعملون الماکولات النفیسۃ ویتصدقون بانواع الصدقات ویسرون بذالک غایۃ السرور ویزیدون فی المبرات ویتشرفون بقراءۃ المولد الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم فرحم اللہ امراءً اتخذ لیالی شھر ذالک المولد المبارک وایامہ اعیاداً لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض

وعناد۔ کما فی المواهب اللدنية ۔ والحاصل ان ما يصنع من الولائم فی المولد الشريف وقراءته بحضرة المسلمين وانفاق المبرات والقيام عند ذكر ولادة الرسول الامين ورش ماء الورد وايقاد النجور وتزئين المكان وقراءة شئى من القران والصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم واظهار الفرح والسرور فلاشبهة فی انه بدعة حسنة فلاشبهة فی انه بدعة حسنة مستحبة وفضيلة شريفة مستحسنة اذ ليس كل بدعة حراما بل قديكون واجبة كنصب الادلة الرد على الفرق الضالة وتعلم النحو وسائر العلوم المعينة على فهم الكتاب والسنة كما ينبغی ومندوبة كبناء الربط والمدارس ومباحة كالتوسع فی الماكل والمشارب اللذيذة والثياب كمافی شرح المناوی على الجامع الصغير عن تهذيب النووی فلا ينكرها الامبتدع لا استماع لقوله، بل على حاكم الاسلام ان يعزره والله اعلم صلى الله علىٰ سيّدنا محمد واله وصحبه وسلم۔

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دربارہ ذکر مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ قیام کرنے کے وقت ذکر ولادت اور معین کرنے دن کے اس ذکر خیر کے لئے اور تقسیم کرنے شیرینی وغیرہ کے بعد ایصالِ ثواب بحضرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور استعمال کرنے خوشبو اور گلاب پاشی کے اس محفل مبارک میں اور مزین کرنے مکان محفل کے بغرض اظہارِ مسرت اور کھانا کھلانے مسلمانوں کے بعد ایصالِ ثواب طعام وکلام کے حضور نبوی میں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان تمام باتوں کا کرنے والا مستحق ثواب ہوتا ہے یانہ مستحق ثواب کا، نہ عذاب کا؟ بینوا توجروا۔

جواب:

الحمدلله والصلاة والسلام على حبيبه سيّدالورى واله وصحبه المجتبىٰ المرتضىٰ

بلاشبہ آپ کا ذکر ولادت اور معجزات اور ارہاصات اور مناقب کا سننا سنت ہے، اس واسطے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغرض سماع جمع ہوتے تھے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ کی نعت ومنقبت پڑھتے، بلکہ حضور حضرت حسان کے پڑھنے کے لئے منبر

بچھوادیتے اور ان کے واسطے دعا فرماتے تھے اور اس ہیئت کذائی کے ساتھ جس طرح تمام بلادِ اسلام کے مسلمان آپ کی مجلسِ میلاد کرتے ہیں، یہ بدعتِ حسنہ مستحبہ ہے۔ اگر بہ نیت خیر بغرض اظہار تعظیم حضور و اظہار فرحت و سرور بروز ولادت حضور کی جائے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے بانی کو جزائے جزیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے داخلِ جنت کرے اور ہمیشہ اہلِ اسلام بہت کچھ خیرات اور صدقات کے اس محفل کو قائم کرتے رہتے ہیں اور اس کی برکات سے مشرف ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس گلاب پاشی اور تزئین مکان اور قیامِ وقتِ ذکر ولادت اور قراءت قرآن اور صلاۃ وسلام سب امور مثل تعلم علم صَرف و نحو وغیرہ کے بدعتِ حسنہ اور امور مستحسنہ ہیں اور اس کا منکر بدعتی۔

حاکمِ اسلام کو لازم ہے کہ اُس کو ایسی سزا دے کہ آئندہ پھر ایسا گستاخانہ انکار نہ کرے، اس واسطے کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی، بلکہ بعض بدعت واجب ہوتی ہیں مثل دلائل قائم کرنے کے گمراہ فرقوں پر اور تعلم علم نحو وغیرہ کی جو معین علم کتاب و سنت ہیں اور بعض مستحب مثل بنانے رباطوں کے اور دینی مدرسوں کے اور بعض مباح مثل کھانے پینے پہننے میں فراخی کرنے کے۔

مواہیر علمائے مدینہ طیبہ

(۱) محمد امین نقی الحنفی، (۲) عبدالجبار مفتی حنبلی، (۳) سیّد جلال الدین، (۴) ابراہیم بن خیار، (۵) سیّد یوسف، (۶) السیّد محمد علی، (۷) السیّد عبداللہ بن سیّد احمد، (۸) محمد بن احمد رفاعی، (۹) عمر ابن علی، (۱۰) علی حریری، (۱۱) سیّد مصطفیٰ، (۱۲) احمد سراج، (۱۳) حسن ادیب، (۱۴) ابوالبرکات، (۱۵) عبدالقادر مشاط، (۱۶) سیّد سالم، (۱۷) احمد البحشی، (۱۸) محمد نور سلیمانی، (۱۹) عبدالرحیم البرعی، (۲۰) محمد عثمان کردی، (۲۱) قاسم، (۲۲) عبدالعزیز ہاشمی، (۲۳) یوسف رومی، (۲۴) محسن، (۲۵) مبارک ابن سعید، (۲۶) حامد، (۲۷) محمد ہاشم ابن حسین، (۲۸) عبداللہ ابن علی، (۲۹) عبدالرحمان صفوی۔

مواہیر علمائے مکہ معظمہ

(۱) عبدالرحمن سراج مفتی حنفی، (۲) احمد حلان مفتی شافعی، (۳) حسن مفتی حنبلی،

(۴) محمد شرقی مفتی مالکی، (۵) عبد الرحمان جمال حنفی، (۶) حسن طیب حنفی، (۷) سلیمان عیسیٰ حنفی، (۸) عبد القادر خوکیر حنفی، (۹) ابراہیم الفتق حنفی، (۱۰) محمد جاء اللہ حنفی، (۱۱) احمد داغستانی حنفی، (۱۲) عبد القادر شمس حنفی، (۱۳) عبد الرحمن آفندی حنفی، (۱۴) ابوالحسن احمد حنفی، (۱۵) عبد القادر سخی حنفی، (۱۶) محمد سعید حنفی، (۱۷) عبد المطلب حنفی، (۱۸) احمد کمال حنفی، (۱۹) محمد سعید الادیب حنفی، (۲۰) علی جودہ حنفی، (۲۱) سیّد عبد اللہ کوشک حنفی، (۲۲) حسن غریب حنفی، (۲۳) ابراہیم نوموسیٰ حنفی، (۲۴) احمد امین حنفی، (۲۵) شیخ فردس حنفی، (۲۶) عبد الرحمن عجمی حنفی، (۲۷) عبد اللہ مشاط حنفی، (۲۸) عبد اللہ فاشی حنفی، (۲۹) محمد باصیل شافعی، (۳۰) محمد سیوطی شافعی، (۳۱) علی رہتی شافعی، (۳۲) محمد صالح زواری شافعی، (۳۳) عبد اللہ زواری شافعی، (۳۴) محمد حبیب اللہ شافعی، (۳۵) احمد المحتراوی شافعی، (۳۶) سلیمان عقبہ شافعی، (۳۷) سیّد عمر شصلی شافعی، (۳۸) عبد الحمید الذاغستانی شافعی، (۳۹) مصطفیٰ عفیفی شافعی، (۴۰) منصور شافعی، (۴۱) منشاوی شافعی، (۴۲) محمد راضی شافعی۔

مواہیر علمائے جدّہ

(۱) علی بن احمد باصرس، (۲) احمد فتاح، (۳) عباس بن جعفر بن صدیق، (۴) محمد سلیمان، (۵) احمد، (۶) محمد صالح، (۷) احمد عثمان، (۸) احمد بن عجلان، (۹) عبد الرحیم بن محمد زبیدی، (۱۰) محمد صدقہ۔

مواہیر علمائے حدیدہ

(۱) الفقیر الی اللہ یحییٰ بن مکرم، (۲) علی شامی، (۳) علی بن عبد اللہ، (۴) محمد بن سالم عایش، (۵) محمد بن ابراہیم حضرمی، (۶) علی طحان، (۷) محمد بن عبد اللہ، (۸) محمد بن داؤد بن عبد الرحمان، (۹) علی بن محمد حیات، (۱۰) احمد بن محمد بن حنبل، (۱۱) عبد الرحمن بن علی حضرمی۔

مختصر مولد منظوم

منقول از دیوان موئف

جب جمال اور جلال اپنا وہ کبریا آپ ہی دیکھنے اور دکھانے لگا
نورِ احمد کا جلوہ ہوا جلوہ گر جلوۂ حق نظر سب کو آنے لگا
لا الٰہ کا تھا ایک عجیب آئینہ اُس پر اِلا اللہ ہوا جب عیاں
نورِ احمد محمد حبیبِ خدا سار ے عالم پہ یک لخت چھانے لگا
پھر تو حبِ ازل جوش کھانے لگی اور کمالاتِ احمد دکھانے لگی
پھر جو خوشبوئے محبوب آنے لگی خود خدا نقد رحمت لٹانے لگا
اور تننے لگے شامیانے نئے جن کے ہم مثل گاہے نہ دیکھے سنے
نو فلک کے جب اللہ خود آپ ہی فرشِ زیبا زمیں کا بچھانے لگا
پھر یہ شور ملائک مچاجا بجا جب ملائک کو خالق نے پیدا کیا
مرحبا نورِ احمد ہے نورِ خدا جس سے سارا جہاں جگمگانے لگا
نور سے اُن کے عالم منور ہوا ہے جہاں میں اُسی نور کا جگمگا
سب ہے جود وجودِ رسول خدا اُن سے سارا جہاں فیض پائے گا
عہد پیغمبروں سے خدا نے لیا سب کہو ہیں محمد رسولِ خدا
روزِ میثاق جب اُن کو خود کبریا شانِ پیغمبری سے سجانے لگا
پھر کئے اُن کو القابِ عالی عطا سیّد المرسلیں خاتم الانبیاء
سارے عالم کا سرتاج جب خود خدا اُس شہنشاہِ دیں کو بنانے لگا
پھر ہوئے جب وہ سرتاج ہر دوسرا رونق افروزِ دنیا بحکم خدا
ظلمتِ کفر کافور ہونے لگی نورِ اسلام عالم پہ چھانے لگا

بت گرے ہوئے سرد آتش کدے قصرِ کسرائے کے ہل کر گرے کنگرے

سر پہاڑوں سے شیطاں لگا پھوڑنے جب وہ نور اپنی ہیبت جمانے لگا

ہیبتِ حق نے کچھ ایسا باندھا سماں خود ہُبل سر کے بل گر کے کہنے لگا

رعب سے ان کے ہیں سارے بت سرنگوں قصر کسرا اے بھی لوڈ گمگانے لگا

سارے شاہانِ عالم لگے کانپنے خوف سے سار ے شیطاں لگے ہانپنے

سر کو دُھن دُھن کے ابلیس تھا نعرہ زن ہیبت شاہ سے تھرتھرانے لگا

گردِ کعبہ کے جتنے بھی تھے بت کھڑے اپنے آپ اوندھے منہ سب کے سب گرپڑے

مجلس کفر میں وہ مچی کھلبی کفر خاک اپنی آپ ہی اُڑانے لگا

سجدہ شکر کعبہ سے جھک کر کیا آسماں کے ستارے جھکے برملا

سار ے عالم میں تھا نور کا جگمگا جب وہ نور اپنا جلوہ دکھانے لگا

قصرِ شامی نظر آنے لگے کوہ بُصریٰ بھی جلوہ دکھانے لگے

ایک مکہ ہی کیا کل عرب برملا نور سے آپ کے نوریانے لگا

جس سلطانِ دیں کا تھا وہ سلسلہ سار ے عالم میں اِک نور ہی نور تھا

نعمۂ رب سلم علی المصطفیٰ ہر ملک جوشِ فرحت میں گانے لگا

حور و غلماں صف باندھ کے ہو کھڑے اور ملائک ہر ہر سُو پرے پرے

رب صل علی المصطفیٰ کا ہر اک ہر طرف ورد کرنے کرانے لگا

لو کھڑے ہو کے اب سب درودیں پڑھو تم بھی اب جوشِ فرحت میں اے مومنو

کوئی دم میں اب آتی ہے حق کی صدا لشکر اولیا تواب آنے لگا

آیا ناگاہ یہ حکم رب العلی اہل ایماں پر ہو مِل کے سب برملا

رب صل وسلم علی المصطفیٰ پھر تو ہر اہل دل یہ سنانے لگا

رب صل وسلم علی المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ المرتضیٰ
پھر توکل اہلِ مجلس پہ رب العلی چشمہاءِ کرم کو بہانے لگا
اس خوشی کا کوئی کیا لکھے ماجرا تیری دیدار علی ہے حقیقت ہی کیا
جس کے اظہارِ فرحت میں فلیفرحوا حکم خالقِ قرآں بھی دکھانے لگا

دیگر

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آرہی ہے — بادِ صبا یہ مژدہ کس کا سنا رہی ہے
ابر بہار یک سو چھڑکاؤ کررہا ہے — بادِ بہارِ کس کی محفل سجا رہی ہے
فرشِ زمردیں سے صحنِ زمیں سجا کر — شبنم سے موتیوں کی چادر بچھا رہی ہے
کس گل کی ہے سواری کس کی ہے انتظاری — یہ دھوم جس کی قدرت پیہم مچا رہی ہے
آمد ہے کیا اُن ہی کی جن کا خدا ہے شیدا — کس کی اُمید آمد ہے کل بنا رہی ہے
پلکوں سے اہلِ دل کے صاف راستے کو — چھڑکاؤ آنسوؤں کا اُلفت کرا رہی ہے
بادِ صبا یہ کس کی محوِ خیال بن کر — گلشن میں گلبنوں سے پنکھا ہلا رہی ہے
ہے ذکر آمد آمد اُس شاہِ دوجہاں کا — ہر ڈال ڈال جن کی ڈالی لگا رہی ہے
وقتِ حضوریٔ شاہ دیدار آگیا ہے — خوشبو اُنہوں کی سب کو یکدم بسا رہی ہے

اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم

حلیہ مبارک

یعنی سراپا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا یا الھنا صل علی محمد — حافظنا حفیظنا صل علی محمد
صل علی نبینا صل علی محمد — صل علی شفیعنا صل علی محمد
اُن پر اور اُن کی آل پر اُن کے صحابہ پر تمام — بھیج درود ربنا صل علی محمد

مخزنِ سرّ کبریا سر تھا سر سرانِ دھر
سر تھا بڑا حضور کا صل علی محمد

قولِ صحیح تو ہے یہی کانوں کی لَو تلک تھی بال
کالے سیاہ مشک سا صل علی محمد

بعض کا یہ بیان ہے نیم گلو تلک تھے گاہ
رکھتے تھے سوئے خوشنما صل علی محمد

دوش بدوش دوش تھے پیچاں تھے تو تلک مگر
قول ہے یہ بھی بعض کا صل علی محمد

مانگ تھی مانگ بخششِ اہل گناہ ومعصیت
بنی کی سیدھ میں سدا صل علی محمد

گوش تھے گوشِ حق نیوش مثل گل گلاب کی
سنتے تھے عرش کی صدا صل علی محمد

ابرو تھیں آبروئے دیں ابرکرم کرم نما
لطف کرم کی دو گھٹا صل علی محمد

دونوں بھویں تھیں دو کماں بہرشکار عاشقاں
زخمی ہیں جن کے جا بجا صل علی محمد

دونوں بھوؤں کے بیچ میں یک رگِ نور پُرضیا
نورفشاں تھی دائما صل علی محمد

ترکش تیرہائے عشق مژگاں تھی جن کے فیض سے
بن گئے صدا باخدا صل علی محمد

مارتی تھی پلک پلک میں ہر پلک سہامِ عشق
اُن کے جو دل تھے باصفا صل علی محمد

نرگسِ چشم دلربا دلبر دلبرانِ دھر
قبلہ نما خدا نما صل علی محمد

بدر کہوں دیا کہوں شمس رخ منیر کو
سب میں اُنہی کی ہے ضیا صل علی محمد

دانتوں کی وہ چمک دمک جن پہ نجوم ہر فلک
رہتے تھے دائماً فدا صل علی محمد

لب تھے لبالب از کرم چشمۂ لطف ومرحمت
منہ تھا کشادہ آپ کا صل علی محمد

بنی جو پاک صاف تھی ایک الفِ اِلٰہ تھی
بیچ میں نور کی ضیا صل علی محمد

صورت گردن بتاں سانچے کی تھی ڈھلی ہوئی
گردنِ پاکِ مصطفیٰ صل علی محمد

چھٹکی ہوئی تھی سینہ پر ریش مبارک آپ کی
دونوں لبیں تھیں لب نما صل علی محمد

ریش میں تھی سفید سی بیچ میں اور دوطرف
نور وہ موئے پُر ضیا صل علی محمد

سینۂ پاک مصطفیٰ بالوں سے پاک صاف تھا
علم و حکم سے تھا بھرا صل علی محمد

بانس سے لے کے تابناف بالوں کی یک چھڑی سی تھی　　سینہ کے بیچ میں بپا صل علی محمد
سینہ کی شرح میں الم نشرح نہیں تو کیا لکھوں　　کوزے میں دریا ہے بھرا صل علی محمد
فقہ وحدیث اُصول وطب حکمت وعلم صَرف و نحو　　حدوقصاص اور قضا صل علی محمد
علم ریاضی و حساب سار فنون بے حسبا　　نکلے قرآن سے بے شبہ صل علی محمد
اور قرآن کے سب علوم اور تصوف وکلام　　سینہ کی اُن کے ہے ضیا صل علی محمد
تھا شکم شہ جہاں مستوی بے شک وگماں　　کان کرم واتقا صل علی محمد
شانہ تھے دونو شاندار بازو تھے بھاری آپ کے　　لانبے تھے دستِ مصطفیٰ صل علی محمد
بال تھے بازوؤں پہ کچھ بازو وَبال جان تھے　　کفر کی جاں پہ بے خطا صل علی محمد
مہر نبوت آپ کی شانۂ راست کے تلے　　بیضہ نما تھی برملا صل علی محمد
دیبا سے خز سے نرم تر دونو ہتھیلی آپ کی　　شرک پہ سخت بے دغا صل علی محمد
پشت مبارک آپ کی چوڑی تھی دونوں شانوں میں　　بُعد بہت تھا خوشنما صل علی محمد
انگلیاں پیاری آپ کی لانبی تھیں بے شک وشبہ　　تھیں وہ علامتِ سخا صل علی محمد
قد تھا میانہ آپ کا دیکھ کے جس کو پابگل　　سروادب سے تھا کھڑا صل علی محمد
سروسہی اُسے لکھوں یا کہ الف اِلٰہ کا　　راست تھا راستی نما صل علی محمد
قد تھا میانہ لیکن آپ رہتے تھے اونچے بے شبہ　　اونچے سے اونچوں پر سدا صل علی محمد
تلوے تھے صاف اُٹھے ہوئے عرق سے رہتے تربتر　　ایڑیاں ہلکی خوشنما صل علی محمد
اُن کی مہک سے بستے تھے کوچہ وَراستے سبھی　　خوشبو تھی ان کی جانفزا صل علی محمد
عطر بسایا جاتا تھا اُن کے پسینہ سے کہ وہ　　سامنے اُس کے ماند تھا صل علی محمد
چال تھی جیسے ڈھال سے اُترے ہے کوئی خوش خرام　　نیچے نگاہ سے دل ربا صل علی محمد
تھے وہ سبک خرام پر رہتے تھے آگے بے شبہ　　بھاگنے والوں سے سدا صل علی محمد

کپڑے سفید تھے پسند جوتی تھی زرد آپ کی — سر پہ عمامۂ سیہ صل علی محمد
برد یمانی زیب تن رکھتے تھ وہ شہ زمن — گاہ قمیص خوشنما صل علی محمد
گاہِ ادیم طائفی ہوتی تھی نعل پائے شاہ — ہر یک ادا تھی دل ربا صل علی محمد
ابن نجف پڑھ اب درود پڑھتا رہ ہر گھڑی سلام — حق سے راہ طالب رضا صل علی محمد
دیدارؔ علی وردِ جاں نام نبی ہے اور درود — صل علی شفیعنا صل علی محمد

نعتِ جدید

مستِ جمال سرورِ دیں خود جمال ہے — جس جما جمال ہے وہ اُنہی کا جمال ہے
جلوہ اُنہیں کا جلوہ نما ہے ہر ایک جا — اُن کے جمال سے ہی جمال جمال ہے
بارۂ کرم کا بٹتا ہی رہتا ہے رات دن — اُس شہ کا سب پر اُن کا ہی جود ونوال ہے
جو کچھ جہاں میں علم وہنر اور کمال ہے — اُس شاہ کے کمال کا ظل کمال ہے
بدر منیر اور خورخاوری سدا — انوار شہ اسے انور وصاحبِ جلال ہے
یارب رکھا دے روضۂ انور کو جلد پھر — اس آرزو میں اپنا بہت خستہ حال ہے
فردوس اور خلد بریں شوق میں مدام — ہیں اُس کے جس کو آپ کا شوقِ وصال ہے
ہے دورئے وجدائی سلطانِ دیں کا نام — دوزخ اسی کا نام عذاب ونکال ہے
دیدارِ شاہِ دیں سے ہو دیدارؔ سرافراز — مدت سے یہ ہی دھن ہے اِسی کا خیال ہے

ایضاً نعتِ جدید

تمہارا جلوہ ہے جلوہ فزا ہر اک گل میں — چمن میں گلشن وگلبن میں سرو وسنبل میں
شرابِ الفت جاناں کا ہے ہر اک جاشور — سبو میں جام میں مینا میں مُل میں قلقل میں
تیری ہی یاد ہے تیرا ہی ذکر ہے ہر جا — گلوں میں بلبلوں میں نالہاء صلصل میں
عجیب شاہ کرامت ہے تم سے جلوہ نما — براق وقصوی میں یعفور اور دلدل میں
تمہاری صورت زیبا ہے سورۂ اخلاص — ہے تم سے جلوۂ اخلاص سورۂ قل میں

تمہاری شانِ رسالت کا ہر جا چرچا ہے ملائکہ میں جنوں میں زمین زماں کل میں
کہاں وہ خسک میں خوشبو کہاں وہ عنبر میں خدا نے رکھی جو خوشبو ہے اُن کے کاکل میں
پلادو وہ مئے باقی نہ کچھ رہے باقی خیال ہستیٔ موہوم شارب مُل میں
اگر ہے شوقِ وصال اتنا مٹ کہ تو نہ رہے رکھا ہے یونہی دیدآر شور اور غل میں

منقول از دیوانِ مؤلف

حبیب خدا پر صلوٰۃ وسلام شہ انبیاء پر صلوٰۃ وسلام
رؤف و رحیم وعزیز وحریص شفیع الوریٰ پر صلوٰۃ وسلام
ہو صبح ومسار وز وشب دائما میرے مصطفیٰ پر صلوٰۃ وسلام
قسیم و جسیم ونسیم ووسیم سراپا ہدی پر صلوٰۃ وسلام
شفیع ومطاع و نبے و کریم میرے دلربا پر صلوٰۃ وسلام
میرے صدر دیوان یوم النشور میر ے مہ لقا پر صلوٰۃ وسلام
میرے خواجۂ بعث ور روزِ جزا شہ دوسرا پر صلوٰۃ وسلام
ہو مہر سپہر کرم پر مدام اُس بدرِ دلہا پر صلوٰۃ وسلام
کریم السجایا جمیل الشیم شہ مجتبیٰ پر صلوٰۃ وسلام
رسولوں کے سردار امی لقب میرے ذوالعلا پر صلوٰۃ وسلام
میرے خاتم الانبیا ورسل مہِ اصطفا پر صلوٰۃ وسلام
میرے شاہ کی آل و اولاد پر صحب باصفا پر صلوٰۃ وسلام
ہو صدیق و فاروق و عثمان پر اور شیر خدا پر صلوٰۃ وسلام
ہو حسنین اور فاطمہ پر سلام ہو غوث الوریٰ پر صلوٰۃ وسلام
ہو دیدآر صدقہ میں اُس شاہ کے بخارا کے شہ پر صلوٰۃ وسلام

ایضاً نعت از دیوانِ مولف

جن ملک شیدائے محمد ﷺ ہر دوجہاں جویائے محمد ﷺ
جملہ کو کہباء درخشاں مہر منور ماہِ تاباں ذرّہ نور وجلاء محمد ﷺ
چنپا اوربیلہ وچمیلی گل گلاب اور گل کیتکی فیض خوشبوہائے محمد ﷺ
سروقداں جملہ گیہاں سروسہی استادہ حیراں قربان بالائے محمد ﷺ
مشک ختن اور مشک تبت مشک چیں اور مشک تتاری عاشق گیسو ہائے محمد ﷺ
مشک خطا سے نسبت دینا سخت خطا ہے مشکیں کہنا سونگھ کے کاکلہائے محمد ﷺ
ان کی چمک سے شمس منور ان کی جھلک سے روشن عالم اللہ اللہ ضیائے محمد ﷺ
عرش بریں سے فرش زمیں تک جن وانساں حور وملائک ہر دم سب ہیں فدائے محمد ﷺ
ماہ سے زیادہ مہر سے افزوں غالب سب نوری جسموں پر نور رخِ زیبائے محمد ﷺ
گردوں سرگرداں جدائی جن وملک سب اُن کے فدائی سب ہیں فدائے ادائے محمد ﷺ
گوہر غلطاں لعل بدخشاں ہیرا اور پکھرج اور نیلم ذرّہ تا بشہائے محمد ﷺ
دونو جہاں اور دین وایماں غوث اور قطب ولی دوراں سب ہیں فدائے عطائے محمد ﷺ
حشروں کے جب سب ہوں پریشاں نبی رسول سبھی ہوں حیراں سب ہی تکیں لبہائے محمد ﷺ
جبکہ رسول بھی کام نہ آئیں نفسی نفسی کہتے آئیں دیکھیں بخشش ہائے محمد ﷺ
دیکھو نہ اس کو گری نظر سے اہل مجلس سو چکے دیکھو ہے دیدآر گدائے محمد ﷺ

فہرستِ مضامین

ماخذومراجع

۞القرآن الکریم، کلام باری تعالیٰ

تفسیر

۞(تفسیر جلالین، مؤلف: المؤلف :عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطي (م911ھ) دار الغد الجدید المنصورۃ، مصر، الطبعۃ الاولیٰ:1425ھ۔2005م)

۞(تفسیر مظهری، مؤلف: قاضی محمد ثناءالله عثمانی حنفی پانی پتی(م1165ھ) ، ناشر: دار احیاء التراث عربی، الطبعۃ الاولیٰ:1425ھ۔2004م)

۞ (إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم، مؤلف :القاضی محمد بن محمد بن مصطفی العمادی الحنفی(م986ھ) دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ:1424ھ۔2003م)

۞(روح البیان، مؤلف :الامام العالم الشیخ اسماعیل حقی البروسی (م:1137ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ:1421ھ۔2001م)

۞(أنوار التنزیل وأسرار التأویل، مؤلف:ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی(م:691ھ) دار الإحیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولیٰ:1418ھ۔1998م)

۞(تفسیر عزیزی، مؤلف :شاہ عبدالعزیز محدث دهلوی، (م:1823ھ) ناشر :المکتبۃ الحقانیۃ، کوئٹہ)

۞ (تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ، مترجم :مولانا فخر الدین الدهلوی ، مکتبہ سعید ناظم آباد، کراچی، پاکستان)

۞ تفسیر المدارک، مؤلف: أبو البرکات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي (م: 710 ھ) ، دار الفکر بیروت)

۞الدر المنثور في التفسیر المأثور، المؤلف :عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطي (م911ھ)، دار الإحیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولیٰ: 1421ھ۔2001م)

حدیث

۞(صحیح بخاری، مؤلف: أبو عبد الله محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرۃ البخاري، (م: 256ھ) دار الکتب

العلمیہ،بیروت،الطبعۃالاولی:1420ھ/1992م)

۞صحیح مسلم،مولف:امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (م:461ھ)،ناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

۞(سنن ترمذی،مؤلف:امام ابو عیسی محمدبن عیسی ترمذی،(م:279ھ)ناشر:دارالکتب العلمیہ،بیروت)

۞(سنن نسائی،مؤلف:أبو عبدالرحمن أحمدبن شعیب بن علي الخراساني،النسائي(م:303ھ)دارالفکر،بیروت، الطبعۃالاولی:1419ھ/1999م)

۞سنن ابن ماجہ،مولف:أبو عبدالله محمد بن یزید القزویني،(م:273ھ)الناشر:دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی،1419ھ۔1998م)

۞ (سنن أبي داؤد،مؤلف: أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق السجستانی (م : 275ھ)، دار ابن حزم،بیروت،الطبعۃالاولی،1418ھ/1997م)

۞(مشکاۃ المصابیح،مولف:امام محمد بن عبدالله الخطیب التبریزي،(م: 741ھ)،الناشر: دارالکتب العلمیۃ-بیروت،الطبعۃالاولی:2003م۔1424ھ)

۞ (جامع الاصول فی احادیث الرسول،مؤلف: مجد الدین أبو السعادات المبارک بن محمد الجزري ابن الأثیر الجزری(م:606ھ)،دارالفکر،بیروت،الطبعۃالاولی:1417ھ/1997م)

۞(المستدرک علی الصحیحین،مؤلف:امام ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم نیشاپوری، (م : 405ھ)،دارالمعرفۃ،بیروت)

۞(کواکب الدراری،مؤلف:الشیخ حرب بن اسماعیل کرمانی،(م : 280ھ)داراحیاءالتراث العربی،بیروت)

۞(جوامع الکلم فی المواعظ والحکم،مؤلف:الشیخ العلامۃ علي بن حسام الدین المتقي الهندي، مخطوط مخزونۂ راقم ابو ثوبان محمد کاشف مشتاق عطاری المدنی)

۞ (مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزیل ولطائف الأخبار،مؤلف: جمال الدین، محمد طاهر بن علي الصدیقي الهندي الفَتَّنِي الکجراتي (م: 986ھ)، ناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ،الطبعۃ:

الثالثة، 1387هـ-1967م)

(الجامع لشعب الایمان؛مولف :امام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي، الناشر : دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى، 1423هـ2003م)

(مسند الامام احمد بن حنبل ؛مولف :امام احمد بن حنبل (م 241ھ)الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة: الثانية1420ھ، 1999م)

الفضل المبين فی المسلسل من حديث نبی الامين، مؤلف: الشاہ ولی اللہ بن عبدالرحيم المحدث الدہلوی، م:1762م)، الناشر: دار الكتاب ديوبند يوپی ہند، سنہ طباعت:۱۴۱۸ھ)

شروحات حدیث واصول

(عمدة القارى؛مؤلف: الشيخ العلامة بدر الدين العيني الحنفي(م:855ھ)، ناشر: دار لا كتب العلمية-بيروت، الطبعة الاولى:1418ھ/1998م)

ارشاد السارى ؛مؤلف:شهاب الدين احمد بن محمد القسطلانی،ناشر:دار الفكر-بيروت، الطبعة الاولى:1421ھ/2000ء

(شرح صحیح مسلم؛مؤلف:العلامة الإمام محی الدين أبو زكريا يحی بن شرف الدين النووی(م: 977 ھ)، ناشر: دار الكتب العلميه،بيروت، الطبعة الاولى: 1421ھ/2000ء)

(مصباح الزجاجة حاشية ابن ماجة،مؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (م911ھ)، مكتبه رحمانيه)

(انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة،مؤلف :شيخ عبدالغنى المجددی الدهلوی المدنی(م: 1295ھ)، مكتبه رحمانيه)

(مرقاة الصعود الى سنن أبي داؤد للامام الحافظ، ابی الفضل جلال الدين سيوطی (م: ۹۱۱ھ)، الطبعة الاولى:1423ھ/2012م)ناشر: دار ابن حزم)

(مرقاة المفاتيح؛مؤلف: الشيخ العلامة ملا علي قاري الحنفی، (م1014ھ)، ناشر: دار الكتب العلميه-بيروت، الطبعة الاولى:1422ھ/2001ء)

۞(لمعات التنقیح،مؤلف:الشیخ المحقق العلامة محمد عبدالحق محدث دهلوی(م:1052ھ)، ناشر:دار النوادر-بیروت، الطبعة الاولی:1435ھ/2014ء)

۞(شرح السنة،مؤلف: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (م: 516ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت، الطبعة الثانية:2003ء/1424ھ)

۞(فتح الودود،مؤلف:خاتمة المحققین،الشیخ ابی الحسن السندی، ناشر:مکتبة اللینة لنشر والتوزیع، الطبعة الاولی:1418ھ/1998ء)

۞ (الفتح المبین بشرح الأربعین، مؤلف: شهاب الدین امام احمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی (م: 914ھ)، دار المنهاج، بیروت، الطبعة الاولی:1428ھ/2008ء)

۞ بهجة النفوس شرح مختصر البخاری،الامام المحدِّث ابی محمد عبدالله بن جمرة الاندلسی (م: 699ھ)، الطبعة الاولیی:1438ھ مطبعة الصدق الخیریه بجوار الازهر مصر، الطبعة الاولی:1438ھ)

۞ (مقدمة فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث، مؤلف:الشیخ المحقق العلامة محمد عبدالحق محدث دهلوی(م:1052ھ)، مکتبة المدینة، کراچی، پاکستان)

۞(نزهة النظر شرح نخبة الفکر،مؤلف: الشیخ العلامة ملا علي قاري الحنفی(م1014ھ) ، مکتبة نزار مصطفی الباز المملکة العربیة السعودیة)

۞(شرح نخبة الفکر،مؤلف: الشیخ العلامة ملا علي قاري الحنفی (م1014ھ)، مکتبة فاروقیه، پشاور)

فقه واصول

۞(الجوهر الکلی شرح عمدة المصلی الشهیر بشرح الکیدانی،مؤلف: امام لطف الله النسفی المشهور بالکیدانی، نوریه رضویه پبلشنگ، کمپنی، لاهور پاکستان)

۞(کنز الدقائق،مولف :امام عبدالله بن احمد النسفی الحنفی (م710ھ)، ناشر: المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الاولی:1425ھ۔2005م)

۞(الهدایة شرح بدایة المبتدي، مولف:امام أبو الحسن علي بن أبي بکر بن عبد الجلیل الرشداني المرغیاني، (م 593ھ، الناشر: دار ارقم، بیروت، لبنان)

❁(العنایۃشرح الهدایۃ،مؤلف:الشیخ اکمل الدین محمدبن محمدمحمود دبابرتی حنفی دار الکتب العلمیہ،بیروت، الطبعۃالاولی:1428ھ/2007م)

❁(السعایۃ علی شرح الوقایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ،مؤلف: الشیخ العلامۃ ابی الحسانت محمد عبدالحی لکھنوی(م:1304ھ)سہیل اکیڈمی لاھور،پاکستان)

❁(عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ،مؤلف:الامام عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی،(م1304ھ)دار الکتب العلمیہ،بیروت،الطبعۃالاولی:1430ھ۔2009م)

❁درمختار،مؤلف:امام محمدبن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی الحصکفی،(م1088ھ)الناشر:دار الکتب العلمیۃ، بیروت،الطبعۃالاولی:1423ھ۔2002م)

❁(ردالمحتار،مؤلف:العلامۃسیّدمحمدامین ابن عابدین شامی حنفی،(م1256ھ)دار المعرفۃ،بیروت،الطبعۃ الاولی:1420ھ۔2000م)

❁(الفتاوی الهندیۃ في مذهب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ النعمان،مولف :الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الهند،الناشر دار الفکر،بیروت،الطبعۃ الاولی:1429ھ۔2009م)

❁(حلبی کبیری غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی،مؤلف:العلامۃ الشیخ ابراهیم الحلبی (م:1044ھ)،ناشر:مکتبۃنعمانیہ،کوئٹہ)

❁(البحر الرائق،مولف:العلامۃزین الدین بن ابراهیم،المعروف ابن نجیم مصری،(م970ھ)،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃالاولی:1418ھ۔/1997م)

❁جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر الامام القدوری،مؤلف:امام یوسف بن عمر بن یوسف الکادوری(م:832ھ)،ناشر:دار الکتب العلمیہ،بیروت)

❁ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان(مجموعۃ الرسائل للکھنوی)،مؤلف: الشیخ العلامۃ ملا علي قاري الحنفی،(م1014ھ)،الناشر:ادارۃالقرآن والعلوم الاسلامیۃ)

❁ الاشباہ والنظائر للسیوطی، المؤلف :عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطي (م911ھ) ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃالثانیۃ:1426ھ/2005ء)

❁(نور المنار مع شرح قمر الاقمار؛موکف:حافظ الشیخ احمد المعروف ملآجیون،مکتبہ رحمانیہ)

عقائد

❁ (شرح العقائد النسفية،مؤلف : علامه مسعود بن عمر بن عبدالله تفتازانی ، (م::1390ھ)مکتبة المدینة، کراچی،پاکستان)

❁ کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، المؤلف :امام شهاب الدين ابو محمد عبدالرحمن بن اسماعیل المعروف بابی شامه(م655ھ)،اشاعت آکیڈمی سوات پاکستان)

❁ (حجة الله البالغة، مؤلف: الشاه ولی الله بن عبدالرحيم المحدث الدهلوی، ناشر:دارالجیل ،الطبعة الاولی:2005ء/1426ھ)

❁(انباء الاذکیاء بحیاة الانبیاء، مؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدین السیوطي (م911ھ)،ناشر: دار الکتب العلمیه،بیروت:1405ھ/1985م)

❁قصیدة بدء الامالی،مؤلف:امام ابوالحسن علی بن عثمان الاوشی الحنفی،مترجم:مفتی غلام معین الدین نعیمی،ناشر:جمعیت اشاعت اهلِ سنت-پاکستان

سیرت

❁(مدارج النبوة،مؤلف:الشیخ المحقق العلامة محمد عبدالحق محدث دهلوی(م:1052ھ)مکتبة النوریة الرضویة،پبلشرز)

❁(السیرة الحلبیة،مؤلف: العلامة ابوالفرج نور الدين علی بن ابراهیم بن احمد الحلبی (م:1044ھ) دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة::1427ھ/2006م)

❁(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،مولف: العلامة القاضی ابی الفضل عیاض مالکی(م:544ھ) دار احیاء التراث العربی،بیروت، الطبعة الاولی:1424ھ/2003م)

❁(نسیم الریاض شرح لشفاء،مؤلف: شهاب الدين احمد بن محمد الخفاجی المصری (م:1069ھ)، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الاولی:1421ھ/2001م)

❁ (حدیقة الندیة شرح طریقة محمدیة، الشیخ العلامة عبدالغنی نابلسی(م:1143ھ)،مکتبة فاروقیة،محله

جنگی پشاور)

۞(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، مؤلف: العلامة احمد بن محمد القسطلانی (م923ھ)، الناشر: مرکز اهلسنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ فوربند غجرات، الهند، الطبعة الاولی: الطبعة الاولی: 1421ھ 2001م)

۞الجوهر المنظم فی زيارة القبر الشريف، مؤلف: شهاب الدين امام احمد بن محمد بن علی بن حجر الهيتمی (م: 914ھ)، مكتبة الدبولی ميدان طلعت حرب، قاهره، الطبعة الاولی: ۲۰۰۰)

کتب الرجال

۞(تهذيب الاسماء واللغات، مؤلف: العلامة الإمام محی الدين أبو زكريا يحی بن شرف الدين النووی (م: 977ھ)، ناشر: دار الفكر، بيروت، الطبعة الاولی: 1416ھ/1996ء)

۞(تقريب التهذيب، حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م: 852ھ)، موسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الاولی: 1417ھ/1997ء)

۞كتاب الوافي بالوفيات، مؤلف: صلاح الدين خليل بن ايبک الصفدی، ناشر: دار احياء التراث العربی، الطبعة الاولی: 1420ھ/2000ء)

۞(جذب القلوب فارسی، مؤلف: الشيخ المحقق العلامة محمد عبد الحق محدث دهلوی (م: 1052ھ)، ناشر: نوریہ رضویہ پبلیکیشنگ کراچی، پاکستان)

۞(قصيدة البردة، مؤلف: امام شرف الدين بوصيری (م: 696ھ)، ناشر: مكتبه دار الدقاق-دمشق، الطبعة: 2015ء/1436ھ

۞(دلائل الخيرات، مؤلف: الشيخ محمد بن سليمان جزولی (م: 870ھ)، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاهور، کراچی)

کتب المواليد

۞عقد الجواهر فی مولد النبی الازهر (مترجَم بمع متن)، السيد جعفر بن حسن البرزنجی الحسينی (م: 1179ھ): جامعہ اسلامیہ لاهور)

۞حسن المقصد فی عمل المولد، مؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (م911ھ)، ناشر:

دار الکتب العلمیہ، بیروت: 1405ھ/1985م)

❁القول الجمیل، مؤلف: الشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی، ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی، مطبوعۃ: ایجوکیشنل پریس کراچی، اشاعت دوم: ۱۹۷۴)

❁ الحرز الثمین للحصن الحصین، مؤلف: الشیخ العلامة ملا علي قاري الحنفی (م1014ھ) ، ، ناشر: سعودیہ-ریاض)

❁(الدر المکنون فی الاحتفال بمولد النبی الامین المامون، تالیف: محمد وصی الرحمن بن محمد اسحاق ، ناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت)

❁(در الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ، مؤلف: الشاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم المحدث الدھلوی، الناشر دار الکتاب دیو بند یوپی ہند، سنہ طباعت: ۱۴۱۸ھ)

❁ (مجموع مشتمل علی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ناشر: مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، ربیع الاول: 1342ھ)

❁(اثبات المولد والقیام (عربی مع اردو ترجمہ)؛ مؤلف: حضرت شاہ احمد سعید مجددی النقشبندی الدہلوی مہاجر مدنی، مکتبہ مجددیہ)

تصوف

❁المقدمة السالمة فی خوف الخاتمة، مؤلف: الشیخ العلامة ملا علي قاري الحنفی (م1014ھ) ، المکتبة الاسلامی، دار عمار، الطبعة الاولی: 1404ھ/1989م

❁(رسائل شاہ ولی اللہ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، تالیف: شیخ المشائخ مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی، ترجمہ و تحقیق: سید محمد فاروق القادری، ناشر: اویسی بک سٹائل-گوجرانوالہ)

❁ (فیوض الحرمین (مع ترجمہ سعادت الکونین)؛ مؤلف: شیخ المشائخ مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی، ناشر: المطبع الاحمدی-دہلی)

❁ (منبہات ابن حجر عسقلانی، مؤلف: حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م: 852ھ)، در مطبع مصطفائی، محمد مصطفی خان)

۞ (مکتوبات امام ربانی(فارسی)؛مؤلف:مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرهندی(م1064ھ) ناشر: ،مکتبۃ احمدیہ، مجددیہ، کوئٹہ)

۞المکتوبات الربانیۃ(عربی)؛ مؤلف:مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی(م1064ھ)،ناشر:دار الکتب العلمیۃ—بیروت،الطبعۃ الاولی:1424ھ/2004ء

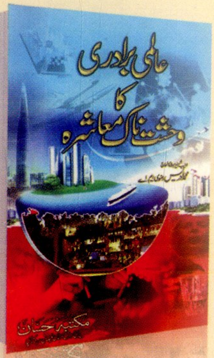
لغت وادب

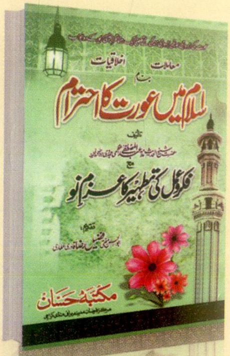
۞(دیوان حسان بن ثابت الأنصاری(مع شرحه عبدالرحمن برقوقی)، الناشر دارالکتب العربی، الطبعة:۱۴۱۰/۱۹۹۰)

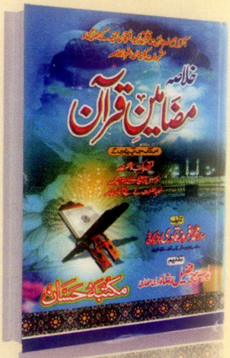
۞ (قاموس المحیط،مؤلف:الشیخ العلامۃ مجدالدین محمد بن یعقوب فروز آبادی(817ھ)،دار احیاء التراث العربی بیروت،الطبعۃ الثانیۃ:1420ھ/2000ء

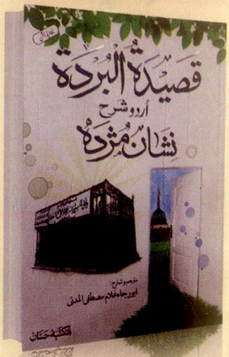
متفرق

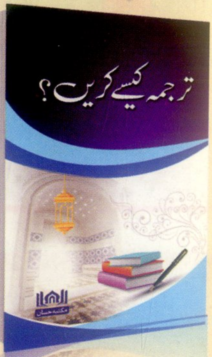
۞(صراط مستقیم(فارسی)؛مولف:مولوی اسماعیل دہلوی، متوفی:۱۲۴۶ھ المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ،لاہور)

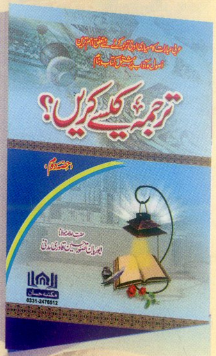

عالمی برادری
کا
وحشتناک معاشرہ
مکتبہ حسان

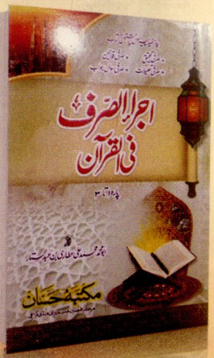

اسلام میں عورت کا احترام
فکر و عمل کی تطہیر کا عزم نو
مکتبہ حسان

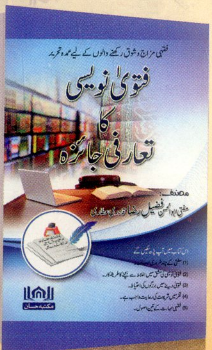

خلاصہ
مضامین قرآن
مکتبہ حسان

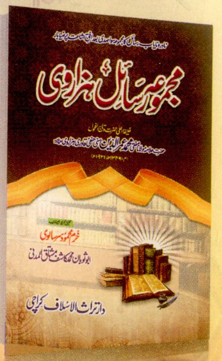

قصیدۃ البردۃ
اردو شرح
نشان مژدہ
ابو رجا غلام مصطفیٰ المدنی
مکتبہ حسان


ترجمہ کیسے کریں؟
مکتبہ حسان


ترجمہ کیسے کریں؟
مکتبہ حسان
0331-2476512


اجراء الصرف
فی القرآن
مکتبہ حسان


فتویٰ نویسی
کا
تعارفی جائزہ
مصنف
مکتبہ حسان


مجموعہ رسائل ہزاروی
دار تراث الاسلاف کراچی